بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفہیمِ اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فہیم اسلم

Aashna publication
غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور
0300 9187575 / 0317 6756650

تزئین واہتمام:

اشفاق احمد غوری

ضابطہ

کتاب نام	اسماالنبی ﷺ
مصنف	فہیم اسلم
سرورق	حمدان خالد
کتابت	خاقان خالد
اشاعت	کتاب بستی لاہور
مطبع	
قیمت	1200 روپے
بیرونِ ملک	10 ڈالر

ISBN 978-627-94809-1-0
9 786279 480910 >

اپنی کتاب کی بہترین اشاعت کے لیے رابطہ کریں

Aashna publication
غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور
0300 9187575 / 0317 6756650

نذرانۂ عقیدت

''تاجدارِ مدینہ، سرورِ کائنات، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان مُقدس و معطر اسماء کے نام
جن کے ذکرِ جمیل سے میرے قلم کو روشنی اور میری فکر کو زندگی ملی۔ جن کی نسبتِ پاک سے لفظوں
کو معانی اور حرفوں کو توقیر نصیب ہوئی۔
بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک امتی کی ادنیٰ سی علمی کاوش، اس دعا کے ساتھ کہ مولائے کریم
اسے شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔''

....

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ
سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا إِبْرَاهِیمَ وَعَلٰی
آلِ سَیِّدِنَا إِبْرَاهِیمَ
إِنَّكَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ
اللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی آلِ
سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا إِبْرَاهِیمَ وَعَلٰی
آلِ سَیِّدِنَا إِبْرَاهِیمَ
إِنَّكَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ

سفرِ تفہیمِ اسما النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تپش جب قلم کی نوک پر ٹھہرتی ہے، تو وہ الفاظ کو انوار میں بدل دیتی ہے۔ زیرِ نظر تالیف **"تفہیمِ اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"** محض ایک کتاب نہیں، بلکہ ایک امتی کی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں سے جڑی نسبتوں کی ایک عاجزانہ داستان ہے۔ اس کتاب کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ قاری نہ صرف ناموں کے معنی سمجھے، بلکہ ان کی روحانی اور علمی گہرائی سے بھی فیضیاب ہو سکے۔ کتاب کے مطالعے کو سہل اور بابرکت بنانے کے لیے اسے درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

کتاب کا آغاز **'نسیمِ گلبن'** سے ہوتا ہے، جہاں وقت کی معتبر علمی شخصیات اور صاحبِ طرز اہلِ قلم کی آراء اس تحریر کو سندِ اعتبار عطا کرتی ہیں۔ اس کے بعد **'اذنِ باریابی'** کے دریچے وا ہوتے ہیں، جس میں اسماءِ مبارکہ کی قدوسیت اور اسماءِ مبارکہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ "سیدنا" لکھنے کی علمی و ادبی ضرورت پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

چونکہ اس کتاب کی بنیاد امام جزولیؒ کی شہرہ آفاق کتاب **"دلائل الخیرات"** کی ترتیب پر رکھی گئی ہے، اس لیے **'دریچۂ فیض'** کے تحت اس عظیم کتاب **"دلائل الخیرات"** اور اس کے مؤلف کے احوال درج کیے گئے ہیں۔ کتاب کا قلب اور اصل روح **'تجلیاتِ اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'** ہے، جہاں 200 سے زائد اسماءِ مبارکہ کی تفہیمِ جدید اور تشریح پیش کی گئی ہے۔

تحقیق کی پختگی کے لیے **'مآخذِ استدلال'** میں ان تمام کتب کا تذکرہ ہے جن سے اس علمی سفر میں رہنمائی لی گئی۔ کتاب کے اختتام پر **'گوشہ ِ ابجدی'** کے تحت اسماء مبارکہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین مختلف فہرستیں (کتابی، ابجدی اور صفاتی) دی گئی ہیں، تاکہ محققین اور عام قارئین اپنی سہولت کے مطابق مطلوبہ اسم تلاش کر سکیں اور آخری حصہ التجائے قبولیت ہے جس میں ربّ کریم کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نذرانہ قبولیت پیش کیا گیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس **'التجائے قبولیت'** کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کو میرے، میرے والدین اور تمام قارئین کے لیے ذریعہِ نجات اور شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ بنادے۔ آمین!

خادمِ اسماء نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فہیم اسلم

نسیمِ گلبن

اذنِ باز یابی

دریچہ فیض

تجلیاتِ اسماء النبی ﷺ

نسیمِ گُلبن

’’فہیم‘‘ کی ’’تفہیم اسما النبی ﷺ‘‘

عشقِ رسول ﷺ کا علمی نمونہ

کائناتِ رنگ و بو میں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ ایک ایسا نور ہے جس سے نہ صرف ارواح کو تسکین ملتی ہے، بلکہ علم و ادب کے متوالوں کے قلوب بھی منور ہوتے ہیں۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ عقیدت پیش کرنا ہر مومن کی سعادت ہے، لیکن کچھ نفوسِ قدسیہ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس عظیم خدمت کے لیے خاص کر لیتا ہے۔ فہیم اسلم صاحب کا نام بھی عشاقِ رسول ﷺ کی اسی فہرست میں شامل ہے، جنہوں نے اپنے قلم کو مدحتِ رسول ﷺ کے لیے وقف کر کے دورِ حاضر میں عشقِ رسول ﷺ کی ایک نئی شمع روشن کی ہے۔ اسی شوق کے پیشِ نظر ان کی کتاب ’’تفہیم اسما النبی ﷺ‘‘ ایک خوبصورت اضافہ ہے جس کا ماخذ امام جزولیؒ کی شہرہ آفاق کتاب ’’دلائل الخیرات‘‘ ہے جو صدیوں سے عاشقانِ رسول ﷺ کا وظیفہ رہی ہے۔ اس کتاب میں حضور اکرم ﷺ کے مبارک ناموں (اسماء النبی ﷺ) کا ذکر نہایت خوبصورت انداز میں کیا گیا ہے۔ یہ نام محض لفظ نہیں، بلکہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی صفات، کمالات اور آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کے عکاس ہیں۔ عام قاری کے لیے ان اسماء کے گہرے معانی اور ان کے پیچھے چھپے ہوئے روحانی اسرار تک رسائی حاصل کرنا مشکل تھا، جس کی ضرورت کو فہیم اسلم نے محسوس کیا اور انہوں نے دلائل الخیرات میں مذکور اسماء النبی ﷺ کی تفہیم و تشریح کے لیے قریباً ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب تحریر کی ہے۔ یہ کتاب محض ایک تصنیف نہیں بلکہ ایک علمی و تحقیقی شاہکار ہے جس میں انہوں نے ہر نام کے لغوی اور اصطلاحی معنی کو واضح کیا ہے تاکہ قاری کو

اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسما کے تعارف کے ساتھ ساتھ ان کے معانی کا بھی ادراک ہو سکے۔

ساڑھے چار سو صفحات کا یہ پھیلاؤ اس بات کی دلیل ہے کہ مصنف نے ہر پہلو پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ بزرگانِ دین کے قدیم و جدید مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔

فہیم اسلم اس سے قبل نعتیہ مجموعہ ''م محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کے ذریعے اپنا نام عاشقانِ رسُول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فہرست میں درج کروا چکے ہیں اور اس تحقیقی کتاب کے ذریعے ثابت کر دیا ہے کہ ان کی محبت محض جذبات تک محدود نہیں بلکہ علم و تحقیق کے راستوں پر بھی گامزن ہے۔

کسی شخصیت کے لیے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا نام ان لوگوں میں لکھا جائے جنہوں نے اپنی صلاحیتیں، اپنا وقت اور اپنا قلم آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ثناء خوانی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر کی ترویج کے لیے وقف کر دیا۔ ان کا یہ اندازِ اظہار اس لیے بھی منفرد ہے کہ انہوں نے اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعے امت کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت سے روشناس کروانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

فہیم اسلم کا اسلوبِ نگارش سادہ مگر پر اثر ہے۔ انہوں نے علمی ثقاہت کو برقرار رکھتے ہوئے محبت کی چاشنی کو کم نہیں ہونے دیا۔ یہ کتاب طلباء، محققین، عاشقانِ رسول سے لے کر عام قارئین تک، سب کے لیے ایک قیمتی تحفہ ہے۔ کیونکہ یہ "نام" سے "صاحبِ نام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" کی معرفت تک کا سفر طے کرواتی ہے یہ ہمیں سکھاتی ہے کہ نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صرف زبان پر سجانے کے لیے نہیں، بلکہ ان کے معانی میں ڈوب کر سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادراک کے لیے بھی ہیں۔

عصر حاضر میں اسما النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیض کو عام کرنا ایک کارِ عظیم ہے۔

فہیم اسلم کی یہ کاوش ''تفہیم اسما النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کے فیض کو عام کرنے کا ایک بہترین

ذریعہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے 201 اسما کی تفہیم پر مشتمل یہ کتاب ان کی برسوں کی محنت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی والہانہ وابستگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اسے ان کے لیے توشہ آخرت بنائے۔ بلا شبہ، انہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے انتہا محبت کا جو خوبصورت اور منفرد اظہار کیا ہے، وہ آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ رہے گا۔

اشفاق احمد غوری

مدینۃ الاولیاء

کلماتِ خیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سیدنا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس پوری کائنات میں ابتدائے آفرینش سے ہی حضرتِ انسان کو علم کی وجہ سے بہت فضیلت عطا کی گئی ہے۔ حضرتِ آدم علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے علم الاسماء کی بنیاد پر مسجودِ ملائک بنایا اور ان کو جمیع اشیاء کے اسماء اور خواص کا علم عطا فرمایا۔ لہٰذا، علم الاسماء آغازِ کائنات سے ہی خاص اہمیت کا حامل علم ہے۔

اسم، مسمّٰی کے شرف اور اس کی فضیلت پہ دلالت کرتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ

"کثرۃ الاسماءِ تدلُّ علیٰ شرفِ المسمّٰی"

کہ جس کے جس قدر زیادہ نام ہوتے ہیں، وہ نام اس کے شرف، قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ کو واضح کرتے ہیں۔

ہمارے پاک نبی، فخرِ موجودات، باعثِ تخلیقِ کائنات، سید المرسلین، خاتم النبیین، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ پوری مخلوق میں سب سے افضل ترین ہستی ہیں، اس وجہ سے اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عزت اور شرف کے بہت سے نام اور بہت سی صفات عطا فرمائی ہیں، اور درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ صفات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے بہت سے پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اسماء کے حوالے سے خود ارشاد فرمایا:

"لِي خَمْسَةُ أَسْمَاءٍ: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي، وَأَنَا الْعَاقِبُ."

کہ "میرے پانچ نام ہیں: میں محمد ہوں، اور احمد ہوں، اور میں 'الماحی' (مٹانے

والا) ہوں کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دیتا ہے، اور میں 'الحاشر' (اکٹھا کرنے والا) ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر (یعنی میرے بعد) اکٹھے کیے جائیں گے، اور میں 'العاقب' (سب سے آخر میں آنے والا) ہوں (جس کے بعد کوئی نبی نہیں)۔''

امتِ مسلمہ میں علماء کرام، صوفیائے عظام اور محققین نے حضورِ نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء گرامی پر بڑی محبت سے کام کیا ہے اور ان کو اجاگر کرنے کے لیے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کتابوں میں سیرت کی بہت سی ایسی کتابیں شامل ہیں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء گرامی کو کثرت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور ان کے معانی اور مفاہیم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

جب میں مصر میں زیرِ تعلیم تھا تو الحمد للہ اپنے ایم فل کے مقالہ میں مجھے ایک مخطوطہ کو تحقیق کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، جس کا نام ہے ''الوفاء بشرح الاصطفاء من اسماء المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔ یہ شیخ عبدالباسط البلقینی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیفِ لطیف ہے، جس میں انہوں نے حضورِ نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے 534 نام قصیدے میں ذکر کیے ہیں اور پھر ہر نام کی خود ہی شرح کی ہے۔ یہ کتاب کویت، دارالضیاء سے 700 صفحات میں شائع ہوئی ہے اور مارکیٹ میں دستیاب ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ شیخ امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی 700 سے زائد اسماء گرامی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اسی طرح سندھ سے علامہ شیخ ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء گرامی پر کتاب تصنیف کی ہے اور اس میں کثرت کے ساتھ آپ کے صفاتی نام ذکر کیے ہیں۔

بعد ازاں پاکستان میں عظیم صوفی بزرگ صوفی برکت علی لودھیانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ بڑا اچھوتا کام کیا اور اس میں 1000 سے زائد اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو جمع کیا اوران کی شرح کرنے کا شرف حاصل کیا۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی تسلسل کا ایک حصہ ہے، جس میں عزیزم فہیم اسلم صاحب نے اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ''تفہیمِ اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے نام سے کتاب لکھی ہے، جس میں دلائل الخیرات شریف میں دیے گئے 201 اسمائے گرامی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سادہ، آسان فہم اور خوبصورت الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے اظہار کا ایک اچھوتا ذریعہ ہے، اوراس کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے مجھے فہیم اسلم صاحب کی قلم میں فصاحت و بلاغت اوراس کے ساتھ ساتھ سلیس اردو میں ان کی اس کاوش کو پڑھ کے بہت خوشی محسوس ہوئی۔

اس کتاب کے پڑھنے سے جہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے مناقب اور احوال کا پتہ چلتا ہے، وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بہت سے روشن پہلو اجاگر ہوکر قارئین کے سامنے آتے ہیں۔ میں اس خوبصورت کاوش پر محترم فہیم اسلم صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ان کی تصنیفات وتالیفات کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے اور وہ امتِ مسلمہ کی علمی خدمت میں اپنا حصہ شامل کرتے رہیں۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ڈاکٹر محمد نعیم الدین الازہری

بھیرہ شریف

تاریخِ اسماءِ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ”تفہیم اسمائے النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ کا علمی مقام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله الطيبين الطاهرين، وأصحابه الغر الميامين اما بعد

تخلیقِ کائنات کا اصل جوہر اور نطقِ انسانی کا سب سے حسین وظیفہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت وثنا ہے۔ کائنات کی بساط پر جتنے رنگ بکھرے ہیں، وہ سب اسی ذاتِ گرامی کے انوار کا پرتو ہیں دامنِ قدرت میں جتنے بھی الفاظ ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں کی خوشبو سے معطر ہیں۔

ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی محض الفاظ کا مجموعہ نہیں، بلکہ ہر نام رفعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مستقل باب اور معجزہ ہے۔ تاریخِ اسلام میں اس نازک اور مبارک موضوع پر اکابرینِ امت اور جلیل القدر آئمہ نے اپنے خونِ جگر سے چراغ روشن کیے ہیں۔ جب ہم اس فن کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں، تو اس گلستاں کے چند گراں مایہ گلدستے یوں نظر آتے ہیں۔

امام ابنِ فارس (متوفی 395ھ) نے "أفراد أسماء رسول الله صلى الله عليه وسلم" لکھ کر اس موضوع کی علمی بنیاد رکھی۔

امام ابوالحسن الفالی (متوفی 448ھ) کی تصنیف "أسماء النبی صلى الله عليه وسلم" فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس میں اسمائے نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت تفصیل اور تحقیق سے اکٹھے کیے گئے ہیں۔

امام ابن دحیہ الکلبی (متوفی 633ھ) نے "المستوفى فی أسماء المصطفى" لکھ کر علمِ اسماء النبی المصطفیٰ کے افق کو وسعت دی۔

امام جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ) نے بھی اس موضوع پر بے مثل کام کیا اور "الریاض الأنیقة فی أسماء خیر الخلیقة" اور "البهجة السنیة فی الأسماء النبویة" جیسی لازوال کتب تحریر فرمائیں۔

شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی الشافعی متوفی (923ھ) نے مواہب لدنیہ میں 500 سے زائد اسمائے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ بہت عمدگی اور تحقیق سے لکھا ہے۔

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی (942ھ) نے اپنی مایہ ناز کتاب ''سبل الہدیٰ والرشاد'' کے علاوہ مستقل طور پر ''عقود الجمان في أسماء المصلح المجتبیٰ من ولد عدنان'' لکھی۔

امام یوسف بن اسماعیل النبہانی (1350ھ) نے ''أحسن الوسائل فی نظم أسماء النبی الکامل'' کے ذریعے اسماء پاک کو منظوم کر کے عقیدت کا انوکھا حق ادا کیا۔

برصغیر کے جلیل القدر علماء نے بھی اس میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں، جن میں مفتی غلام سرور لاہوری کی "الحدیقة الوردیة" (اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منظوم ترجمہ وشرح) اور معاصر دور کے متعدد محققین کی شروحات شامل ہیں۔

کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی السبتی المالکی (متوفی 544ھ) نے عشق ومحبت سے لبریز کوثر وتسنیم سے دھلے لہجے میں آداب رسالت مآب اور معرف اسماء النبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کیے ہیں۔

عصر حاضر میں ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ صاحب نے فلسفہ اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محترم محمد ایوب سپرا صاحب نے اسماء الرسول میں خوب داد تحقیق دکھائی اور برکت سمیٹی ہے۔

ہمارے ممدوح ومحبوب قابل صد تکریم عزت مآب عظیم ادیب وشاعر محترم فہیم اسلم صاحب نے اپنی معروف کتاب ''تفہیم اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں نہایت عمدہ واحسن اسلوب میں اسماء النبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرح کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ فہیم اسلم صاحب کا قلب وجگر عشق نور ازل سے لبریز ہے اس سے قبل ان کا پنجابی نعتیہ مجموعہ جس کا ہر شعر حرف م محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے شروع ہوتا ہے داد تحسین پا چکا ہے۔

جہاں ایک طرف لغوی اور اصطلاحی ابحاث میں سلف کے اقوال کا پاس رکھا گیا ہے، وہاں دوسری طرف تصوف اور محبت کے اسرار و رموز کو اس خوبصورتی سے پرویا گیا ہے کہ علم اور عشق کا یہ سنگم قاری کے دل کو گرما دیتا ہے۔

''تفہیم'' کے حق کو ادا کرتے ہوئے دقیق علمی نکات کو اتنے سہل اور دل نشیں انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ مبتدی اور منتہی دونوں ہی اس سے حظ اٹھا سکتے ہیں، مثلا سیدنا لفظ کی تینوں حالتوں یعنی رفعی، نصبی، جری کو جس عمدگی سے بیان کیا گیا ہے وہ انہی کا خاصہ ہے۔ 201 اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تفسیر و تشریح آیات قرآنیہ و احادیث مبارکہ و کتب لغات اور اقوال علماء کی روشنی میں بیان کرنے کی خوب سعادت سمیٹی ہے۔

میں نے اس کتاب کے متعدد مقامات کا غائر مطالعہ کیا ہے۔ سطر سطر سے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشبو مہکتی ہے اور ہر صفحہ مصنف کے اخلاصِ نیت کا گواہ ہے۔ یہ کتاب محض ایک تصنیف نہیں، بلکہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پیش کی گئی عقیدت کا ایک ایسا گلدستہ ہے جس کی شادابی ان شاء اللہ ہمیشہ قائم رہے گی۔

ناچیز مصنفِ گرامی کو اس سعیِ جمیلہ، کارِ عظیم اور مایہ ناز تصنیف پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں مصنف کی یہ کاوش شرفِ قبولیت پائے، اسے ان کے لیے توشہ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے، اور ہم سب کو آپ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچی محبت، کامل اتباع اور شفاعتِ عظمیٰ سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

العبد المتضرع

ڈاکٹر حافظ غلام محی الدین نقشبندی

ہارون آباد

ترجمان جماعت اہلسنت پنجاب

بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک خوبصورت ہدیہ عقیدت

محترم فہیم اسلم کی یہ کتاب جو ہے یہ میرے پیش نظر ہے۔ اس میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے اسمائے گرامی کا خوبصورت انداز میں تعارف کرایا گیا ہے اور تشریح کی گئی ہے۔ تعارف تو ہم نے کیا کرانا ہے اپنی بساط کے مطابق کوشش کرتے ہیں۔ ورنہ تو یہ اللہ رب العالمین ہے کہ جس نے وعدہ کیا ہے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بلند کیا ہے اور بلند تر ہوتا رہے گا۔ اور یہ ان کی خوش قسمتی ہے کہ اللہ رب العالمین نے اس کام کے لیے ان کو چن لیا۔ آپ اگر مسجد نبوی شریف جائیں اور اللہ آپ کو جانے کا جو نہیں گئے موقع دے بار بار دے تو وہاں مسجد نبوی شریف کا جو پرانا حصہ ہے اس کی پہلی صف میں جو ترکی دور کی بنائی ہوئی عمارت ہے وہاں آپ محراب کی طرف اگر نگاہ کریں تو محراب کے دونوں طرف نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے اسمائے گرامی جو ہیں وہ لکھے ہوئے ہیں۔ اور ایسے ایسے نام لکھے ہوئے ہیں جو بڑے نایاب بھی ہیں کہ الخطیب الامم صلی اللہ علیہ وسلم، صاحب الروح القدس صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ دیکھ کر دل کو بڑا اطمینان نصیب ہوتا ہے کہ یہاں محبت کرنے والے کچھ لوگ تھے کبھی کہ جنہوں نے آپ علیہ السلام کے وہ وہ نام لکھے ہیں کہ جو عام طور پر عوام الناس میں مشہور نہیں ہیں۔ اب محترم فہیم اسلم نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے اسمائے گرامی کا حسین انداز میں جو تعارف اور تشریح پیش کی ہے اللہ رب العالمین ایسی جزائے خیر عطا فرمائے۔ انسان تو کیا ہی اس کی جزاء اور صلہ دے سکتے ہیں لیکن اللہ رب العالمین کی بارگاہ سے امید ہے کہ وہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے وسیلے سے ان کو نوازے گا اور روز محشر نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے چہرے کی مسکراہٹ انہیں نصیب ہوگی اور یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ جب نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں ہم حاضر ہوں تو آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھیں ہمیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چشمِ مقدس جو ہیں ان کی ایک ایک جھلک ہمیں نصیب ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہمیں دیکھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک میں ہمارے لیے ایک مسرت کا اظہار ہو''اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام''۔امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ کے کلام کے مصداق پھر وہ تسکین بھری مسکراہٹ ہمیں نصیب ہو۔

اللہ رب العالمین مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔اور کاش اہل پاکستان اس کتاب کو محبت سے زیادہ سے زیادہ پڑھیں اور اس سے استفادہ کریں اور اس سے سبق حاصل کریں کہ ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے جو گوشے نمایاں ہو رہے ہیں ہمیں بھی ان کی سعادت نصیب ہو اور اس پر عمل پیرا ہونا نصیب ہو۔اللہ رب العالمین مصنف کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی انہیں خصوصی طور پر نوازا جائے۔آمین وصلی اللہ وسلم علی سیدنا مولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

دعا گو

علامہ میاں سردار احمد قادری

''دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دو''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ "مَنْ اَحَبَّ شَيْئاً اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ"۔ انسان کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا ذکر سرِ عام کثرت سے کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس چونکہ ممدوحِ یزدان ہے سو اللہ ربّ العزت کے بعد کائنات میں کثرت سے اُن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل قرآنِ مجید کی آیتِ درود ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"۔

''بے شک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔''

ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسا عمل ہے جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ کیونکہ ذاکر جب سے ہے اور جب تک رہے گا، ذکر جاری ہے اور جاری رہے گا۔ نصِ قرآنی شاہد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ اور اس کے سب فرشتے ہمہ وقت درود بھیجتے ہیں۔ تو اللہ کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ ہی انتہا۔ جب کائنات میں کچھ نہ تھا تو ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا اور "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ" (الرحمن: ۲۶-۲۷)

''ہر کوئی جو زمین پر ہے فنا ہو جانے والا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کی ذات باقی رہے گی جو صاحبِ عظمت و جلال ہے۔''

اور جب کائنات میں سوائے اللہ ربّ العزت کی ذات کے سب فنا ہو جائے گا تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاکرِ خدا تب بھی باقی رہے گا یوں ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تب بھی جاری و ساری رہے گا۔

سو جو اللہ کا محبوب ہے اُس ذاتِ اقدس سے محبت جزوِ ایمان نہیں عینِ ایمان ہے۔

حضورؐ نے فرمایا "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ"۔ ''تم میں سے کوئی بھی مومنِ کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے والدین سے، اپنی اولاد سے اور پوری نسلِ انسانی سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔''

سیدنا فاروقِ اعظمؓ روایت کرتے ہیں کہ گلی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ میں نے عرض کیا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اپنی جان کے سوا دنیا کی ہر شے سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبّت ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے عمرؓ'' تم میں سے کوئی بھی مومنِ کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنی جان سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔ میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اپنی جان سے بھی بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں''۔ فرمایا ''الآن یا عمرؓ'' ہاں اب ایمان مکمل ہوگیا۔

قیس (مجنوں) جو ایک تابعی ہیں۔ میدانِ عرفات میں تھے، کسی خیمے سے کسی نے اپنی بیوی کو آواز دی ''لیلیٰ''! لیلیٰ کا نام سنتے ہی مجنوں غش کھا کر بے ہوش ہو گئے۔ سو محب کو اپنے محبوب کے نام سے ایسی محبت ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کا نام سنتے ہی وہ تڑپ جاتا ہے۔

اللہ نے اپنے نامِ ذاتی پر کوئی نقطہ برداشت نہ کیا اور اسمِ محمدؐ پر بھی کوئی نقطہ نہیں ہے۔ کلمہ طیبہ میں "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے کلمات پر بھی کوئی نقطہ نہیں ہے تو "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے کلمات پر بھی کوئی نقطہ نہیں ہے۔ لفظ اللہ کا ہر ہر حرف بامعنی ہے، اللہ اسمِ ذات ہے۔ الف ہٹا دیں تو للہ بن جائے گا۔ اللہ کے لئے۔ ل ہٹا کر الف لگائیں تو الٰہ بن جائے گا یعنی معبود۔ الف ہٹا دیں تو لہ رہ جائے گا، اُسی کے لئے۔ ل ہٹائیں تو ہ رہ جائے گا یعنی بس وہی۔ اسی طرح لفظ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہر ہر حرف بامعنی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کی بار بار تعریف کی جائے، م ہٹائیں تو حمد رہ جاتا ہے، تعریف، ح ہٹا کر م لگائیں تو ممد ہو جاتا ہے، مددگار۔ دونوں م ہٹائیں تو دال رہ جاتا ہے، حق پر دلالت کرنے والا۔

ایسے منفرد نام سے کُل اہلِ ایمان کی محبت فطری ہے۔اسی محبت میں سرشار ہو کر علامہ اقبال کے مصرعے پر عمل پیرا ہو کر محترم فہیم اسلم صاحب نے قلم اُٹھایا اور اسمائے مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مفاہیم بیان کر کے درس دیا کہ

دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے

انہوں نے اسمائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تفہیم کیلئے اسمائے مبارکہ کے اندر پوشیدہ مفاہیم کو کھول کر بیان کر دیا جو نہ صرف ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اُن کی بے پناہ محبت کا بلکہ ہے بلکہ اُن کی دلی خواہش بھی ہے کہ عام لوگ بھی اسمائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معانی و معارف جان کر آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کو حرزِ جاں بنالیں۔اُن کا یہ کام یقیناً اُن کے لئے توشہءِ آخرت بنے گا حتیٰ کہ اُن کی اس کاوش سے اُمّتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمائے مبارکہ کے معانی و معارف کو سمجھنے کا موقع بھی ملے گا جو ان کیلئے یقیناً بہت مفید ہو گا اور نتیجتاً ابدالآباد تک اس کا اجر و ثواب اُنہیں ملتا رہے گا۔

اللہ ربّ العزت ہمارے پیارے دوست محترم فہیم اسلم صاحب کی اس خوبصورت کاوش کو درجہءِ قبولیت سے نوازے اور بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اُنہیں خصوصی توجہات نصیب ہوں۔

آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

دعا گو و نیاز کیش

حافظ محمد عبدالجلیل

جنڈ (اٹک)

اذنِ بازیابی

تفہیمِ اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(ایک ضرورت، ایک وضاحت، ایک اعتراف)

کائنات کی ہر حمد اس خالقِ ازل کے لیے ہے جس نے انسان کو نطق کی قوت بخشی، اور درود وسلام کے بے شمار گلدستے اس ہستیِ مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جن کے ذکر سے دلوں کی بنجر زمینیں آباد ہوتی ہیں۔

میرا تعارف محض ایک ایسے مسافر کا ہے جس کی کل کائنات عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ تڑپ ہے جو اسے زندگی کے تپتے ہوئے صحراؤں میں سکون کا سایہ فراہم کرتی ہے۔ ربّ تعالیٰ کا بے حد وحساب مشکور ہوں جس نے ایسے والدین عطا کیئے جنھوں نے پنگھوڑے سے ہی ادب وآداب کی لوریاں سنانی شروع کیں اور علم واخلاق میں رچا بسا ایسا ماحول مہیا کیا جس میں پڑھنے لکھنے کے ساتھ ساتھ سوچنے اور جاننے کی مکمل آزادی تھی۔ زمانہ طالب علمی میں ربّ تعالیٰ نے چند ایسے اساتذہ کی سرپرستی نصیب فرمائی جنھوں نے روایتی تعلیم کے ساتھ ساتھ اللہ کی ذات اور اس جہانِ ناپائیدار کے پوشیدہ رازوں سے بھی آگاہ کرنا شروع کیا۔ پیشہ ورانہ ذمہ داریاں کے دور میں اللہ تعالیٰ نے ایسے پیشے سے منسلک کیا جس میں شہر شہر اور ملک ملک گھومنے کا موقع ملا اور نئے نئے لوگوں سے ملنے، سیکھنے اور جاننے کے بے انتہا مواقع نصیب ہوئے، اسی سفر نے کئی صاحب علم اصحاب سے بھی ملوا دیا جن میں سے کسی نے درود پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وردِ زبان کرنے کا شوق جگایا تو کسی نے، ذکرِ الٰہی کو قلب کی دھڑکنوں میں شامل کردیا تو کسی نے ان دونوں کو ملا کر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لہو کی صورت رگوں میں رواں کردیا۔ اسی سفر کے دوران ایک نیک بزرگ نے دلائل الخیرات میرے ہاتھوں میں تھما دی جو کئی برس سے معمولات کا حصہ ہے، دلائل الخیرات میں موجود دعاؤں اور درود پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک خاص لطف، گہرائی، عاجزی، عقیدت اور محبت کی آمیزش ہے جو اسکو دوسری کتب سے منفرد

بناتی ہے۔میری ہمیشہ سے خواہش تھی کہ دلائل الخیرات میں موجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسما کو معانی کے ساتھ سمجھ کے پڑھا جائے کیونکہ کسی بھی تحریر کا پورا لطف لینے کے لیے اور اس میں موجود بھیدوں کو کھولنے کے لیے ان الفاظ کا جاننا بہت ضروری ہے جن کو پڑھا جارہا ہو، جیسے گفتگو، کسی شخص کے اندر چھپے بھیدوں کو آشکار کرتی ہے اسی طرح معانی الفاظ کے پیچھے چھپے رازوں کو آشکار کرتے ہیں، اور جب میں اس تجربے سے گزرا تو اسکا مشاہدہ ایسا تھا کہ اسکو بیان کرنا میرے لیے الفاظ میں ممکن نہیں، کیوں نہ ہو یہ مطالعہ اس عظیم ہستی کے اسماء کا تھا جن کی نعتیں تو کائنات کے ذرّے ذرّے کے ورد ِزبان ہیں، جن کی شان تو اتنی بلند ہے کی اللہ تعالیٰ خود بھی ان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتا ہے، اس حسین سفر نے مجھ پر شانِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وہ حسین منظر وا کئے کہ جو بیان اور تحریر کی قید میں لانا ممکن نہیں۔میری یہ شدید خواہش تھی کہ میرے عزیز و اقارب، دوست احباب اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہر امتی اس لطف سے فیض یاب ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت و رحمت کا صرف مان کر ہی قائل نہ ہو بلکہ وہ جان کر مانے اور کھلی آنکھوں سے اس رحمت کے سمندر کا نظارہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر نازل فرمایا ہے۔اس پر کیف لطف و کرم کا دوسرے لوگوں تک منتقل کرنے کا ایک ذریعہ جو اللہ پاک نے میرے دل میں ڈالا وہ تحریر تھا، لیکن جب بھی اس کام کو شروع کرنے کا ارادہ کیا تو کم علمی آڑے آگئی اور یہ ڈر کہ اس انتہائی ذمہ داری کے کام کو کرتے ہوئے کہیں کوئی کوتاہی یا بے ادبی نہ سرزد ہو جائے۔اسی ڈر نے قلم اٹھانے سے مانع رکھا۔لیکن کئی برس اسی ششش و پنج میں گزارنے کے بعد بھی دل کو تسلی نہ دے سکا تو اس کام کو انتہائی سادہ انداز میں کرنے کا ارادہ کیا تاکہ زیادہ گہرائی میں نہ جایا جائے اور جہاں کسی ابہام کا اندیشہ ہو وہاں قلم کو روک لیا جائے، کیوں کہ میرا مقصد کوئی علمیت کا رعب قائم کرنا تو ہے نہیں بلکہ میرا مدعا تو یہ ہے اس کاوش کے ذریعے عام قاری، جس میں سکول کالج کے بچوں سے لے کر گھریلو خواتین اور عام پڑھے لکھے لوگ شامل ہوں جو صرف آسانی سے اردو پڑھنا جانتے ہوں اور دین کا بنیادی علم رکھتے ہوں اور اپنے پیارے

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت کرتے ہوں کو مخاطب کیا جائے، اسی مشن کو ذہن میں رکھ کر اس کتاب کو ترتیب دیا گیا ہے اور دلائل الخیرات جو کہ درود پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے میں موجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء کی تفہیم کو بیان کیا گیا ہے۔ اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دلائل الخیرات میں دی گئی اسماء کی ترتیب سے ہی بیان کیا گیا ہے اور ہر اسم مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتہائی مختصر، سادہ اور سہل مطلب بیان کرنے کے کوشش کی گئی ہے۔

اس کتاب کی تالیف کا محرک کوئی دنیاوی جاہ وحشم یا علمی نمائش نہیں، بلکہ وہ قلبی اضطراب ہے جو یادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر قرار نہیں پاتا۔ اس کا مقصد قاری کے دل میں اس شمع کو فروزاں کرنا ہے جو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے منور ہو۔

میں اس حقیقت سے بھی پوری طرح آگاہ ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کچھ لکھنا آسان کام نہیں بلکہ بہت ذمہ داری کا کام ہے اور دو دھاری تلوار پر چلنے کے مترادف ہے جہاں ایک طرف تو یہ نہایت پاکیزہ اور مقدس خدمت ہے وہاں ایک نازک مرحلہ بھی ہے، جس میں ہر قدم پر توازن قائم رکھنا انتہائی لازمی امر ہے۔ مجھے اس بات کا بھی بخوبی ادراک ہے کہ جن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں علما، فقہا، صوفیا اور اولیا نے علم ومعرفت کے بیش بہا خزینے رقم کر رکھے ہیں جن کی بنیاد میں برس ہا برس کا مطالعہ، مشاہدہ، تجربہ وتحقیق شامل ہے وہاں مجھ ایسے گنہگار کے چند اوراق کی کیا وقعت مگر پھر سوچتا ہوں کہ یقینا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے یہ کام کئے نہیں جاتے لیے جاتے ہیں، چند ماہ قبل میرا پہلا پنجابی نعتیہ مجموعہ (م محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چھپ کر میرے سامنے آیا تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں اور میرا سر سجدہ شکر میں جھک گیا کہ اتنا بڑا اور منفرد کام جو پوری دنیا میں آج تک کسی نے نہیں کیا مجھ گنہگار سے کروا لیا گیا۔ تو مجھے یقین ہو گیا کہ نہ تو (م محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھنے میں میرا کوئی کمال تھا اور نہ ہی تفہیم اَسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لکھنے میں میرا کوئی کمال ہے۔ بلکہ یہ تو اس ذات پاک کا کرم ہے کی مجھ جیسے کم علم کو جسے 'ا' سے 'ب' تک کا علم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت کے لیے چن لیا ہے۔

یہاں یہ دوبارہ عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ کوئی خالص ادبی تصنیف نہیں ہے، اس لیے ممکن ہے کہ یہ تحریر زبان و بیان کے اعلیٰ ادبی معیاروں پر پوری نہ اترتی ہو، جس کے لیے میں صاحبِ ذوق قارئین سے پیشگی درگزر کا خواستگار ہوں۔ اس کتاب میں موجود ''اسماء النبی ﷺ'' کی تدوین و تحقیق میں، میں نے اپنی بساط بھر علم اور جستجو کو بروئے کار لاتے ہوئے انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے، تاہم انسانی تقاضوں کے پیشِ نظر نادانستہ طور پر کسی سقم یا کوتاہی کا رہ جانا عین ممکن ہے۔

میں اس کتاب کی تالیف میں شامل ہر اس شخص کا مشکور ہوں جس نے زندگی کے کسی بھی موڑ پر میری رہنمائی فرمائی اس میں میرے والدین، اہل و عیال دوست احباب اور عزیز و اقارب سب شامل ہیں، اللہ پاک سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اللہ پاک سے دعا گو ہوں کہ اس کتاب کے ہر قاری کے دل میں عشق رسول ﷺ کی شمع روشن ہو اور اللہ تعالیٰ اسے اور اسکے اہل و عیال کو دنیا و آخرت کی کامیابیاں نصیب فرمائے، اللہ پاک اس کتاب کو ہمارے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور اپنی اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں مقبول فرمائے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر سی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور میری طرف سے ہونے والی نادانستہ خطاؤں کو معاف فرمائے۔ قارئین سے بھی التماس ہے کہ اگر مطالعہ کے دوران کہیں کوئی علمی یا فنی غلطی نظر آئے، تو اسے میری بشری کمزوری سمجھتے ہوئے مطلع فرمائیں تاکہ اصلاح کی جا سکے۔ اللہ کریم اس سعی کو میرے، میرے والدین اور نسلوں کے لیے نجات کا راستہ بنا دے۔

طالبِ دعا و اصلاح
فہیم اسلم
03028506568
لاہور

فلسفۂ اِسم اور جمالِ مسمیٰ ﷺ

کائنات کی تخلیق کا پہلا باب 'حرف' اور 'اسم' سے عبارت ہے۔ اللہ رَبّ العزت نے جب اس ہست و بود کی بساط بچھائی تو انسان کو تمام مخلوقات پر جو اولیت اور فضیلت عطا فرمائی، اس کی بنیاد 'علم الاسماء' (ناموں کا علم) ہی کو قرار دیا۔ یہ محض الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ اشیاء کی ماہیت، ان کے خواص اور کائناتی اسرار تک رسائی کی وہ کلید ہے جو شعورِ انسانی کو معرفتِ الٰہی کے نور سے منور کرتی ہے۔ قرآنی تناظر ہو یا صوفیانہ مشاہدہ، لسانیاتی ابحاث ہوں یا جدید سائنسی تسخیر، ہر شعبۂ حیات دراصل اسماء کے گرد گھومتا ہے۔ اگر علم الاسماء کی اسی ہمہ گیر اہمیت کا مختلف فکری زاویوں سے احاطہ کیا جائے تو اس علم کی گہرائی اور خلافتِ ارضی میں اس کے بنیادی کردار کو بخوبی جانا جا سکتا ہے۔

اسی علم الاسماء نے حضرت انسان کو علمی فضیلت عطا کروائی،

قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کو ''ناموں'' کا علم دیا جانا محض ایک واقعاتی تذکرہ نہیں بلکہ انسان کی تخلیقی غرض و غایت کا بیان ہے۔

مفسرین کے مطابق یہاں ''اسماء'' سے مراد اشیاء کی ذات، ان کی خصوصیات، ان کے فوائد اور ان کے استعمال کا علم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے آدم علیہ السلام کا امتحان لیا، تو فرشتے اشیاء کی ظاہری تسبیح تک محدود تھے، جبکہ آدم علیہ السلام نے ان کی ماہیت بیان کر دی۔

یہ علم ''لدنی'' (براہِ راست منجانب اللہ) تھا جس نے انسان کو کائنات کا ''ناظم'' بنا دیا۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (سورہ البقرہ: 31)۔ حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تمام چھوٹی بڑی اشیاء، حتیٰ کہ پیالہ اور ہانڈی تک کے نام اور

ان کے خواص کا علم تھا۔(تفسیر ابن کثیر)

اور یہی علم الاسماء تھا جس نے انسان پر تجلیاتِ الٰہی کا ظہور فرمایا۔

صوفیاء اور عرفاء کے نزدیک کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے کسی نہ کسی ''اسم'' (نام) کی مادی شکل ہے۔

شیخ اکبر ابن عربیؒ کے ''فصوص الحکم'' کے مطابق، اللہ تعالیٰ کی صفات مخفی خزانہ تھیں، وہ چاہتی تھیں کہ ان کا ظہور ہو۔ کائنات ان اسماء کا آئینہ ہے۔ مثلاً اسم 'الخالق' کا تقاضا تھا کہ مخلوق ہو۔ اسم 'الرحیم' کا تقاضا تھا کہ کوئی مرحمت کا مستحق ہو۔

انسان کو ''جامع الاسماء'' کہا جاتا ہے، یعنی انسان واحد تخلیق ہے جس میں اللہ کی تمام صفات (جلال اور جمال) کا عکس موجود ہے۔

حدیث قدسی ہے کہ: میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ میں پہچانا جاؤں۔

فلسفۂ لسان میں یہ بحث ہمیشہ سے رہی ہے کہ کیا لفظ اور معنی کا تعلق اتفاقی ہے یا فطری؟

علم الاسماء یہ نظریہ دیتا ہے کہ زبان محض انسانوں کا بنایا ہوا شور نہیں ہے، بلکہ یہ ایک الہامی صفت ہے۔ بڑے بڑے فسلفیوں نے بھی ہر دور میں اس بحث کو چھیڑا ہے کہ کیا نام اشیاء کی فطرت کے مطابق ہوتے ہیں؟ اسلامی علمی روایت کے مطابق، اشیاء کی حقیقت ان کے ناموں میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ جب ہم کسی چیز کو پکارتے ہیں، تو دراصل ہم اس کی ایک خاص صفت کو بیدار کرتے ہیں۔ امام راغب اصفہانی اپنی کتاب ''المفردات'' میں لکھتے ہیں کہ ''اسم'' وہ علامت ہے جو کسی چیز کی حقیقت کو دوسرے سے ممتاز کر دے۔

جدید سائنس کی بنیاد بھی دراصل ''نام رکھنے'' پر ہے۔

جب تک ہم کسی مرض، کسی ستارے یا کسی کیمیائی عنصر کا نام نہیں رکھتے اور اس کی

خصوصیات متعین نہیں کرتے، ہم اس پر تحقیق نہیں کر سکتے۔

آج کی بائیوٹکنالوجی یا فزکس دراصل اشیاء کے ''اسماء'' (خواص) کی تفصیل ہی تو ہے۔

قرآن نے ''علم الاسماء'' کو خلافتِ ارضی کی بنیاد قرار دے کر یہ واضح کر دیا کہ سائنسی ترقی ہی انسان کی اصل میراث ہے۔

علم الاسماء ''جامد'' نہیں بلکہ ''ارتقائی'' ہے۔ حضرت آدمؑ کو بیج کا علم دیا گیا، اور آج کی نسل اس سے جڑی پوری نباتیاتی سائنس (باٹنی) جانتی ہے۔

''وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ'' (سورہ الجاثیہ:13)۔

(اور اس نے تمھارے لیے مسخر کر دیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے)۔ یہ تسخیر علم الاسماء کے بغیر ممکن نہیں۔

علم الاسماء صرف لغت دانی کا نام نہیں، بلکہ یہ معرفتِ الٰہی، خود شناسی اور کائنات کی مادی حقیقتوں کو سمجھنے کا جامع نظام ہے۔ یہ وہ علم ہے جو انسان کو حیوانات سے ممتاز کر کے ''اشرف المخلوقات'' کے منصب پر فائز کرتا ہے۔

انسانی عقل کی ساخت کچھ ایسی ہے کہ وہ کسی بھی شے کی حقیقت تک اس وقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی جب تک اسے کوئی نام نہ دے دیا جائے۔ اسماء دراصل وہ دریچے ہیں جن کے ذریعے ہم غیب کی دنیا سے شہادت کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں۔

یعنی کائناتِ رنگ و بو کے اس وسیع کینوس پر ''نام'' محض ایک لفظی پہچان یا محض کسی شے کی طرف اشارہ نہیں ہوتا، بلکہ نظامِ قدرت میں اسم اور مسمیٰ (جس کا نام رکھا جائے) کے درمیان ایک گہرا نامیاتی اور روحانی ربط پایا جاتا ہے۔ جب ہم کسی عام شے کا نام لیتے ہیں تو ذہن میں اس کی ایک ادنیٰ سی تصویر ابھرتی ہے، لیکن جب بات سیدِ دو عالم، فخرِ بنی آدم، جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کی ہو، تو وہاں زبانیں گنگ اور قلم عاجز ہو جاتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماءِ مبارکہ محض حروف کا مجموعہ نہیں، بلکہ انوارِ الٰہیہ کے وہ سرچشمے ہیں جہاں سے معرفتِ رَبّانی کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔علمائے حق اور عارفینِ کاملین کا اس نکتے پر اتفاق ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی تمام مخلوقات سے افضل و اعلیٰ ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام بھی کائنات کے تمام ناموں سے برتر، بابرکت اور پُرتاثیر ہیں۔

اور ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم خالق اور مخلوق کے درمیان سب سے بڑے واسطے، یعنی ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھنے کے لیے ان کے ناموں کی فہم اور ان کے مطالب کی گہرائی تک پہنچ کر اپنے سینوں کو منور کریں۔

اگر غور کیا جائے تو اسماءُ الحسنیٰ اور اسماءُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک گہرا عرفانی سنگم دکھائی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام (اسماءُ الحسنیٰ) اس کی ذاتِ قدیم اور جلال و جمال کے مظہر ہیں، لیکن جب اللہ نے اپنی ان صفات کو انسانیت کے لیے نمونہ بنانا چاہا، تو اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان صفات کا جامع بنا کر مبعوث فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب فرمایا۔ اگر اللہ ''رحیم'' ہے تو اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ''رؤف ورحیم'' کے لقب سے نوازا۔ یہ کمالِ بندگی اور کمالِ رسالت کا وہ مقام ہے جہاں اسماءِ الٰہیہ اور اسماءِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دوسرے کا عکس نظر آتے ہیں۔ اسماءُ الحسنیٰ سے اللہ کی قدرت کی پہچان ہوتی ہے، جبکہ اسماءِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ کی رحمت اور اس کی رضا پانے کا راستہ ملتا ہے۔

ایک سوال ذہن میں یہ بھی پیدا ہوسکتا ہے کہ کثرتِ اسماء میں کیا راز پوشیدہ ہے تو علماء کے نزدیک کثرتِ اسماء دراصل عظمتِ ذات کا آئینہ ہے۔

عربی ادب اور لغت کا یہ سنہرا اصول ہے کہ ''الشَّرَفُ بِالْمُسَمّٰى لَا بِالْاِسْمِ، وَلٰكِنَّ كَثْرَةَ الْأَسْمَاءِ تَدُلُّ عَلٰى عِظَمِ الْمُسَمّٰى'' یعنی بزرگی تو صاحبِ نام سے ہوتی

ہے، لیکن ناموں کی کثرت صاحبِ نام کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے۔ جس طرح ایک نایاب ہیرے کو مختلف زاویوں سے دیکھا جائے تو ہر تراشہ ایک نیا رنگ اور نئی چمک منعکس کرتا ہے، اسی طرح حضور ﷺ کی شخصیتِ مبارکہ کے کمالات اتنے وسیع اور ہمہ جہت ہیں کہ انھیں ایک نام میں سمونا ممکن ہی نہ تھا۔

آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کائنات کی ہر خیر اور ہر صفت کا مرکز ہے۔ اگر آپ ﷺ ''محمد'' ہیں تو کائنات کی ہر تعریف کا نکتۂ آغاز و انجام ہیں، اگر آپ ﷺ ''ماحی'' ہیں تو کفر و شرک کی ہر ظلمت کو مٹانے والی قوت ہیں، اور اگر آپ ﷺ ''حاشر'' ہیں تو نظامِ محشر کے وہ مرکزی کردار ہیں جن کے گرد پوری انسانیت جمع ہوگی۔ عارفین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اتنے ناموں سے نوازا کہ کائنات کی کوئی بھی فضیلت ایسی نہیں جو آپ ﷺ کے کسی نہ کسی نام کے سائے میں پناہ لیتی نظر نہ آتی ہو۔

قرآنِ مجید نے حضور ﷺ کے ناموں کے انتخاب میں ایک ایسا جمالیاتی اور جلالی اسلوب اختیار کیا ہے جو انسانی عقل کو حیران کر دیتا ہے۔ کہیں یہ پیارے نام ندائے محبت بن کر ابھرتے ہیں، جہاں اللہ اپنے محبوب کو ان کی بشری اداؤں کے حوالے سے ''يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ'' اور ''يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ'' کہہ کر پکارتا ہے۔ کہیں منصبِ عظیم کی عکاسی کے لیے آپ ﷺ کو 'شاہد'، 'مبشر' اور 'نذیر' کہا گیا تاکہ کائنات پر آپ ﷺ کی دعوت کی عالمگیریت واضح ہو جائے۔ اور کہیں نورانیت کے اظہار کے لیے قرآن نے آپ ﷺ کو ''سراجاً منیراً'' یعنی روشن چراغ قرار دیا، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر بھی اندھیروں کو اجالوں میں بدلنے کی قوت رکھتا ہے۔

اسی طرح صحیحین کی روایات میں ذکر کردہ ''اسمائے خمسہ'' (محمد، احمد، ماحی، حاشر، عاقب) دراصل وہ پانچ ستون ہیں جن پر شریعتِ محمدی ﷺ کی عمارت قائم ہے۔ امام

جزولیؒ نے ''دلائل الخیرات'' میں ان ناموں کو بنیاد بنا کر جو 201 ناموں کی تسبیح پروئی ہے، وہ درحقیقت انھی بنیادی اوصاف کی شاخیں ہیں جو انسانی روح کو معطر کرتی ہیں۔

اسمِ ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدیم المثال اعجاز:

لفظ ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حروف کی ترتیب پر غور کریں تو معرفت کے نئے باب وا ہوتے ہیں۔ یہ چار حروف (م، ح، م، د) اپنے اندر اسرار کا سمندر رکھتے ہیں۔ 'میم' ملک و ملکوت کی سلطنت کی طرف اشارہ ہے، 'حا' حیاتِ جاویدانی کا مظہر ہے، دوسری 'میم' مقامِ محمود کی بشارت ہے، اور 'دال' دوام اور ابدیت کی علامت ہے۔ ایک لطیف نکتہ یہ بھی ہے کہ ان چاروں حروف میں کوئی نقطہ نہیں ہے، جو اس بات کی علامت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہر قسم کے عیب، نقص اور بشری میل سے پاک اور منزہ ہے۔ ادبی لحاظ سے ان ناموں میں جو نغمگی، روانی اور اثر آفرینی پائی جاتی ہے، وہ دنیا کے کسی دوسرے کلام یا نام میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔

اسماءِ مبارکہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عملی و روحانی اثرات کے علاوہ فضیلت و برکات کا باعث بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں کا ورد محض ایک وظیفہ نہیں بلکہ ایک روحانی علاج اور قلبی جلا کا ذریعہ ہے۔

جب زبان ''طاہر'' اور ''مطہر'' کا ورد کرتی ہے، تو باطن میں پاکیزگی کی لہر دوڑ جاتی ہے تو یہ نام مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تزکیہ وطہارت کا موجب ہوتے ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص کثرت سے اسماءِ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کرتا ہے، اس کے درجات بلند ہوتے ہیں اسے خواب میں زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف نصیب ہوتا ہے۔ اور اس طرح یہ ورد رفعِ درجات کا باعث بنتا ہے۔

اسکے ساتھ ساتھ دلوں کا سکون اور دکھوں کا مداوا بھی انھیں اسما کے ورد سے حاصل ہوتا ہے۔ ادبی لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں میں جو نغمگی اور اثر آفرینی ہے، وہ کسی

دوسرے کلام میں نہیں ملتی۔ امام جزولیؒ نے ان ناموں کو جس ترتیب سے پرویا ہے، وہ ایک ایسی تسبیح ہے جس کا ہر دانہ ایک نئی خوشبو دیتا ہے۔

اسماء النبی ﷺ کی اہمیت اس قدر ضخیم ہے کہ اگر سمندروں کو سیاہی بنا لیا جائے تو بھی ان کے اوصافِ حمیدہ کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ ایک مسلمان کی حیثیت پر ہم ہر واجب ہے کہ ہم اسما النبی ﷺ کا ورد کرتے رہیں اور انھیں اپنے روزمرہ کے معمولات میں شامل کریں لیکن ایک سچے عاشق کی حیثیت سے ہم پر لازم ہے کہ ہم ان ناموں کو صرف زبان سے ادا نہ کریں، بلکہ ان کے معانی کو جان کر ان کے معنی میں غوطہ زن ہو کر اپنی روح کو معطر کریں۔

علمِ اسماء کے بحرِ بے کنار میں غواصی کرنا ہر عام انسان کے لیے ممکن نہیں۔ مفسرین اور محققین نے ان ناموں کی جو دقیق شرحیں لکھی ہیں، وہ اکثر عام قاری کی فہم سے بالاتر ہوتی ہیں۔

اسماءِ مصطفیٰ ﷺ کی قدوسیت اور ان کے عرفانی اسرار کا یہ تذکرہ محض ایک علمی مشق نہیں، بلکہ عقیدت و محبت کے اس سفر کا آغاز ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ 'تفہیمِ اسماء النبی' کی تالیف کے پیچھے دو بنیادی مقاصد کارفرما ہیں۔

پہلا مقصد تفہیمِ عام ہے کہ انوارِ محمدی ﷺ کے ان عظیم الشان القابات کو انتہائی سادہ، شگفتہ اور آسان اردو زبان میں پیش کیا جائے، تاکہ ایک طالبِ علم سے لے کر ایک عام امتی تک، ہر کوئی کسی پیچیدگی کے بغیر اپنے نبی ﷺ کے کمالات کو سمجھ سکے اور ان کے مطالب سے اپنے سینے کو روشن کر سکے۔

محققین کی دقیق شرحیں بلاشبہ قیمتی ہیں، لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ انوارِ محمدی ﷺ کے ان عظیم الشان القاب کو سادہ، شگفتہ اور رواں زبان میں پیش کیا جائے تاکہ ہر امتی اپنے نبی ﷺ کے کمالات سے براہِ راست فیضیاب ہو سکے۔

دوسرا اور سب سے اہم مقصد نسبتِ عشقیہ اور توشۂ آخرت ہے۔ یہ سیاہ کار اس امید پر یہ اوراقِ پریشان دربارِ رسالت ﷺ میں پیش کر رہا ہے کہ کل بروزِ قیامت، جب عشاق کی

فہرست مرتب ہو، تو میرا نام بھی کہیں کسی کونے میں درج ہو۔ یہ کتاب محض الفاظ کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک تڑپتے ہوئے دل کا نذرانہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تالیف کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت کا وسیلہ بنا دے اور ان مبارک ناموں کی برکت سے مجھ پر، میرے والدین، اہل و عیال، عزیز و اقرباء اور تمام قارئین پر زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے کھول دے۔

اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمیں ان اسماء طیبہ کی برکات سے دارین میں مالا مال کرے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تالیف کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت کا وسیلہ بنا دے۔ مجھ گناہگار کے لیے باعثِ بخشش و مغفرت ٹھہرا دے۔ اور ان مبارک ناموں کی برکت میرے، میرے والدین، اہل و عیال، دوست احباب، رشتہ داروں اور تمام قارئین کے لیے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باعث ہو فیضِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے کھول دے۔

اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ خدمت کو اپنی بارگاہِ صمدیت میں قبول و منظور فرمائے اور ہمیں ان اسماءِ طیبہ کی برکات سے مالا مال کرے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ادب گاہِ عشق

اسمِ محمد ﷺ اور 'سیدنا' کا قرینہ (ادب و محبت کا ایک تجزیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عشقِ رسول ﷺ کی پہلی منزل ''ادب'' ہے، اور یہ وہ مقامِ رفیع ہے جہاں عقل کے پر جلتے ہیں اور لفظ سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ کائنات کی بزمِ رنگ و بو میں اسمِ محمد ﷺ وہ نورِ مبین ہے جس کی ضیا باریوں سے ہر ذرہ تاباں و فروزاں ہے۔ جب زبان پر وہ نام آتا ہے جس کے ذکر سے عرش والے جھومتے ہیں، تو الفاظ میں لرزشِ احترام اور لہجے میں عقیدت کا نم ہونا لازمی ہے، کیونکہ جہاں بندگی ختم ہوتی ہے وہاں سے ادبِ مصطفیٰ ﷺ کی سرحدیں شروع ہوتی ہیں۔

اللہ ربّ العزت نے کائنات کی سب سے بڑی حقیقت، یعنی اپنے محبوب ﷺ کی پہچان کے لیے جو ضابطہ مقرر فرمایا، اس کی بنیاد ہی 'تعظیم و توقیر' پر رکھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ (سورہ الفتح: 9)

(ترجمہ: تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ، اور ان (ﷺ) کی مدد کرو اور ان کی تعظیم و توقیر کرو۔)

اس قرآنی حکم کی روشنی میں، میرا یہ قلمی اور قلبی شعار ہے کہ جب بھی حضور ﷺ کا ذکرِ جمیل کروں، تو نامِ نامی سے پہلے 'سیدنا' کا نذرانہ پیش کروں۔ میں نے اپنی اس تالیف ''تفہیم اسماء النبی ﷺ'' میں حضور سرورِ عالم ﷺ کے ہر اسمِ گرامی سے پہلے 'سیدنا' کا التزام محض ایک رسمی لاحقے کے طور پر نہیں، بلکہ اپنے عجز کے اعتراف اور عین تقاضائے بندگی کے طور پر کیا ہے، تاکہ ہر حرف کی پیشانی پر سیادت کا تاج سجا دکھائی دے۔

یہ محض ایک لفظی اضافہ نہیں بلکہ اس غلامی کا اظہار ہے جو دو عالم کی سرداری سے بہتر ہے۔

میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ ''سیدنا'' کی استعمال کے چند دلائل ہیں جن میں سب سے پہلا قرآن پاک ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَا تَجْعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ بناؤ جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو)۔ یہ آیتِ کریمہ ہمیں سکھاتی ہے کہ صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ خیر عام انسانوں کے اسلوب میں کرنا آدابِ بندگی کے خلاف ہے۔ اگر ہم قرآنِ کریم کا غائر مطالعہ کریں تو ایک عجیب نکتہ سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاءِ کرام کو ان کے ناموں سے پکارا (یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم)، مگر جب باری اپنے ''سید المرسلین'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آئی تو پورے قرآن میں ایک جگہ بھی ''یا محمد'' کہہ کر مخاطب نہیں فرمایا۔ کہیں ''یا ایہا النبی'' کی صدا ہے، کہیں ''یا ایہا الرسول'' کا خطاب ہے اور کہیں ''طٰہٰ'' و''یٰسٓ'' کے دلنشین پردوں میں یاد فرمایا۔ جب ربِ کائنات اپنے محبوب کا نام لینے میں اتنی احتیاط اور عظمت ملحوظ رکھتا ہے، تو مجھ جیسے گناہگار امتی کی کیا مجال کہ میں ''سیدنا'' کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کروں؟

عربی لغت میں ''سید'' اس ہستی کو کہتے ہیں جو شرف، سخاوت، حلم اور بردباری میں اپنی قوم کا امام ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا:

اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ (میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں)۔

جب کائنات کا صادق ترین لہجہ خود کو ''سید'' (سردار) کہہ رہا ہے، تو ایک امتی کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوگی کہ وہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی لقب سے پکارے جس کا انتخاب خود انھوں نے فرمایا۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''سیدنا'' (ہمارے سردار) کہنا حقیقتِ واقعہ کا اعتراف اور عین سنتِ الٰہی ہے۔

تیسرا اس لفظ کی نحوی لطافت اور علمی ابعاد ہے۔

اہلِ علم کے لیے یہ نکتہ باعثِ بصیرت ہوگا کہ لفظ ''سیدنا'' کو تین مختلف نحوی حالتوں میں بیان کیا گیا ہے، جن میں سے ہر ایک اپنا ایک جداگانہ روحانی رنگ رکھتی ہے۔

حالتِ رفع (سَیِّدُنَا ۔ دال پر پیش): یہ ''عظمت اور تمکنت'' کی علامت ہے۔ جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سرداری کا اعلان کرتے ہیں یا ان کا ذکر بطورِ عنوان کرتے ہیں، تو دال پر پیش (ضمہ) پڑھا جاتا ہے۔ اس کتاب ''تفہیم اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کی فہرست اور ابواب میں یہی تلفظ مراد ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بلندیِ مرتبہ کو ظاہر کرتا ہے۔

حالتِ جر (سَیِّدِنَا ۔ دال کے نیچے زیر): یہ ''عجز اور سپردگی'' کی علامت ہے۔ جب درود وسلام میں ہم کہتے ہیں ''اللھم صلِّ علیٰ سیدِنا''، تو زیر یہ پکارتی ہے کہ غلام اپنے آقا کے سامنے جھک گیا ہے۔ یہ بندگی کا وہ مقام ہے جہاں نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انسان کو معتبر کر دیتی ہے۔

حالتِ نصب (سَیِّدَنَا ۔ دال پر زبر): یہ ''جذبہ اور تاکید'' کی علامت ہے۔ جب ہم کسی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ''اِنَّ سیدَنا محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم''، تو زبر (فتحہ) اس یقینِ محکم کا اظہار ہے کہ کائنات کی ہر شے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زیرِ نگیں ہے۔

اور آخر میں یہ لقب حرفِ عقیدت کے طور پر استعمال کرتا ہوں،

تاریخِ عشق کے تمام مسافروں نے یہی سکھایا ہے کہ علم کی انتہا شاید معرفت ہو، مگر عشق کی انتہا صرف اور صرف 'ادب' ہے۔ جیسا کہ حضرت بوعلی قلندرؒ فرماتے ہیں:

با خدا دیوانہ باش و با محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوشیار

از خدا دانی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، از محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم با خدا

اللہ غفور و رحیم ہے، وہ اپنی شانِ کریمی سے بندے کی بے باکی کو معاف کر سکتا ہے، لیکن بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب وہ نازک مقام ہے جہاں ذرا سی لغزش تمام اعمال کو غارت کر دیتی ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ، جب یہ فرماتے ہیں کہ

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبی است

اگر میں اپنا منہ ہزار مرتبہ مشک و گلاب سے بھی دھوڈالوں، تب بھی آپ ﷺ کا نامِ مبارک لینا سراسر بے ادبی معلوم ہوتا ہے، تو مجھ جیسے تہی دست کے پاس اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ میں اپنے آقا ﷺ کے اسمِ گرامی سے پہلے 'سیدنا' کا سہارا لوں، تاکہ میری زبان کی ناپاکی پر آپ ﷺ کی نسبت کا پردہ پڑ سکے۔

الحمدللہ بچپن سے میری یہ عادت رہی ہے کہ درود پڑھتے ہوئے ہمیشہ 'سیدنا' کا اضافہ کیا، اور جب بھی کہیں آپ ﷺ کا نامِ مبارک لکھا دیکھا تو اس کے ساتھ اگر ﷺ کسی وجہ سے نہیں لکھا گیا تو میں اس وقت تک اس لفظ سے آگے نہیں بڑھا جب تک اس جگہ ﷺ لکھ نہ لیا، کیونکہ میرے ذہن میں ایک تو اس وقت کا ادب شامل حال ہوتا ہے اور دوسرے یہ خیال بھی کہ اگر یہاں یہ نام ایسا رہ گیا تو بعد میں پڑھنے والے بھی اسے ایسے ہی نہ پڑھتے رہیں، اس لیے میں اس جگہ ﷺ لکھ کر آگے بڑھتا ہوں اور ﷺ کا ایک صدقہ جاریہ بنا لیتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس سے جو قلبی سکون اور غلامی کا احساس ملتا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ اس کتاب میں ''سیدنا'' کی ڈھال دراصل میرے ٹوٹے ہوئے قلم کا نذرانۂ محبت ہے، تاکہ ہر قاری جب ان اسماء کو پڑھے تو اس کے دل میں وہی عظمت جاگزیں ہو جو اس ذاتِ باکمال ﷺ کا حق ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ ''سیدنا'' کہنا میری بخشش کا وہ وسیلہ بنے کہ کل قیامت کے دن میری صرف ایک ہی شناخت ہو۔

غلامِ سیدنا محمد ﷺ
فہیم اسلم
مارچ 2026ء

دریچہ فیض

تعارفِ کتاب دلائل الخیرات کی تاریخ اور اس کی عالمگیر مقبولیت

دعاے افتتاح

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے، اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب پر۔

الٰہی! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اور ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مرتبے کے طفیل جو آپ کے دربار میں ہے، نیز اس محبت کے طفیل جو آپ کو ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس محبت کے واسطے جو آپ کے لیے ہے، اور اس راز کے واسطے جو آپ دونوں کے درمیان ہے، میں آپ کی بارگاہ میں التجا کرتا ہوں کہ رحمت اور سلامتی نازل فرمایئے ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، ان ؐ کی آل پر اور ان ؐ کے اصحاب ؓ پر۔ مزید یہ کہ ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میری محبت میں اضافہ فرمایئے، مجھے ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق اور درجے سے شناسائی عطا فرمایئے، مجھے ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب بجالانے اور سنت کی پیروی کی توفیق عطا فرمایئے اور میرے قلب کو اس خزانے سے اطمینان نصیب فرمایئے۔ مجھے ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی دولت سے سرفراز کیجیئے اور ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہمکلامی کی خوش بختی عطا فرمایئے، اور درمیان میں آنے والے تمام پردے دور فرما دیجیئے۔

اور مجھے ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کے لیے مستعد (تیار) فرمایئے، مجھے ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لائق بنایئے اور میرے درود کو طاہر، پاک اور ہر ظلم، اندھیرے، شک، شرک، کفر

اور گناہ کو مٹانے والا بنا دیجیے ۔ نیز اسے میرے خلوص اور ترقی کا سبب بنایئے تاکہ میں اخلاق اور معرفت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاؤں، یہاں تک کہ میرے اندر کسی اور کی بندگی کی صلاحیت باقی نہ رہے اور میں ادب کے ساتھ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہو کر آپ کے خاص بندوں میں شامل ہو جاؤں ۔

ہر دور، وقت اور زمانے میں درود ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اور اہل بیت پر ۔

آمین یارب العالمین ۔

مقدمہ

تمام تعریفیں اس ربِ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اسلام کی راہ دکھائی۔ درود و سلام ہو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو اللہ کے آخری نبی ہیں، جن کے سبب اللہ نے ہمیں بتوں اور مورتیوں کی پرستش سے بچایا۔ درود وسلام ہو ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل، اصحاب رضی اللہ عنہم اور برگزیدہ بندوں پر۔

اس کتاب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت حاصل کرنا ہے، اور التجا ہے کہ اللہ مجھے ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے اتباع اور ذاتِ کاملہ کے چاہنے والوں میں شامل فرمائے۔

بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے اور وہی بہترین مولیٰ اور بہترین مددگار ہے۔ ہمارے پاس اللہ کی مدد کے بغیر گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی کوئی طاقت نہیں۔

تعارفِ دلائل الخیرات:

اوپر درج دعاے افتتاح اور مقدمہ کا ماخذ امام جزولیؒ کی درود شریف کی مشہور کتاب ''دلائل الخیرات'' ہے جو پندرہویں صدی میں لکھی گئی۔ مراکش سے لے کر ملائیشیا اور انڈونیشیا تک لاکھوں مسلمان اب بھی اس کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ میرے خیال میں درود پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لکھی جانے والی کثیر کتب میں ''دلائل الخیرات'' کو ایک مرکزی مقام حاصل ہے۔

اس کتاب سے میری محبت اور عقیدت کی وجہ یہ ہے کہ امام جزولی نے جس محبت اور والہانہ انداز میں درود پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کیے ہیں، اس کی مثال نہیں ملتی۔ اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ میں نے اس کتاب (تفہیمِ اسماء النبیؐ) میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے پیارے

ناموں کا انتخاب بھی ''دلائل الخیرات'' ہی سے کیا ہے۔

اس محبت اور انس کی خاطر میں ضروری خیال کرتا ہوں کہ امام جزولیؒ کے حالاتِ زندگی مختصراً بیان کروں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس عظیم عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جان سکیں۔ امام صاحبؒ کی اس مختصر سیرت کا ماخذ بھی ''دلائل الخیرات'' ہی ہے۔

سیرتِ مؤلفِ دلائل الخیرات:

مؤلف کا نام محمد، کنیت ابوعبداللہ اور والد کا اسمِ گرامی سلیمان تھا۔ آپؒ کی ولادت نویں صدی ہجری کے اوائل (تقریباً 807ھ) میں ہوئی۔ آپؒ کے والد کا شمار قبیلہ جزولہ کے امیر لوگوں میں ہوتا تھا۔ امام صاحب کا آبائی وطن ضلع ''سوس''، ملک بربر (افریقہ) میں واقع تھا۔

آپؒ کا تعلق اہل بیت سے تھا اور آپؒ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپؒ کا پورا نسب نامہ محمد بن سلیمان الجزولی بن عبد الرحمن... بن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) ہے۔ یعنی آپؒ کا سلسلہ انیس پشتوں کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپؒ نے ''فاس'' شہر (مراکش) میں تعلیم حاصل کی۔ آپؒ کے مرشد شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ امغار تھے۔ آپؒ نے اپنے مرشد کے زیرِ سایہ طویل عرصہ مجاہدہ کیا اور مراکش کے صحراؤں میں کئی سال اعتکاف اور عبادت میں گزارے اور فراغت کے بعد کافی عرصہ اسی شہر میں تفسیر و حدیث کا درس دیتے رہے۔ پھر فاس کو چھوڑ کر ''ریف'' تشریف لے آئے۔ یہاں آپؒ کی ملاقات شیخ محمد عبداللہ سے ہوئی، جن سے آپؒ نے علمِ باطن کا حصول شروع کیا اور خلوت گزینی اختیار فرمائی۔ آپؒ نے چودہ سال مسلسل مراقبے اور ریاضت میں گزارے۔ چودہ سال بعد جب خلوت خانے سے باہر آئے تو رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع فرمایا۔ بارہ ہزار سے زائد لوگوں نے آپؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور گناہوں سے تائب ہوئے۔

آپؒ سے بہت سی کرامات کا ظہور بھی ہوا۔ آپؒ کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی پابند تھے اور کثرت سے درود شریف و دیگر اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ آپؒ اپنے شاگردوں کے ہمراہ لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے افریقہ کے علاقوں میں گشت بھی فرماتے تھے۔

آپؒ 870ھ میں ملک سوس کے شہر بربر میں یکم ربیع الاول کے دن نمازِ فجر کی پہلی رکعت میں سجدے کی حالت میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے اور ظہر کے وقت مسجد کے قریب مدفون ہوئے۔ ستر (77) سال بعد شاہِ مراکش نے آپؒ کے جسدِ خاکی کو سوس سے مراکش کے مشہور قبرستان ''ریاض الفردوس'' میں منتقل کروایا اور وہاں ایک عالی شان مقبرہ تعمیر کروایا۔ جب آپؒ کے جسمِ مبارک کو نکالا گیا تو ستر سال بعد بھی وہ ایسے تر و تازہ تھا جیسے ابھی دفنایا گیا ہو۔

دعا ہے کہ اللہ پاک آپؒ کے درجات کو بلند فرمائے اور اس عظیم عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دینِ حق اور درودِ پاک کے لیے کی گئی کاوشوں سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو فیض یاب ہونے توفیق عطا فرمائے اور ان میں پوشیدہ اور ان سے منسلک برکات کو سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔

تجلیاتِ اسما النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے 201 اسماء مبارکہ کی تفہیم

سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

جس کی بار بار اور کثرت سے تعریف کی جائے

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ نام ہے جو زمین و آسمان میں سب سے زیادہ معروف اور باعظمت نام ہے اور اس نام کا ذکر قرآن پاک میں بھی چار مقامات پر آیا ہوا ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ مبارک 'محمد' کل چار مقامات پر صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ ان آیاتِ مبارکہ کا متن اور حوالہ جات درج ذیل ہیں:

۱۔ سورۃ آلِ عمران (آیت نمبر 144) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ'' ترجمہ: ''اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو صرف ایک رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔''

۲۔ سورۃ الاحزاب (آیت نمبر 40) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ'' ترجمہ: ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمھارے مَردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین (نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والے) ہیں۔''

۳۔ سورۃ محمد (آیت نمبر 2) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ'' ترجمہ: ''اور وہ اس (وحی) پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کی گئی اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔''

۴۔ سورۃ الفتح (آیت نمبر 29) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَ

الَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ '' ترجمہ: ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں نہایت رحمدل ہیں۔''

اسم مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لغوی پہلو یہ ہیں کہ یہ لفظ عربی کے مادے ''ح م د'' (حمد) سے نکلا ہے، جس کے معنی تعریف کے ہیں۔

لفظ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسمِ مفعول کا صیغہ ہے۔ اس میں مبالغہ ہے

جیسا کہ (معلم) بار بار علم عطا کرنے والا، (مُفَہّم) بار بار سمجھانے والا، (مفرح) بار بار فرحت بخشنے والا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار تعریف کیا جانے والی ہستی ہیں۔

یعنی وہ ہستی جس کی بار بار، بارہا اور حد سے زیادہ تعریف کی گئی ہو۔ عربی زبان میں ''محمود'' اس کو کہتے ہیں جس کی تعریف کی جائے، لیکن ''محمد'' اس کو کہتے ہیں جس کی اتنی زیادہ تعریف کی جائے کہ اس کی کوئی انتہا نہ رہے۔

تاریخِ عالم گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے عرب میں یہ نام رائج نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نام کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے محفوظ رکھا تا کہ کوئی دوسرا اس میں شریک نہ ہو سکے۔

اس نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانی و زمینی شہرت حاصل ہے جب حضرت عبدالمطلب (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا) سے جب پوچھا گیا کہ آپ نے اس بچے کا نام ''محمد'' کیوں رکھا؟ تو انھوں نے جواب دیا: ''میں چاہتا ہوں کہ زمین میں اللہ کی مخلوق اس کی تعریف کرے اور آسمان میں اللہ تعالیٰ اس کی تعریف فرمائے''۔

اللہ کا صفاتی نام ''محمود'' ہے اور اس نے اپنے نام سے اپنے حبیب کا نام ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نکالا۔

آپ ﷺ کی ذات میں تمام اخلاقِ حسنہ اس درجے پر موجود ہیں کہ ہر صفت خود پکارتی ہے کہ آپ ﷺ ہی ''محمد'' (ﷺ) ہیں۔

اللہ نے اپنا نام آپ ﷺ کے نام کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ کلمہ ہو، اذان ہو یا نماز، اللہ کی توحید کی گواہی تب تک مکمل نہیں ہوتی جب تک ''محمد رسول اللہ'' کی شہادت نہ دی جائے۔

سورۃ الاحزاب: ۵۶ میں فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَه يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

''کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان ﷺ پر درود بھیجو۔''

آپ ﷺ کی ذات کائنات کی وہ واحد ذات جن کی پیدائش سے پہلے پیدائش کے بعد ہی نہیں بلکہ زمین و آسمان پر قیامت تک آپ ﷺ کی تعریف و توصیف جاری ہے اور جاری رہے گی۔

''اسمِ گرامی ''محمد'' کائنات کا وہ خوبصورت ترین نغمہ ہے جو عرش سے فرش تک گونج رہا ہے۔ یہ نام صرف ایک پہچان نہیں بلکہ ایک پوری کائناتِ حسن و جمال کا خلاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ نام عطا فرما کر یہ اعلان کر دیا کہ اب قیامت تک عظمت کا ہر معیار آپ ﷺ کی ذات سے منسوب ہوگا اور کامیابی صرف اس ''محمود'' ہستی کی پیروی میں ہے جس کی تعریف خود خدا نے فرمائی۔''

سَیِّدُنَا اَحْمَدُ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد بیان کرنے والے

یہ نام آسمانوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان ہے

یہ لفظ بھی ''ح م د'' (حمد) سے نکلا ہے۔

اگر اس لفظ کو فاعل کے طور پر لیا جائے تو اسکا مطلب ہوگا کہ وہ ہستی جو اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد وتعریف بیان کرنے والی ہو۔یعنی پوری کائنات میں اللہ کی ثناء کا حق جیسا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا کیا، کسی اور نے نہ کیا۔

اور اگر اس کو مفعول کے طور پر لیا جائے تو اس کے معنی وہ ہستی جس کی تعریف دوسروں کے مقابلے میں سب سے زیادہ اور اکمل ہو کئے جائیں گے۔

سیرت کی کتب میں ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام زمین پر ''محمد'' (جس کی تعریف کی جائے) اور آسمان پر ''احمد'' (جو سب سے زیادہ اللہ کی تعریف کرے) ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطنی اور روحانی کمال کا مظہر ہے۔

قرآنِ حکیم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صدیوں پہلے اپنی قوم کو خوشخبری دی تھی کہ'' وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ '' ترجمہ:''اور (میں) ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔'' (سورہ الصّف؛ آیت ٦)۔

حدیثِ قدسی کے مفہوم کے مطابق اللہ نے سب سے پہلے ''نورِ احمدی'' کو تخلیق فرمایا۔ یہ نام خلقت کے اس درجے کو ظاہر کرتا ہے جہاں ابھی کائنات وجود میں نہیں آئی تھی اور صرف اللہ کی حمد ہو رہی تھی۔

حضور ﷺ کی ذات پاک امام الحامدین ہے آپ ﷺ ''احمد'' اس لیے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کی عظمتوں کو سب سے بہتر جانتے ہیں۔ جب آپ ﷺ مقامِ محمود پر سجدہ ریز ہوں گے، تو اللہ کی وہ حمد بیان فرمائیں گے جو آج تک کسی کے علم میں نہیں۔

''احمد'' کے نام میں ایک خاص نرمی اور مٹھاس ہے جو روح کو سکون بخشتی ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ''محمد'' جلال و جمال کا مجموعہ ہے جبکہ ''احمد'' سراپا جمالِ الٰہی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ''محمد'' آپ ﷺ کی صفتِ خلقت کو اور ''احمد'' آپ ﷺ کی صفتِ خُلق اور مقامِ بندگی کو ظاہر کرتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'احمد' بندگی کی معراج کا نام ہے۔ یہ نام بتاتا ہے کہ آپ ﷺ کی عظمت کی بنیاد اللہ کی وہ بے مثال حمد ہے جو آپ ﷺ نے خلوت اور جلوت میں بیان فرمائی۔ کائنات میں کوئی دوسرا 'احمد' نہیں ہوسکتا، کیونکہ اللہ کی حقیقی پہچان اور اس کی شایانِ شان تعریف کا حق صرف اسی ہستی نے ادا کیا جسے رب نے اپنا محبوب بنایا۔''

سَیِّدُنَا حَامِدٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ہمہ وقت اللہ کی ثنا خوانی کرنے والے

''حامد''لغتِ عرب میں اسمِ فاعل ہے،جس کا مطلب ہے''تعریف کرنے والا''۔

شریعت کی روشنی میں سیدنا حامد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد وہ ہستی ہے جو اللہ کی نعمتوں پر، اس کے احسانات پر اور اس کی ذات پر مسلسل حمد وثنا کرنے والی ہو۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے سب سے بڑے حامد ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اللہ کی عظمت کو سب سے زیادہ پہچاننے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی کما حقہ تعریف کرنا کسی عام بشر کے بس میں نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''حامد'' اس لیے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو اللہ کی صفات کا وہ ادراک ہے جہاں تک کسی اور کی رسائی نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر سانس، ہر عمل اور ہر کلام اللہ کی حمد کا آئینہ دار ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ ''حمد'' میں گزرا۔نمازِ تہجد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طویل قیام اور کثرت سے ''الحمد للہ'' کہنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''حامد'' ہونے کی عملی گواہی ہے۔

قیامت کے دن جب سب لوگ پریشان ہوں گے،تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ ریز ہو کر اللہ کی وہ ''حمد'' بیان فرمائیں گے جو اس سے پہلے کسی نے بیان نہ کی ہوگی۔اسی حمد کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ شفاعت کا دروازہ کھولے گا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک ''محمد'' اور ''احمد'' مفعولی شان (جس کی تعریف کی گئی) کو ظاہر کرتے ہیں، جبکہ ''حامد'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فاعلی شان (جو خود تعریف کرتا ہے) کو ظاہر کرتا ہے۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف اللہ اور مخلوق کرتی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی تعریف کرتے ہیں۔مثلاً جنگِ احد کے کٹھن لمحات میں بھی جب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو صفوں میں کھڑا کیا اور فرمایا: ''اللہ کی حمد بیان کرو تا کہ میں اپنے رب کی ثنا کروں''۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''حامد'' ہونے کا کمالِ اظہار تھا۔

کیونکہ اللہ تعالی نے بھی قرآن پاک میں متعدد مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حمد بیان کرنے کی تلقین فرمائی ہے، جیسے کہ سورۃ النصر: ۳ میں فرمایا گیا کہ '' فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا''

پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ ساتھ تسبیح بیان کیجیئے اور استغفار طلب کیجیئے بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

سورۃ الحجر؛۹۸ میں فرمایا کہ (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ)

پس اپنے رب کی حمد کیجیئے اور سجدہ کرنے والون کے ساتھ ہو جایئے۔

''اسمِ گرامی 'حامد' اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا محور و مرکز اللہ کی ذات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ اپنے اخلاق، اپنی جدوجہد اور اپنی خاموشی سے بھی خالق کی حمد بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'حامد' ہیں جن کی حمد سن کر فرشتے وجد میں آجاتے ہیں اور جن کی ثنا خوانی خود اللہ کو پسند ہے۔''

سَیِّدُنَا مَحْمُوْدٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ ہستی جن کی تعریف خود خالق اور کائنات کی ہر مخلوق کرے

لفظ ''محمود'' عربی لغت میں اسمِ مفعول کا صیغہ ہے، جس کا مطلب ہے ''وہ ذات جس کی تعریف کی گئی ہو''۔ اور جس میں تمام قابلِ ستائش صفات جمع ہو جائیں۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جس کی صفاتِ حمیدہ، اخلاقِ فاضلہ اور افعالِ مبارکہ اس قدر بلند ہوں کہ خالقِ کائنات اور پوری مخلوق اس کی ثنا خوان ہو۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مقامِ بلند کی طرف اشارہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے لائقِ ستائش بنایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر گوشہ ''محمود'' ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اس قدر بے عیب ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتا ہے۔

قیامت کے دن جب تمام انسانیت پریشان ہوگی، تب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''مقامِ محمود'' پر فائز فرمائے گا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اولین و آخرین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا چرچا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس صفت کے لیے اس لیے ہوا کیونکہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''خلقِ عظیم'' کا پیکر بنا کر بھیجا۔

اور قرآن پاک میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ (عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا)

قریب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رَبّ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود عطا کرے گا۔ (بنی اسرائیل: ٧٩)

علما فرماتے ہیں کہ اسمِ احمد، محمد اور محمود ایک ہی جڑ سے نکلے ہیں جن کا بنیادی مادہ ’ح م د‘ ہے لیکن ان کے درمیان ایک لسانی تعلق قائم ہے۔ **احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** وہ ہستی ہیں جو کائنات میں

سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے والی ہے، یہ بندگی کی انتہا اور اللہ کے سامنے عبدیت کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جن کی بار بار، بارہا اور حد سے زیادہ تعریف کی گئی ہو اور کی جاتی رہے گی۔ اور محمود وہ مقام ہے جہاں احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف آپس میں مل جاتے ہیں، یعنی جب کوئی ہستی اللہ تعالیٰ کی حمد کرتی ہے تو (احمد) تو اللہ تعالیٰ اسے مخلوق میں سب سے زیادہ تعریف کے لائق (محمد) بنا دیتا ہے اور ان دونوں کیفیات سے جو مقام پیدا ہوتا ہے اسے (مقامِ محمود) کہتے ہیں۔

''اسمِ گرامی 'محمود' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عظمت کا نشان ہے جو زمین سے شروع ہو کر عرشِ الٰہی تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ نام بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وہ مرکزِ ثنا ہے جہاں پہنچ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'محمودِ کائنات' ہیں جن کی تعریف خود خالقِ کائنات نے فرمائی اور جن کے تذکرے سے محفلِ ارض وسما منور ہے۔''

سَیِّدُنَا اَحِیْدُ (ﷺ)

''دشمنوں کو دور کرنے والے''

''احید'' قدیم کتب (خاص طور پر تورات) میں حضور ﷺ کا مذکور نام ہے۔لغوی طور پر یہ ''حید'' سے مشتق ہے،جس کا مطلب ہے ''دور کرنے والا'' یا ''بچانے والا''۔

اس لیے اس مبارک نام کا مطلب ہوا ''وہ ہستی جو اپنی امت کو جہنم کی آگ اور دشمنوں کے شر سے دور کرنے والی ہو''۔حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا نام تورات میں ''احید'' ہے کیونکہ آپ ﷺ امت کو عذاب سے بچاتے ہیں۔

آپ ﷺ کی پوری زندگی امت کو گمراہی،شرک اور جہنم کی آگ سے بچانے کی تڑپ میں گزری۔

آپ ﷺ نے خود فرمایا کہ میری مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ جلائی اور پتنگے اس میں گرنے لگے،اور میں تمھاری کمر سے پکڑ پکڑ کر تمھیں آگ میں گرنے سے بچا رہا ہوں۔ یہ آپ ﷺ کی ''احیدیت'' کا کمال ہے کہ آپ ﷺ نے امت کو کفر کی تاریکی سے نکال کر ایمان کی سلامتی عطا فرمائی۔

یہ اسم دراصل آپ ﷺ کی صفتِ رحمت العالمین کی وضاحت بھی کرتا ہے کہ آپ ﷺ کے اندر اپنی امت کی خیر خواہی کی تڑپ اس قدر زیادہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی تعلیمات کے ذریعے پکڑ پکڑ کر انھیں جہنم کی آگ سے بچا رہے ہیں۔

''اسمِ گرامی 'احید' آپ ﷺ کی اس بے پناہ شفقت کا اظہار ہے جو نہیں چاہتی کہ کوئی ایک امتی بھی ضائع ہو۔ یہ نام ہمیں یقین دلاتا ہے کہ اگر ہم دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ رہیں گے تو آپ ﷺ کی نسبت ہمیں ہر اس راستے سے 'الگ' کر دے گی جو ہلاکت کی طرف جاتا ہے۔آپ ﷺ وہ محافظ ہیں جو امت کو آگ کے شعلوں سے بچا کر رحمتِ الٰہی کے ٹھنڈے سائے میں لے آئے۔''

سَیِّدُنَا وَحِیْدٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اپنی صفات اور حسنِ اخلاق میں یگانہ، جس کا کائنات میں کوئی ثانی نہیں

''وحید'' کا لغوی مطلب ہے ''اکیلے، تنہا، یگانہ اور بے مثل''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جو اپنے کمالات، اپنے مرتبے اور اللہ کے قرب میں اس قدر بلند ہو کہ پوری کائنات میں اس جیسا دوسرا کوئی نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی وہ واحد ہستی ہیں جنھیں ''سید المرسلین'' اور ''خاتم النبیین'' کا تاج پہنایا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحید اس لیے کہا جاتا ہے کہ کائنات کی پوری تاریخ میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی جامع صفات کسی دوسری ہستی میں پیدا نہیں فرمائیں۔ یعنی جہاں اللہ تعالیٰ واحد (یکتا) ہے وہاں مخلوق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (وحید) بے مثال ہیں

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال اور سیرت و کردار کو وہ یگانگی عطا کی کہ آنکھ نے ویسا دوسرا دیکھا ہی نہیں۔

معراج کی رات جب تمام انبیاء پیچھے رہ گئے اور سدرۃ المنتہٰی پر حضرت جبریلؑ نے بھی قدم روک لیے، تب صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''وحید'' (اکیلی) وہ ہستی تھے جنھوں نے ''قاب قوسین'' کے مقام پر اپنے ربّ کا دیدار کیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثالی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

''اسمِ گرامی 'وحید' اس حقیقت کا اعلان ہے کہ جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی دوسری مثال ممکن ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ اوصاف عطا فرمائے ہیں جو نہ پہلے کسی کو ملے اور نہ بعد میں کسی کو ملیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ یکتا موتی ہیں جس کے گرد کائنات کی تمام رونقیں گردش کر رہی ہیں۔''

سَیِّدُنَا مَاحِ (ﷺ)

کفر اور شرک کے اندھیروں کو مٹانے والے

''ماحِ'' عربی لغت میں اسمِ فاعل ہے جو ''محو'' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ''مٹانے والا'' یا ''صاف کرنے والا''۔

اس سے مراد وہ عظیم المرتبت ہستی ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے روئے زمین سے کفر، شرک، جہالت اور بت پرستی کی گندگی کو مٹا دیا۔

اس اسمِ مبارک کی سب سے بڑی سند خود حضور نبی کریم ﷺ کا اپنا ارشادِ گرامی ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لِي خَمْسَةُ أَسْمَاءٍ: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِي الْكُفْرَ...'' (ترجمہ: میرے پانچ نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، اور میں 'ماحی' ہوں کہ اللہ میرے ذریعے کفر کو مٹاتا ہے...)

حضور ﷺ نے خود فرمایا: ''میں ماحی ہوں کہ اللہ میرے ذریعے کفر کو مٹا دیتا ہے''۔ (صحیح بخاری و مسلم)

یعنی آپ ﷺ کی آمد سے باطل کے نقش مٹ گئے، ظلم و ناانصافی کا خاتمہ ہوا، رنگ و نسل کا فرق مٹ گیا۔ جزیرہ العرب سے بت پرستی کا نام و نشان مٹ جانا آپ ﷺ کے صفت 'ماح' کا ایک بڑا نمونہ ہے۔

آپ ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا مومن کے نامہ اعمال سے گناہوں کو (محو) مٹانے کا ذریعہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی، انسانیت سسک رہی تھی اور خانہ کعبہ میں 360 بت موجود تھے۔ فتحِ مکہ کے دن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک عصا (چھڑی) تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتوں کو ٹھوکر مارتے جاتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے: ''جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ'' (حق آ گیا اور باطل مٹ گیا)۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ ''ماحی'' کا عملی عروج تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف بتوں کو مٹایا بلکہ لوگوں کے دلوں سے شرک کی جڑوں کو بھی اکھاڑ پھینکا۔

''اسمِ گرامی 'ماحی' باطل کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ قاہرہ کا مظہر ہے۔ یہ نام پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ کائنات میں اندھیرا کتنا ہی گہرا کیوں نہ ہو، جب 'ماحیِ کفر وشرک' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور چمکتا ہے تو باطل کے نقش ونگار ایسے مٹ جاتے ہیں جیسے سورج نکلنے پر سائے غائب ہو جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مٹانے والے ہیں جنھوں نے انسانیت کے ماتھے سے ذلت کا داغ ہمیشہ کے لیے مٹا دیا۔''

سَیِّدُنَا حَاشِرٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ ہستی جن کے قدموں میں قیامت کے دن تمام لوگ جمع کیے جائیں گے

''حاشر'' کا لغوی مطلب ہے ''جمع کرنے والا'' یا ''گھیر لانے والا''۔

اس اسمِ گرامی سے یہ بھی مراد لیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری اس بات کی علامت ہے کہ اب قیامت قریب ہے اور انسانیت کے حشر کا وقت قریب آ گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''میری بعثت اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح (قریب) ہیں''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جن کے قدموں میں قیامت کے دن تمام لوگ جمع کیے جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگوں کا حشر کیا جائے گا''۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میدانِ محشر کے مرکزی کردار اور شفاعت کے سردار ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ صفت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبۂ کمال اور منصبِ امامت کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ تمام اولین و آخرین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف دیکھیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا اسم گرامی خود اپنی زبان سے فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد اور احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ رب العزت میرے توسط سے کفر و شرک کو ہر نشان کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں کہ سب لوگ قیامت کے دن میرے قدموں مین جمع کیئے جائیں گے اور مین عاقب ہوں یعنی سب نبیوں کے آخر میں ہوں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے: میں محمد ہوں، احمد ہوں میں متقی ہوں اور حاشر ہوں اور نبی التوبہ ہوں اور نبی الرحمۃ ہوں۔

قیامت کی وہ ہولناک گھڑی جب ہر کوئی ''نفسی نفسی'' کہہ رہا ہوگا، تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اُمَّتِی اُمَّتِی'' پکارتے ہوئے سب کو اپنے گرد جمع فرمالیں گے اور اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کا آغاز کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کی بکھری ہوئی تقدیر کو اپنے دامنِ رحمت میں سمیٹ سکیں۔

''اسمِ گرامی 'حاشر' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اقتدارِ اخروی کا نشان ہے جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ یہ نام ہمیں یہ احساس دلاتا ہے کہ ہماری منزل اور ہمارا ٹھکانہ میدانِ حشر میں بھی دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ شفیق پیشوا ہیں جن کی پکار پر پوری انسانیت لبیک کہے گی اور جن کی قیادت میں اہل حق جنت کی طرف پیش قدمی کریں گے۔''

سَیِّدُنَا عَاقِبُ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سب سے آخر میں آنے والے نبی

(جن کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا)

''عاقب'' کا لغوی مطلب ہے ''سب سے آخر میں آنے والا'' یا ''وہ جس کے بعد کوئی دوسرا نہ ہو''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جن پر نبوت و رسالت کی عمارت مکمل ہوگئی اور جن کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''خاتم النبیین'' ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد نے پچھلی تمام شریعتوں کو مکمل کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا آفاقی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ میں عاقب ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں (ترمزی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مثال کے ذریعے واضح فرمایا کہ انبیاء کا سلسلہ ایک خوبصورت محل کی طرح ہے جس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی، میں نے آکر وہ جگہ بھر دی اور محل مکمل ہو گیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ''عاقب'' ہونے کی عملی گواہی ہے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ مکمل ضابطہ حیات دیا جو رہتی دنیا تک کے لیے کافی ہے۔

''اسمِ گرامی 'عاقب' اس بات کی ضمانت ہے کہ اب ہدایت کا چشمہ صرف درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی جاری رہے گا۔ یہ نام پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ نبوت کی عمارت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر مکمل ہو چکی ہے اور اب قیامت تک آنے والے ہر انسان کو اسی آخری ہادی کی دہلیز پر سر جھکانا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'عاقب' ہیں جن کے بعد اب صرف حشر کا انتظار ہے۔''

سَیِّدُنَا طٰہٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اللہ کی طرف سے دیا گیا خطاب جس سے مراد ''اے انسانِ کامل'' یا ''اے سکون پانے والے'' ہے۔

''طٰہٰ'' قرآنِ کریم کے حروفِ مقطعات میں سے ہے، جن کے حقیقی معنی تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ تاہم، لغتِ عرب کے ماہرین اور مفسرین (جیسے ابن عباسؓ) کے نزدیک اس کے معنی ''اے کامل انسان'' یا ''اے مردِ خدا'' کے ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ نبطی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے، (اے مردِ کامل) ''اے وہ شخص جس نے اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر رب کو پایا''۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیار اور الفت سے پکارا جانے والا وہ ''سربستہ راز'' ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمتِ بشریت اور انتہائے قرب کو ظاہر کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی اس نام کی عملی تصویر تھی۔ آغازِ وحی کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طویل قیام فرماتے تو اللہ نے اسی نام سے پکار کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تسلی دی۔

روایات میں آتا ہے کہ مکہ کے ابتدائی دور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نمازِ تہجد میں کھڑے ہو کر یادِ الٰہی میں غرق رہتے، یہاں تک کہ پائے مبارک متورم ہو جاتے۔ تب اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہٰ نازل فرمائی اور فرمایا: ''طٰهٰ ۚ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى '' (اے طٰہٰ! ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مشقت میں پڑ جائیں) (سورة طٰہٰ؛ آیت: ۱، ۲)۔ یہ انتخاب اس لیے ہوا تاکہ کائنات کو معلوم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے وہ چہیتے ہیں جن کی راحت اللہ کو بے حد عزیز ہے۔

اس اسمِ مبارک میں اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارنے کا مخصوص انداز ہے جس میں انتہا کی محبت کا اظہار ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبادت کم کرنے کو کہہ دیا گیا۔ اس اندازِ تخاطب میں شفقت کی گہرائی نمایاں ہے۔

''اسمِ گرامی 'طٰہٰ' اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان محبت کا ایک راز ہے۔ یہ نام پکارتے ہی ایک ایسی خوشبو آتی ہے جو روح کو سکون بخشتی ہے۔ یہ خالق کی طرف سے اپنے بندہِ خاص کو دیا گیا وہ تمغہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طہارت، سیادت اور محبوبیت پر سب سے بڑی مہر ہے۔''

سَیِّدُنَا یٰسٓ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

قرآنی خطاب جس کے ایک معنیٰ ''اے سردار'' کے ہیں

''یٰسٓ'' بھی حروفِ مقطعات میں سے ہے جسے ''قلبِ قرآن'' کہا گیا ہے۔ لغتِ عرب کے مطابق یہ ''یا انسان'' یا ''یا سید'' (اے سردار) کے معنوں میں مستعمل ہے۔ امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ''اے وہ جس کی سرداری عالمگیر ہے''۔

شریعت کی روشنی میں یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ سیادت اور مرکزِ ہدایت ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اللہ نے اس نام کے فوراً بعد قرآنِ حکیم کی قسم کھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبے کی سند ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، اللہ نے کسی مخلوق کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اپنی بارگاہ میں مکرم پیدا نہیں کیا اور میں نے نہیں سنا کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کی زندگی کی قسم کھائی ہو۔

ابوالجوزاؒ نے کہا کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی حیات کی قسم نہیں کھائی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ الٰہی میں ساری مخلوق سے مکرم ہیں (الشفا باب ۱ صفحہ ۵۱)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی انسانیت کی سرداری اور رہنمائی کا نمونہ رہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا: ''اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ'' (میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں بلکہ یہ اللہ کا فضل ہے)۔ سورہ یٰسٓ کی ابتدائی آیات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صراطِ مستقیم کا رہبر قرار دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یٰسٓ ، وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ، اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ'' (یٰسٓ، قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بیشک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسولوں میں سے ہیں) جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کائنات کی ہدایت کا مرکز

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔

ابو محمد مکی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، خدا کی بارگاہ میں میرے دس نام ہیں ان میں سے طٰہٰ اور یٰس بھی ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۱ صفحہ ۴۵۷)

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام و کتاب کی قسم کھا کر فرمایا، بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسولوں میں سے ہیں کہ بندوں کی طرف پیغام پہنچاتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہ راست پر ہیں۔ نقاش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کتاب مجید میں کسے نبی کی رسالت کی قسم نہیں کھائی گئی سوائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (الشفاء باب ا صفحہ ۵۹)

''اسمِ گرامی 'یٰس' وہ مقدّس پکار ہے جس میں خالق کی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بے پناہ الفت چھپی ہوئی ہے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کسی گواہی کی محتاج نہیں، بلکہ اللہ نے خود اس نام کے ساتھ قرآن کی قسم کھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق ہونے کا اعلان فرمایا۔ یہ اسمِ مبارک دراصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتِ سیادت کا وہ نورانی تاج ہے جو عرشِ الٰہی سے عطا ہوا ہے۔''

سَیِّدُنَا طَاہِرٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ہر ظاہری اور باطنی ناپاکی سے پاک وصاف ذات

''طاہر'' کا لغوی مطلب ہے ''پاک، صاف اور منزہ''۔

یہ طہارت سے اسم فاعل ہے بعض علما کے نزدیک اس کی دو قسمیں ہیں

1۔ طہارت حسنیہ یعنی ظاہری میل کچیل کا صاف ہونا

اس سے مراد وہ پاکیزگی ہے جو حواس خمسہ سے محسوس کی جا سکے مثلاً، بدن، لباس اور جگہ کا ہر قسم کی غلاضت سے پاک ہونا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ اصطلاح اس لیے استعمال ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمِ اطہر فطری طور پر پاکیزہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاکیزگی پسند بھی تھے۔ ظاہری پاکیزگی باطنی پاکیزگی کا دیباچہ ہے جب تک ظاہر صاف نہ ہو باطن کی تجلی میسر نہیں آتی۔

2۔ طہارت معنویہ یعنی باطنی اور معنوی پاکیزگی

اس طہارت کا تعلق روح اور قلب کی صفائی سے ہے یعنی اخلاقی پستیاں جیسے کینہ، حسد، غرور، جھوٹ اور نفاق سے پاک ہونا۔

طاہر سے مراد وہ ذات ہے جو ہر قسم کے گناہ، عیب، برائی، شرک اور نفسانی خواہشات کی آمیزش سے مکمل طور پر پاک ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہر و باطن، جسم و روح، اور نسب و خاندان سب ''طاہر'' ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ

(رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) اے ہمارے رب ان

میں سے وہ رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انھیں کتاب وحکمت سکھائے اور انھیں پاک کرے(البقرہ:۱۲۹)

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک ایسا نبی ﷺ (طاہر) بھیجا جس نے نہ صرف اہل مکہ بلکہ پوری دنیا کو طہارت کا سبق دیا اور ان کی جسمانی، روحانی اور دنیاوی گندگیوں کو دور کیا اور طہارت عطا فرمائی۔ گویا آپ ﷺ کی تعلیمات کی غرض وغایت تزکیہ نفس، پاکیزگی جسم یعنی باطنی اور ظاہری طہارت ہے۔

آپ ﷺ کی پیدائش سے وصال تک کا ہر لمحہ پاکیزگی کی معراج رہا۔

آپ ﷺ کا بچپن ہو یا جوانی، عرب کی جاہلیت کے باوجود آپ ﷺ نے کبھی کسی بت کو نہیں چھوا، کبھی جھوٹ نہیں بولا اور کبھی کسی گناہ کے قریب نہیں گئے۔ ''شقِ صدر'' (سینے کا چیرا جانا) کا واقعہ اس بات کی علامت تھا کہ اللہ نے آپ ﷺ کے قلبِ مبارک سے بشری میلان کا وہ ذرہ بھی نکال دیا جسے شیطان استعمال کرتا ہے۔ آپ ﷺ کا پسینہ مبارک بھی خوشبودار اور پاک تھا۔ گویا آپ ﷺ کی ساری زندگی طہارت کا نمونہ تھی۔

''اسمِ گرامی 'طاہر' آپ ﷺ کی فطری معصومیت اور پاکیزگی کا عنوان ہے۔ یہ نام بتاتا ہے کہ کائنات میں اگر کسی ہستی کو بے عیب دیکھنا ہو تو وہ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ آپ ﷺ وہ اجلی شخصیت ہیں جن کے دامن پر نہ دنیا کی کوئی گرد ہے اور نہ جن کے خیال میں کوئی لغزش۔ آپ ﷺ کی طہارت اللہ کی اس خاص عنایت کا مظہر ہے جو صرف محبوبِ خدا کا خاصہ ہے۔''

سَیِّدُنَا مُطَهَّرٌ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

وہ ہستی جن کو اللہ نے خود معجزانہ طور پر پاکیزگی عطا فرمائی

لفظ ''مطہر'' اسم مفعول کا صیغہ ہے، جس کا مطلب ہے ''جسے پاک کیا گیا ہو''۔

اس سے مراد وہ ذاتِ اقدس ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے دستِ قدرت سے ہر قسم کی ظاہری و باطنی آلودگی، بشری لغزشوں، اور شیطانی وسوسوں سے مکمل طور پر پاک وصاف کر دیا ہو۔ ''طاہر'' وہ ہے جو خود پاک ہو، اور ''مطہر'' وہ ہے جسے اللہ نے کائنات کے لیے نمونہ بنا کر پاکیزگی کی معراج پر فائز کر دیا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں اس صفت کا ظہور بارہا ہوا۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا'' (سورہ الاحزاب:33)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمھیں (ایسا) پاک کر دے جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔''

حضرت جبریل علیہ السلام کا بار بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ''شقِ صدر'' کرنا اور قلبِ مبارک کو زمزم سے دھونا اس صفتِ ''مطہر'' کی حسی اور مادی گواہی ہے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ اطہر کو وہ پاکیزگی عطا کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بدن پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سایہ زمین پر پڑا (تاکہ کسی کا پاؤں اس پر نہ آئے)۔

اور اگر اس اسمِ مبارک کو اسم فاعل کے طور پر لیا جائے تو مطہر وہ ہے جو دوسروں کو پاک کرنے کی صلاحیت اور قوت رکھتا ہو، یعنی وہ ہستی جو نفوس کی صفائی کے عمل کو کمال تک پہنچا دے۔

قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منصبِ نبوت کے چار بنیادی کام بتائے گئے ہیں۔ سورۃ الجمعہ کی آیت نمبر ۲ میں فرمایا گیا کہ۔۔۔

(هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ)

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے ایک رسول بھیجا جوان پر اسکی آیات تلاوت فرماتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ ان کاموں میں ''یزکیھم'' یعنی تزکیہ کرنے سے مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انسانوں کو نہ صرف ظاہری نجاستوں سے پاک رہنے کے آداب سکھائے بلکہ ان کے باطن کو بھی شرک، جہالت اور تمام اخلاقی نجاستوں سے پاک کر کے کندن بنا دیا۔

''اسمِ گرامی 'مطہر' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس صفتِ اعجاز کا عنوان ہے جس نے عرب کے بدوؤں کو کائنات کا امام بنا دیا۔ یہ نام بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ وہ 'غسل خانۂ روحانی' ہے جہاں گناہوں سے لتھڑے ہوئے انسان آتے ہیں اور تائب ہو کر ایسے پاک وصاف ہو جاتے ہیں جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ پارس ہیں جو لوہے کو چھو کر سونا (پاک) کر دیتے ہیں۔''

سَیِّدُنَا طَیِّبٌ (ﷺ)

پاکیزہ، خوشبودار اور نفیس شخصیت

''طیب'' کا لغوی مطلب ہے ''نفیس، خوشبودار، ستھرا اور لذیذ، حلال، اچھا اور جائز ہے''۔ یعنی ہر وہ چیز جو حواس اور روح کو خوشگوار لگے۔ اس میں پاکیزگی کے ساتھ ساتھ نفاست کے اعلیٰ معیار کا مفہوم بھی شامل ہے۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جس کا وجودِ مسعود سراپا نزاکت، خوشبو اور نفاست ہو۔ آپ ﷺ کی روح، آپ ﷺ کی گفتگو، آپ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کا ہر عمل ''طیب'' (پاکیزہ) ہے۔

آپ ﷺ کی زندگی میں نفاست اور خوشبو کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ جس گلی سے گزر جاتے، وہ گلی خوشبو سے مہک اٹھتی تھی۔

آپ ﷺ کا کلام طیب تھا اور آپ ﷺ کی گفتگو انتہائی شیریں سچی اور دلنشین تھی جس میں نہ تو سختی تھی اور نہ ہی کوئی لغویات۔ آپ ﷺ کے اخلاق اتنے عمدہ اور نفیس تھے کہ دشمن بھی ان کی لطافت کے گرویدہ تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کے ہاں (یعنی حضرت ام سلیمؓ کے گھر) تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا (دوپہر کو آرام کیا)۔ آپ ﷺ کو پسینہ آیا تو ام سلیم رضی اللہ عنہا ایک شیشی لے کر آئیں اور پسینہ اس میں جمع کرنے لگیں۔ جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو پوچھا: ''اے ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟''

انھوں نے عرض کیا: ''يَا رَسُولَ اللهِ، نَرْجُو بَرَكَتَهُ لِصِبْيَانِنَا'' (اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم اپنے بچوں کے لیے اس کی برکت کے امیدوار ہیں)۔

ایک اور روایت میں (صحیح مسلم ہی کی حدیث نمبر 2332) حضرت ام سلیمؓ کے الفاظ یہ ہیں: ''هُوَ طِيبُنَا وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيبِ'' (یہ ہمارا عطر (خوشبو) ہے اور یہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر بہترین خوشبو ہے (صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل، نمبر 2331)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو بھی ''طیب'' رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ طیب ہے اور صرف طیب (پاکیزہ) چیز ہی قبول فرماتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے سب سے مہکتے ہوئے پھول بن کر تشریف لائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا پہلا سبق طہارت ہے جو انسان کو جملہ برائیوں سے پاک کرنے والا ہے۔ اسلام کی تمام عبادات نماز، روزہ، حج، زکواۃ انسان کی روحانی اور جسمانی طہارت کا اہم ذریعہ ہیں، کلمہ شہادت کا نام کلمہ طیبہ رکھا گیا کہ جسے پڑھنے اور اقرار کرنے سے انسان ماضی کی تمام غلطیوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

طاہر اور طیب میں یہ فرق ہے کہ طاہر جو گندگی سے پاک ہو اور طیب وہ جو پاک ہونے کے ساتھ ساتھ نفیس اور پسندیدہ بھی ہو (جیسے کوئی پاکیزہ خوشبو جو طبیعت کو شاداب کر دے)

''اسمِ گرامی 'طیب' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس جمالیاتی شان کا مظہر ہے جس نے کائنات کے بدبودار نظام کو ایمان کی خوشبو سے بدل دیا۔ یہ نام ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ایک مومن کا ظاہر اور باطن بھی طیب (نفیس) ہونا چاہیے، کیونکہ طیبِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں وہی قبول ہوتا ہے جو پاکیزہ اور نفیس ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ پھول ہیں جس کی مہک رہتی دنیا تک انسانیت کے مشامِ جاں کو معطر رکھے گی۔''

سَیِّدُنَا سَیِّدٌ (ﷺ)

تمام کائنات اور انبیاء کے سردار

''سید'' کا لغوی مطلب ہے ''سردار، پیشوا، آقا اور وہ ہستی جس کی اطاعت واجب ہو''۔

اس سے مراد وہ عظیم ہستی ہے جو تمام انبیاء، مرسلین، ملائکہ اور کل کائنات کی سردار ہے۔ آپ ﷺ ''سید ولدِ آدم'' (اولادِ آدم کے سردار) ہیں۔

حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ ''میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کرتا'' یہ نام اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک آنے والا ہر انسان آپ ﷺ کی سیادت کے دائرے میں ہے۔

آپ ﷺ کی سیادت کا جھنڈا دنیا و آخرت دونوں میں بلند ہے۔

آپ ﷺ تمام انبیا اور رسولوں کے بھی سردار ہیں۔ شبِ معراج میں مسجدِ اقصیٰ کے مقام پر تمام انبیاء کا آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھنا آپ ﷺ کی ''سیادت'' کا عالمی اعلان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ مقام عطا فرمایا کہ آپ ﷺ کے حکم کے بغیر جنت کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ آپ ﷺ کا انتخاب تمام مخلوق کی قیادت اور شفاعت کے لیے کیا گیا۔

آپ ﷺ وہ ''سید'' ہیں جن کی سیادت جبر یا طاقت پر نہیں بلکہ رحمت، شفقت اور بے مثال اخلاق پر مبنی ہے، آپ ﷺ نے انسانیت کو غیر کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی کے طرف راغب کیا۔

''اسمِ گرامی 'سید' آپ ﷺ کے اس ابدی اقتدار کا عنوان ہے جو ربِ کائنات نے آپ ﷺ کو بخشا ہے۔ یہ نام ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہمارے آقا اور مربی صرف وہی ہستی ہیں جس نے غلاموں کو عزت دی اور انسانیت کو بندگی کا سلیقہ سکھایا۔ آپ ﷺ وہ 'سید' ہیں جن کی غلامی دراصل بادشاہی ہے اور جن کی چوکھٹ پر جھکنے والا کبھی در بدر نہیں ہوتا۔''

سَیِّدُنَا رَسُوْلٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کا پیغام پہنچانے والا برگزیدہ سفیر

لفظ ''رسول'' عربی لغت میں 'رسل' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ''پیغام دے کر بھیجا گیا'' یا ''قاصد''۔

رسول اس عظیم ہستی کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے نئی شریعت اور نئی کتاب دے کر مبعوث فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے وہ آخری اور سب سے برگزیدہ رسول ہیں جن کی رسالت پوری کائنات اور قیامت تک کے لیے عام ہے۔

قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متعدد بار اس نام سے پکارا گیا، مثلاً

اللہ تعالی نے سورۃ آل عمران؛ ۱۴۴ میں فرمایا، **وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ** اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں۔

نیز سورۃ الفتح اشاد ہوا: **مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ...**

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں (الفتح:۲۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی پیغامِ الٰہی کی ترویج و اشاعت سے عبارت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امانت کو پہنچانے میں وہ تکالیف برداشت کیں جن کا تصور بھی محال ہے۔

میدانِ طائف میں پتھر کھا کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر یہی کلام تھا کہ ''اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کہ یہ جانتے نہیں''۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصبِ رسالت کا کمال تھا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دشمنوں کی ایذا رسانی کے باوجود اللہ کا پیغام ہر گھر تک پہنچا دیا۔ صرف مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی خطوط، وفود اور مختلف ذرائع آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ کا پیغام پہنچایا، نہ صرف پیغام پہنچایا بلکہ اس پر عمل بھی کر کے دکھایا جو ایک رسول کا خاصہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کائنات کے سب سے معتبر اور صادق پیغام رساں ہیں۔

''اسمِ گرامی 'رسول' اس عہدِ وفا کا نام ہے جو خالق نے اپنی مخلوق سے کیا۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ نے انسانوں کو اندھیروں میں بھٹکتا ہوا نہیں چھوڑا بلکہ اپنے سب سے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'رسول' ہیں جن کی پکار پر لبیک کہنا ہی بندگی کی معراج ہے اور جن کا لایا ہوا ضابطۂ حیات ابدی کامیابی کی واحد ضمانت ہے۔''

سَیِّدُنَا نَبِیٌّ (ﷺ)

اللہ کے اذن سے غیب کی خبریں دینے والے

لفظ ''نبی'' لغتِ عرب میں 'نبا' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ''غیب کی خبر دینے والا''۔ بعض کے نزدیک یہ 'نبوۃ' سے ہے جس کا مطلب ہے 'بلندی اور رفعت''۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو گیارہ مرتبہ ''یا ایھا النبی'' کہہ کر مخاطب فرمایا۔

یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِیرًا

اے نبی ﷺ! یقینا ہم نے آپ ﷺ کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا اور خوشخبریاں سنانے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے (الاحزاب: ۴۵)

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ

اے نبی ﷺ کفار اور منافقین سے جہاد کیجیئے اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آیئے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے (التحریم: ۹)

نبی وہ ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ غیب کے اسرار پر مطلع فرمائے اور وہ اللہ کی منشاء سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ نبی وہ باطنی واسطہ ہے جس کا تعلق ایک طرف خالق سے اور دوسری طرف مخلوق سے رہتا ہے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے، لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ حضور ﷺ نبی بھی ہیں اور رسول بھی، یعنی آپ ﷺ کو بلندیِ مرتبہ بھی حاصل ہے اور غیب کی خبریں بھی۔ تاہم حضور ﷺ خاتم الانبیا ہیں یعنی نبوت کا وہ بلند مقام جہاں خبر دینے اور بلندی مرتبہ کی تمام حدیں ختم ہو جاتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ماضی، حال اور مستقبل کے جو چاہے وہ غیبی علوم عطا فرمائے جو کسی اور کو نہیں ملے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برسوں پہلے فتنوں، قیامت کی نشانیوں اور صحابہ کے احوال کی جو خبریں دیں، وہ حرف بہ حرف پوری ہوئیں۔ جنگِ بدر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کے گرنے کی جگہیں پہلے ہی بتا دیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''نبی'' ہونے کا کھلا معجزہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت کو مادی دنیا سے بلند کر کے عالمِ غیب کی معرفت عطا کریں۔

''اسمِ گرامی 'نبی' اس نورانی بصیرت کا عنوان ہے جس نے انسان کو اندھیروں سے نکال کر حقیقتِ ابدی سے روشناس کرایا۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ اگر ہم کائنات کے اسرار اور اللہ کی رضا کو جاننا چاہتے ہیں، تو ہمیں اسی 'نبیِ صادق' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے ہر لفظ پر یقین لانا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہادی ہیں جن کی ہر خبر سچی اور جن کا ہر اشارہ منزلِ مقصود کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔''

سَیِّدُنَا رَسُوْلُ الرَّحْمَۃِ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو کُل جہانوں کے لیے سراپا رحمت بن کر آئے

اس کا مطلب ہے ''رحمت لانے والا رسول''۔ رحمت کا مادہ رحم سے ہے، جس کے معنی رقت قلب، مہربانی اور شفقت کے ہیں اور جب اسے رسول کے ساتھ جوڑا جاتا ہے تو اسکا مطلب ہے وہ رسول جو خود بھی رحمت ہے اور جسکا پیغام بھی سراپا رحمت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: ''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ'' (اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا) (الانبیا: ۱۰۷)

حضرت سمرقندی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ رحمت العالمین سے عام جن وانس پر رحمت کرنا مراد ہے۔ ایک روایت میں اس سے تمام کائنات اور مخلوقات پر رحم کرنا مراد ہے۔ مومنین کے لیے رحمت ہدایت پانا ہے، اور منافقین کے لیے رحمت قتل سے محفوظ رہنا ہے، اور کافرین پر رحمت یہ ہے کہ ان پر عذاب میں تاخیر کی جائے (کہ اب وہ دنیا میں عذابِ عام سے محفوظ ہیں) (صحیح المسلم جلد ۴ صفحہ ۱۷۹۲)

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جبرائیلؑ سے دریافت فرمایا، کیا میری رحمت سے تم کو بھی حصہ ملتا ہے تو انھوں نے عرض کی کہ جی ہاں (الشفاً، باب ا صفحہ ۳۸)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت صرف انسانوں کے لیے نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنات، حیوانات، نباتات اور جمادات کے لیے بھی رحمت ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت کا سایہ دوست ودشمن سب پر برابر رہا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوئے اور وہ کفارِ قریش جنھوں نے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کے صحابہؓ کو برسوں تک تکالیف دیں، قتل کے منصوبے بنائے اور ہجرت پر مجبور کیا، سامنے کھڑے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: ''تمھیں کیا لگتا ہے کہ میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟''

انھوں نے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریم بھائی اور کریم بھتیجے ہیں۔''

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی الفاظ دہرائے جو حضرت یوسفؑ نے کہے تھے

''لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ''

(آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمھیں معاف کرے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے)۔

یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''عفو و درگزر'' (معاف کر دینے) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''رحمت اللعالمین'' ہونے کی سب سے بڑی مثال مانا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو امن وسلامتی کا وہ درس دیا جس میں انسان اپنے انسان ہونے پر فخر کرنے لگے اور دنیا ظلم وستم کے چنگل سے نجات پا گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے ہر ذی روح کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے حتی کہ چوپائیوں کے لیے بھی احکام جاری کیئے کہ ان پر ضرورت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے اور چرند پرند کو بھی تنگ نہ کیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت بن کر امت کو جہنم کے گڑھوں سے نکالنے کے لیے تشریف لائے، قیامت کے روز جب ہر کوئی پریشان ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت ہی سجدہ اور شفاعت کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت دنیا سے لے کر حشر تک اور جنت تک جاری رہنے والی ہے۔

''اسمِ گرامی 'رسول الرحمہ' اس حقیقت کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو عذاب

دینے کے لیے نہیں بلکہ معاف کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ وہ پناہ گاہ ہے جہاں مایوسی کا کوئی گزر نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بادل ہیں جو سوکھی ہوئی انسانیت پر پیار اور بخشش کی بارش بن کر برسے اور زمین کو ایمان کی ہریالی سے بھر دیا۔''

سَیِّدُنَا قَیِّمٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

دینِ حق کو قائم کرنے والے اور اس پر ثبات قدم رکھنے والے

لفظ ''قیم'' عربی لغت میں 'قیام' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ''قائم کرنے والا''، ''سیدھا راستہ دکھانے والا'' اور ''نگران''۔

اس سے مراد وہ عظیم ہستی ہے جس نے دینِ حق کو دنیا میں مضبوطی سے قائم کیا اور جو صراطِ مستقیم پر خود بھی ثابت قدم رہے اور امت کو بھی اس پر چلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو وہ نظامِ زندگی دیا جو قیامت تک کے لیے اٹل اور غیر متبدل ہے، اس میں کبھی کوئی تبدیلی یا ٹیڑھ پیدا نہیں ہو سکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاہلیت کی کجیوں کو دور کر کے معاشرے کو اخلاق اور عدل کے سیدھے راستے پر قائم کر دیا۔ قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر دینِ اسلام کو ''الدین القیم'' کہا گیا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دین کے ''قیم'' (محافظ و نگران) ہیں۔ جس طرح ایک ''قیم'' اپنی رعایا کی خبر گیری کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی دنیا و آخرت میں رہنمائی اور خبر گیری فرمانے والے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی حق پر ثابت قدمی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ باطل کی آندھیاں آئیں، لالچ دیے گئے اور دھمکیاں دی گئیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کی طرح اپنے موقف پر قائم رہے۔

جب قریشِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ سے روکنے کے لیے سرداری اور مال و دولت کی پیشکش کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخی جواب دیا: ''اگر یہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی رکھ دیں، تب بھی میں اس کام سے پیچھے نہیں ہٹوں گا''۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''قیم'' ہونے کی وہ صفت ہے جس نے اسلام کی عمارت کو رہتی دنیا تک استحکام بخشا۔

''اسمِ گرامی 'قیم' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بے مثال استقامت کا عنوان ہے جس نے کفر کے طوفانوں کا رخ موڑ دیا۔ یہ نام ہمیں یہ یقین دلاتا ہے کہ ہمارا دین اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا نظام کبھی مٹنے والا نہیں، بلکہ یہ رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے مینارۂ نور بن کر قائم رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'قیمِ کائنات' ہیں جن کی پیروی انسان کو بھٹکنے سے بچاتی ہے اور اسے منزلِ مقصود تک پہنچا دیتی ہے۔''

سَیِّدُنَا جَامِعٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تمام کمالات اور خوبیوں کو اپنی ذات میں سمیٹنے والے

''جامع'' کا لغوی مطلب ہے ''اکٹھا کرنے والا'' یا ''سمیٹنے والا''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جس کی ذاتِ اقدس میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے تمام کمالات، اخلاقِ حسنہ، علومِ اولین و آخرین اور تمام انبیاء کی خوبیاں جمع کر دی ہوں۔ حضرت آدمؑ کی صفیّت، حضرت نوحؑ کی شکر گزاری، حضرت ابراہیمؑ کی خُلت، حضرت موسیٰؑ کا جلال اور حضرت عیسیٰؑ کا جمال سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں ''جامع'' ہیں۔

اس نام کی سب سے بڑی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ فرمان ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک خاص صفت کا ذکر فرمایا:

''أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ'' (ترجمہ: مجھے 'جوامع الکلم' (جامع کلمات) عطا کیے گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو نہایت مختصر مگر معانی کے اعتبار سے بے حد وسیع ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوالِ زریں پوری زندگی کے اصولوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکھرے ہوئے عرب قبائل کو جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، کلمہِ توحید پر جمع کر کے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ ''جامع'' کا کمال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رنگ، نسل اور زبان کے فرق کو ختم کر کے سب کو ایک لڑی میں پرو دیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ جامعیت عطا فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صفت دوسری صفت میں حائل نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیک وقت ایک جری سپاہی بھی ہیں اور نہایت

نرم دل عابد بھی، ایک کامیاب تاجر بھی ہیں اور ایک زاہدِ شب بیدار بھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی وقت میں ایک کامل رسول، ایک عدل پسند حکمران، ایک ماہرِ حرب سپہ سالار، ایک شفیق باپ، ایک وفادار شوہر، ایک امانت دار تاجر اور ایک مخلص دوست تھے۔

''اسمِ گرامی 'جامع' اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ اب کمالِ انسانی کی تلاش میں کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ عظمت کے تمام راستے ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر ختم ہو جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بحرِ بے کنار ہیں جس میں معرفت کے تمام دریا آ کر مل جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'جامعِ کمالات' ہیں جن کی پیروی انسان کو ہر پہلو سے مکمل کر دیتی ہے۔''

سَیِّدُنا مُقْتَفٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سابقہ انبیاء کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور ان کے مشن کی تکمیل کرنے والے

''مقتفٍ'' کا لغوی مطلب ہے ''پیچھے آنے والا'' یا ''نقشِ قدم پر چلنے والا''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جو تمام انبیاءِ کرام کے بعد تشریف لائے اور جنھوں نے تمام سابقہ انبیاء کے مشن کی تصدیق فرمائی اور ان کی دعوت کو مکمل کر کے اسے کمال تک پہنچایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابقہ انبیاء کی عزت و تکریم اور ان کی تعلیمات کے جوہر کو اپنی شریعت میں سمویا۔

قرآنِ کریم میں اللہ نے حکم دیا:

''أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ''

''یہ وہ لوگ (انبیاءِ کرام) تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی تھی، پس (اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان ہی کے راستے (ہدایت) کی پیروی کریں۔'' (الانعام:۹۰)

اس آیت کا مفہوم بہت گہرا ہے، خاص طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک کے حوالے سے۔

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے متعدد (18) انبیاءِ کرام کے نام ذکر فرمائے۔ پھر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ ان سب کی جو انفرادی خوبیاں اور ہدایات تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کو اپنی ذات میں جمع فرما لیں۔ اسی لیے مفسرین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تمام انبیاء کے کمالات کا جامع ہے۔

اگر حضرت نوحؑ میں شکر تھا، حضرت ابراہیمؑ میں خلت تھی، حضرت موسیٰؑ میں جرات تھی

اور حضرت عیسیٰؑ میں زہد تھا، تو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ ان تمام عالی شان صفات کی پیروی کرتے ہوئے انھیں اپنی ذات میں یکجا کرلیں۔

حضور ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کو زندہ کیا اور حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہ السلام کی بشارتوں کی عملی تعبیر بن کر دکھایا۔ آپ ﷺ کا انتخاب اس لیے ہوا تاکہ آپ ﷺ تمام الٰہی سلسلوں کے نچوڑ اور حاصل بن کر سامنے آئیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور مقفی ہوں اور حاشر ہوں اور نبی التوبہ ہوں اور نبی الرحمۃ ہوں، بعض روایات میں نبی الملحمہ کے الفاظ بھی آئے ہیں (صحیح مسلم، مسند احمد، شمائل ترمزی)

''اسمِ گرامی 'مقتفی' اس عاجزی اور تسلسل کا نشان ہے جو نبوت کا خاصہ ہے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ دینِ اسلام کوئی نیا فلسفہ نہیں بلکہ وہی قدیم سچائی ہے جس کی آبیاری لاکھوں انبیاء نے کی۔ آپ ﷺ وہ 'مقتفیِ اعظم' ہیں جنھوں نے پچھلی تمام شمعوں کے نور کو اپنے چراغ میں جمع کرلیا اور کائنات کو ہدایت کی وہ روشنی دی جس کے بعد اب کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں رہی۔''

سَیِّدُنَا مُقَفِّی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ جن پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا

لفظ ''مُقَفِّ'' عربی لغت میں 'قفّٰی' سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں ''پیچھے لانے والا'' یا ''ختم کرنے والا''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جس نے انبیاء کے سلسلے کی پیروی کی اور اسے اپنے پیچھے لا کر ختم کر دیا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آخری کڑی ہیں جس کے بعد نبوت کی زنجیر مکمل ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ جس طرح عبارت کا آخری لفظ (قافیہ) پوری تحریر کو مکمل اور خوبصورت بنا دیتا ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس نے قافلہ نبوت کو کمال تک پہنچا دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سابقہ تمام نبوتوں کی تصدیق اور ان کے فیضان کی انتہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لائے ہوئے پیغام کو جلا بخشی اور اسے تا قیامت ایک عالمگیر شریعت کی صورت میں نافذ فرما دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا: ''میرا نام المقفّی ہے''۔ جس طرح ایک قافلے کے پیچھے چلنے والا سب کو سمیٹتا ہوا آتا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام گذشتہ شریعتوں کے حقائق کو سمیٹا اور نبوت کے باب پر مہر لگا دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا کہ کائنات کے اس عظیم الشان ہدایت کے نظام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے ''انسانِ کامل'' پر مکمل کیا جائے۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے تمام الہامی سلسلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں آ کر ختم ہو گئے اور انسانیت کو ہدایت کا وہ آخری اور مکمل راستہ (صراط مستقیم) مل گیا جس کے بعد کسی اور رہبر کی حاجت نہ رہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا 'مقفی' ہونا اس بات کی ضمانت ہے کہ اب نجات اور کامیابی صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آخری کڑی ہیں جس نے بندگی کے تمام تقاضوں کو پورا کر کے خالق اور مخلوق کے درمیان رابطے کو معراج عطا کر دی۔

''اسمِ گرامی 'مقفی' اس ابدی حقیقت کا اعلان ہے کہ اب ہدایت کی تلاش میں کسی نئے رہبر کا انتظار فضول ہے۔ یہ نام ہمیں یہ پیغام دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیج کر نبوت کے دفتر پر مہر لگا دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آخری مسافر ہیں جس کے بعد وحی کا راستہ بند ہو گیا اور جس کی پیروی اب رہتی دنیا تک نجات کا واحد ذریعہ ہے۔''

سَیِّدُنَا رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حق و باطل کے معرکوں میں شجاعت دکھانے والے رسول

یہ نام بہادری اور استقامت عطا کرتا ہے۔

''ملاحم'' جمع ہے 'ملحمہ ' کی، جس کے معنی ہیں ''بڑا معرکہ'' یا ''خونریز جنگ''۔

اس سے مراد وہ رسول ہیں جو باطل کو مٹانے کے لیے میدانِ کارزار میں تشریف لائے اور جنھوں نے کفر کی طاقتوں کے خلاف عظیم معرکے لڑ کر حق کا پرچم بلند کیا۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت اور باطل شکن صفت کو ظاہر کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف مسجد کے گوشے میں بیٹھنے والے زاہد نہ تھے، بلکہ ضرورت پڑنے پر میدانِ جنگ کے وہ سپہ سالار تھے جن کی بہادری کی قسم دشمن بھی کھاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا: ''أنا نبی التوبة، وأنا نبی الملاحم'' (میں توبہ کا نبی ہوں اور میں ہی جنگوں کا نبی ہوں) (ترمذی: ۳۶۱)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 10 سالہ مدنی زندگی میں تقریباً 27 غزوات کی قیادت فرمائی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ ''رسولِ الملاحم'' کی عملی تصویر ہے کہ اتنے مختصر وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف اتنے معرکے لڑے بلکہ پورے عرب کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔

جنگِ بدر، احد اور حنین جیسے معرکے اس بات کے گواہ ہیں کہ جب بڑے بڑے بہادروں کے قدم ڈگمگا جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا تا کہ دنیا کو معلوم ہو کہ حق کی سربلندی کے لیے ہر قسم کی قربانی اور شجاعت لازم ہے۔

''اسمِ گرامی 'رسول الملاحم' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس جرات اور شجاعت کا عنوان ہے جس

نے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ مومن نرم دل تو ہوتا ہے لیکن حق کے دشمنوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مردِ میداں' ہیں جنھوں نے اپنی شجاعت سے کفر کا غرور مٹایا اور رہتی دنیا تک مظلوموں کے لیے حوصلے کی ڈھال بن گئے۔''

....

زیادہ تر محدثین اور مورخین (جیسے ابنِ اسحاق) کے نزدیک غزوات کی کل تعداد ۱۹ یا ۲۷ بتائی جاتی ہے، لیکن ان اختلافات کی وجہ یہ ہے کہ کچھ راویوں نے ان مہمات کو شمار نہیں کیا جن میں باقاعدہ قتال نہیں ہوا۔

سَیِّدُنَا رَسُوْلُ الرَّاحَۃِ (ﷺ)

وہ رسول جن کی شریعت امت کے لیے باعثِ سکون اور راحت ہے

''راحت'' کا مطلب ہے ''سکون، آرام، اور تنگی کا دور ہونا''۔

اس سے مراد وہ رسول ہیں جن کی تشریف آوری انسانیت کے لیے سکون کا باعث بنی۔ آپ ﷺ وہ دین لائے جس میں مشقت کم اور اجر زیادہ ہے، اور جس نے انسانوں کے کندھوں سے جہالت کے سنگین بوجھ اتار دیے۔

حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی سراپا سکون تھی۔ جو آپ ﷺ کی محفل میں آتا، اس کے دل کا اضطراب ختم ہو جاتا۔

قرآنِ کریم میں اللہ نے فرمایا ہے کہ '' الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ...'' ترجمہ ''(یہ رحمت ان لوگوں کے لیے ہے) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبیِ اُمی ہے، جس (کی صفات) کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ انھیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے اور ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر (پچھلی شریعتوں میں) تھے۔'' (سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۷)۔

آپ ﷺ کا انتخاب اس لیے ہوا کہ انسانیت کو صدیوں کی ذہنی اور روحانی بیڑیوں سے آزاد کر کے ابدی راحت عطا کی جائے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اپنے نام بتائے ''میں محمد ہوں، احمد ہوں، المقفی (سب سے بعد میں آنے والا) الحاشر (جمع کرنے والا) نبی التوبہ اور نبی الرحمہ ہوں (مسند احمد: حدیث نمبر ۱۹۵۴۱)

قبل از اسلام لوگ توہمات، غلط رسوم و رواج اور شرک کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کو ان ذہنی اور معاشرتی آلائشوں سے نجات دلا کر ابدی راحت عطا فرمائی۔

جاہلیت کے دور میں غلاموں اور عورتوں پر زندگی تنگ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کر انھیں حقوق دیے اور معاشرے میں وقار عطا کیا، جس سے ان کی زندگی میں ''راحت'' آئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اپنی امت کے لیے آسانی پسند فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاعدہ تھا، ''آسانی پیدا کرو، تنگی پیدا نہ کرو''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے مجھے سیدھے اور آسان دین کے ساتھ بھیجا گیا ہے (طبرانی: جلد ۸: صفحہ ۱۷۸)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبادت اور معاملات میں ہمیشہ آسانی کو پسند فرمایا اور امت کو تنگی میں ڈالنے سے گریز کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اور راحت کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔ جب تھک جاتے یا کوئی پریشانی ہوتی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے: (اے بلال! ہمیں نماز کے ذریعے راحت پہنچاؤ)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کبھی دنیاوی پریشانیوں سے گھبراتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں بیٹھ کر سارا غم بھول جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور دیکھنا ہی ان کے لیے راحتِ جاں تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''رسول الراحۃ'' اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور لوگ پریشانی میں ڈوبے ہوں گے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہی مومنین کے لیے راحت اور چین کا ذریعہ بنے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہی لوگ جنت (جو

کہ دارِ راحت ہے) میں داخل ہوں گے۔

''اسمِ گرامی 'رسول الراحۃ' اس حقیقت کا مظہر ہے کہ کائنات کا حقیقی سکون صرف درِ مصطفیٰ ﷺ کی غلامی میں ہے۔ یہ نام پکارتے ہی روح کو وہ ٹھنڈک ملتی ہے جو تپتی دھوپ میں کسی گھنے سائے سے ملتی ہے۔ آپ ﷺ وہ 'سائبانِ راحت' ہیں جس کے سائے میں آکر تھکی ہاری انسانیت اپنے تمام دکھ بھول جاتی ہے اور اسے وہ ابدی چین نصیب ہوتا ہے جو کہیں اور میسر نہیں۔''

سَیِّدُنَا کَامِلٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ہر عیب سے پاک اور ہر صفت میں مکمل ذات

لفظ ''کامل'' عربی لغت میں 'کمال' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ''وہ ہستی جس میں تمام خوبیاں اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہوں اور جس میں کسی قسم کا کوئی عیب یا نقص باقی نہ رہا ہو''۔

اس سے مراد وہ ذاتِ اقدس ہے جس کی سیرت، صورت، اخلاق، نسب اور نبوت کو اللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے مکمل اور اکمل بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ انسانیت کے وہ نقطۂ عروج ہیں جہاں کمال خود آپ ﷺ پر نازاں ہے۔ صحابہ کرامؓ فرمایا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کی جسمانی ساخت اور حسن و جمال کے تخلیق ایسی تھی جیسے آپ ﷺ خود اپنی مرضی سے تخلیق کیئے گئے ہوں (یعنی ہر لحاظ سے متوازن اور خوبصورت)۔ قرآن مجید گواہی دیتا ہے کہ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (اور بیشک آپ ﷺ اخلاق کے بڑے مرتبے پر فائز ہیں (سورۃ القلم: ۴)

حضور ﷺ کی ذات میں کمال کا یہ عالم ہے کہ آپ ﷺ کا ہر وصف اپنی جگہ ایک سمندر رہے۔ آپ ﷺ کا عدل کامل، آپ ﷺ کی شجاعت کامل، اور آپ ﷺ کی بندگی کامل اور آپ ﷺ کا اخلاق کامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں دینِ اسلام کی تکمیل کا اعلان آپ ﷺ ہی کی ذات سے منسوب فرمایا: ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ '' (آج میں نے تمھارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا) (المائدہ؛ ۳)

کسی انسان کا کامل ہونا یہ ہے کہ اس کا ظاہر اس کے باطن کے مطابق ہو، اور حضور ﷺ کا ظاہر و باطن نورِ حق سے اس قدر معمور ہے کہ کائنات کی کوئی آنکھ آپ ﷺ کے کسی عمل میں ادنیٰ سا نقص بھی تلاش نہیں کر سکی۔

ایک یتیم بچے سے لے کر ایک عظیم فاتح اور حکمران تک، زندگی کا کوئی ایسا موڑ نہیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سے مکمل رہنمائی نہ ملتی ہو۔

محدثین فرماتے ہیں کہ باقی انبیاء کو کمال کے الگ الگ حصے دیے گئے (مثلاً حضرت یوسفؑ کو حسن، حضرت موسیٰؑ کو جلال، حضرت عیسیٰؑ کو زہد)، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں تمام کمالات کو جمع کر کے اسے ''کمالِ مطلق'' بنا دیا گیا۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

(یوسفؑ کا حسن، عیسیٰؑ کا معجزہ اور موسیٰؑ کا روشن ہاتھ؛ وہ تمام خوبیاں جو تمام حسینوں میں الگ الگ تھیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکیلی ذات میں موجود ہیں)۔

''اسمِ گرامی 'کامل' اس حقیقت کا اعلان ہے کہ انسانیت کا سفر ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر اپنی منزل پا چکا ہے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ اگر ہم اپنی زندگیوں میں حسن اور توازن پیدا کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں اسی 'کاملِ اکمل' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آفتابِ کمال ہیں جس کے طلوع ہونے کے بعد اب کسی اور ستارے کی ضرورت نہیں رہی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور میں ہدایت کے تمام رنگ مکمل ہو چکے ہیں۔''

سَیِّدُنَا اِکْلِیْلُ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نبوت کا تاج اور کائنات کا اعزاز

''اکلیل'' کا لغوی مطلب ہے ''تاج'' (Crown)۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جو تمام انبیاء کرام کے سر کا تاج اور پوری کائنات کی زینت ہے۔ جس طرح تاج سب سے بلند مقام پر ہوتا ہے، اسی طرح اللہ نے آپ ﷺ کو تمام مخلوقات پر فضیلت اور بلندی عطا فرمائی ہے۔

حضور ﷺ کی تشریف آوری سے کائنات کو وہ وقار ملا جو اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ آپ ﷺ تمام انبیاء کے امام اور تمام انسانوں کے سردار (سید ولد آدم) ہیں۔ یہ لقب آپ ﷺ کی اس عظمت اور فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔ جس طرح تاج جسم میں سب سے اونچے مقام (سر) پر ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ پوری مخلوق میں سب سے بلند رکھا۔

شبِ معراج میں جب تمام انبیاء نے آپ ﷺ کی اقتدا کی، تو عملاً یہ ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ ان سب کے سردار اور تاجدار ہیں۔ آپ ﷺ کا انتخاب اس لیے ہوا تا کہ آپ ﷺ کی صورت میں انسانیت کو اس کا کھویا ہوا وقار اور عزت کا ''تاج'' واپس مل سکے۔

الغرض آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی سلسلہ نبوت کا وہ درخشاں تاج ہے جس کے بعد یہ سلسلہ مکمل ہو گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے تخلیق میں آپ ﷺ کو ایک مرکزی مقام عطا فرمایا، آپ ﷺ کی ذات اس کائنات کے ماتھے کا جھومر ہے اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائیں گے اور آپ ﷺ کے سر پر شفاعت کا وہ تاج سجایا

جائے گا جسکی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی بخشش فرمائیں گے۔

''اسمِ گرامی 'اکلیل' اس حقیقت کا استعارہ ہے کہ کائنات کی تمام تر عظمتیں ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد طواف کرتی ہیں۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ انسانیت کو جو بھی وقار اور سربلندی ملی ہے، وہ اسی 'تاجدارِ مدینہ' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کے صدقے ملی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'اکلیلِ نور' ہیں جن کے بغیر ہدایت کا تصور نامکمل ہے اور جن کی پیروی ہی انسان کے سر پر حقیقی عزت کا تاج سجاتی ہے۔''

سَیِّدُنَا مُدَّثِرٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

چادر اوڑھنے والے

لفظ ''مدثر'' لغتِ عرب میں 'تَدَثَّرَ' سے ہے، جس کا مطلب ہے ''چادر اوڑھنے والا'' یا ''وہ شخص جو اوپر سے کوئی کپڑا لپیٹ لے''۔

یہ اللہ تعالیٰ کا وہ محبت بھرا خطاب ہے جو اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت دیا جب آغازِ نبوت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی بار وحی لے کر آئے، تو اس رعب اور عظمت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لرزہ طاری ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''زَمِّلُوْنِي زَمِّلُوْنِي'' (مجھے کملی اڑھادو، مجھے کملی اڑھادو)۔

تب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان محبت بھرے الفاظ سے پکارا: ''اے چادر اوڑھنے والے! اٹھیئے اور (لوگوں کو) ڈرایئے''۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس خاص کیفیت (چادر میں لپٹنے) سے پکارا، جو انتہائی پیار اور اپنائیت کا اظہار ہے۔

جب اللہ نے فرمایا: ''يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَأَنْذِرْ'' (اے چادر اوڑھنے والے! اٹھیئے اور ڈرایئے)۔ اس پکار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوشۂ تنہائی سے نکال کر میدانِ عمل میں لا کھڑا کیا۔ یہ صفت بتاتی ہے کہ اللہ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ہر ادا سے پیار ہے۔

یہ لقب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سادگی اور عاجزی کی علامت بھی ہے کہ کائنات کے سردار ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سادہ سی چادر میں لپٹ کر آرام فرماتے تھے۔

''اسمِ گرامی 'مدثر' اس انوکھے تعلق کا عنوان ہے جو خالق اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ہے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ نبوت کا بوجھ کتنا عظیم ہے جسے سنبھالنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر کی اوٹ لی، مگر اللہ نے اسی چادر سے نکال کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری کائنات کا ہادی بنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'چادر پوش' ہیں جن کی ایک جنبشِ لب نے دنیا کے ایوانوں میں انقلاب برپا کر دیا اور جن کی کملی کے سائے میں آج پوری امت پناہ لیتی ہے۔''

سَیِّدُنَا مُزَّمِّلٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کملی میں لپٹنے والے

لفظ ''مزمل'' عربی لغت میں 'تزمل' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ''کپڑے میں لپٹنے والا'' یا ''کملی اوڑھنے والا''۔ قرآنِ مجید کی 73 ویں سورت ''سورہ المزمل'' اسی نام سے پکاری جاتی ہے۔

جس طرح ''مُدَّثِّر'' کا تعلق وحی کے ابتدائی رعب اور چادر اوڑھنے سے ہے، اسی طرح مُزَّمِّل بھی ایک خاص کیفیت اور اللہ کی محبت بھری پکار کا مظہر ہے۔

''مُدَّثِّر'' اور ''مُزَّمِّل'' میں باریک فرق ہے، اگرچہ دونوں کا ترجمہ ''چادر اوڑھنے والے'' کیا جاتا ہے، لیکن علماءِ لغت ان میں ایک لطیف فرق بتاتے ہیں۔

مُدَّثِّر اس چادر کو کہتے ہیں جو اوپر سے اوڑھی جائے اور مُزَّمِّل اس چادر کو کہتے ہیں جس میں انسان خود کو پوری طرح لپیٹ لے۔

یہ اللہ رب العزت کا وہ والہانہ اور پیار بھرا خطاب ہے جو اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا سے وحی کی گراں باری کے بعد گھر تشریف لائے اور کملی اوڑھ لی۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت نشینی اور اللہ سے لو لگانے کی کیفیت کا مظہر ہے۔

ابتدائے نبوت میں قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناسب کوئی لقب تجویز کرنے کے بارے میں مشورہ کیا اور مختلف نام تجویز کیئے، کسی نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاہن ہیں کسی نے مجنون کہا اور کسی نے کہا کہ جادوگر ہیں جو بھائی کو بھائی سے جدا کر دیتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس محفل کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنج ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان ہو کر

لیٹ گئے جیسا کہ رنج اور غم کی حالت میں آدمی کرتا ہے۔ ایسی صورت حال میں اللہ نے آپ ﷺ کو خوش کرنے کے لیے آپ ﷺ کی اسی حالت کو عنوان بنا لیا اور جبرائیلؑ اس صورت کی پہلی آیت لے کر نازل ہوئے جس میں فرمایا گیا، اے مزمل اے کپڑوں میں لپٹے ہوئے اے دشمن کی تدبیروں سے پریشان حال اور غم زدہ۔ اٹھیئے اب آپ ﷺ کے سونے کا وقت نہیں رہا، اب جدو جہد کی طویل منزل آپ ﷺ کے سامنے ہے۔

حضور ﷺ کی زندگی میں راتوں کا قیام اور تنہائی میں ربّ سے مناجات اس نام کی عملی تفسیر ہے۔

قرآنِ کریم کی سورہ المزمل میں اللہ نے آپ ﷺ کو اس نام سے پکار کر آدھی رات یا اس سے کچھ کم قیام کرنے کا حکم دیا۔ یہ صفت بتاتی ہے کہ کائنات کا غم سمیٹنے والے رسول ﷺ جب تھک کر کملی اوڑھتے ہیں، تو خالقِ کائنات خود انھیں پیار سے پکار کر اپنی مناجات کے لیے بیدار کرتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'مزمل' اس روحانی بے خودی اور کمالِ قرب کا نام ہے جہاں بندہ اپنے خالق کے سامنے تمام دنیا سے کٹ کر کمبل کی اوٹ میں پناہ لیتا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب دنیا کی تلخیاں بڑھ جائیں، تو رب کی بندگی اور اس کے حضور گریہ وزاری ہی وہ کمبل ہے جو روح کو قرار دیتا ہے۔ آپ ﷺ وہ 'کمبل پوش' ہیں جن کی راتوں کے سجدوں نے پوری انسانیت کی تقدیر بدل دی اور جن کی آہِ نیم شبی سے کائنات کو ہدایت کا نور ملا۔''

سَیِّدُنَا عَبْدُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کے وہ پیارے بندے جن کی بندگی پر خود اللہ کو ناز ہے

اس کا مطلب ہے ''اللہ کا بندہ''۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ پسندیدہ نام ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ بندگی کی معراج کو ظاہر کرتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی پوری مخلوق میں سب سے کامل بندے ہیں۔اسی لیے نماز میں تشہد کے دوران ہم گواہی دیتے ہیں کہ

''وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ''

(اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں)۔

یہاں ''رسول'' سے بھی پہلے ''عبد'' (بندہ) کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالِ بندگی کو ظاہر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اہم ترین مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی نام سے یاد کیا:

اللہ نے معراج جیسے عظیم سفر کا ذکر کرتے ہوئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی نام سے پکارا (سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ)۔(الاسرا:۱)

وحی کے نزول پر فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی)۔(الکھف:۱)

دعا کے ذکر میں فرمایا: وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ (اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اسے پکارنے کے لیے کھڑا ہوا)۔(الجن:۱۹)

اسلام میں عبد (بندہ) ہونا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہ انسان کا سب سے بڑا اعزاز

ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ اسمِ مبارک (عبداللہ) اس بات کی ضمانت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں غلو نہ کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اللہ کا برگزیدہ بندہ مانا جائے جس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مخلوق کے لیے سب سے بڑا اعزاز اللہ کی سچی بندگی اختیار کرنا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیشہ اپنی بندگی کو فخر سمجھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عاجزی کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے اور زمین پر تشریف فرما ہوتے۔

''اسمِ گرامی 'عبداللہ' اس رازِ بندگی کا عنوان ہے جس نے انسان کو غیر اللہ کی غلامی سے نکال کر خالقِ حقیقی کے در پر جھکا دیا۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ انسان جتنا زیادہ اللہ کا بندہ بنتا جاتا ہے، اللہ اسے اتنا ہی بلند مقام عطا فرماتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'عبدِ کامل' ہیں جنھوں نے بندگی کو وہ وقار بخشا کہ آج کائنات کا ہر ذرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بندگی پر رشک کرتا ہے۔''

سَیِّدُنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کے سب سے محبوب دوست

’’حبیب‘‘ کا مطلب ہے ’’وہ جس سے محبت کی جائے‘‘ یا ’’محبت کرنے والا‘‘۔یعنی وہ ہستی جو نہ صرف محبت کرے بلکہ جس سے انتہا درجے کی محبت کی جائے اور جس کی ہر ادا محبوب کو پسند ہو۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ اختصاصی لقب ہے جو بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب اور لاڈلے پیغمبر ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ’’خلیل اللہ‘‘ (اللہ کے دوست) ہیں، جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ’’حبیب اللہ‘‘ ہیں۔علماء ان دونوں کے درمیان ایک بہت لطیف اور خوبصورت فرق بیان کرتے ہیں کہ خلیل وہ ہوتا ہے جو اللہ کی محبت کی تلاش کرے اور اس کی رضا چاہے (خلیل وہ جو مرضیِ مولیٰ چاہے)۔حبیب وہ ہوتا ہے جس کی رضا خود اللہ چاہے (حبیب وہ جس کی مرضی مولیٰ چاہے)۔

قرآن میں فرمایا گیا وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (اور عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا دے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہو جائیں گے) (الضحیٰ؛۵)

نیز سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۴۴ میں فرمایا کہ: قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ... ’’اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں، پس ہم ضرور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ’حبیب اللہ‘ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ کائنات کی تخلیق کی اصل وجہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی محبت کے اظہار کے لیے کائنات کو سجایا۔

اللہ نے قرآن میں اعلان فرما دیا کہ ''قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ'' (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا)۔ (آل عمران: ۳۱)

یہ حبیب اللہ ہونے کا مقام ہے کہ محب (اللہ) تک پہنچنے کا واحد راستہ محبوب (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی گلی سے گزرتا ہے اس کے علاوہ کوئی راستہ اللہ تک نہیں پہنچتا چاہے اس میں عبادات کی کتنی ہی زیادتی کیوں نہ ہو۔

''اسمِ گرامی 'حبیب اللہ' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ اللہ کی بندگی کا کمال اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں پوشیدہ ہے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ بندگی صرف ڈر اور خوف کا نام نہیں بلکہ یہ عشق اور والہانہ محبت کا سفر ہے جس کی انتہا ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'حبیبِ کبریا' ہیں جن کے نام پر درود پڑھنا خود اللہ اور اس کے فرشتوں کی سنت ہے۔''

سَیِّدُنَا صَفِیُّ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

خالص، برگزیدہ، چنے ہوئے

لفظ ''صفی'' عربی لغت میں 'صفوٗ' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ''خالص، برگزیدہ، چنا ہوا اور وہ جس میں کوئی آمیزش نہ ہو''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کے انتخاب کے بعد اپنے لیے خاص کر لیا ہو۔ یعنی اللہ نے تمام مخلوقات میں سے انسانوں کو انسانوں میں سے انبیا کو اور انبیا میں سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی خاص محبت کے لیے منتخب فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے وہ ''صفی'' ہیں جن کا انتخاب کسی ظاہری سبب سے نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جوہرِ ذاتی کی پاکیزگی کی بنا پر اوّل ہی میں کر لیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہر طرح کی باطنی اور ظاہری برائی سے پاک پیدا فرمایا۔

اللہ نے مخلوق کی تخلیق سے بھی پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کو اپنے قرب کے لیے منتخب فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تخلیق اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نسب کائنات میں سب سے زیادہ خالص اور ستھرا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود فرمایا ''اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے اسماعیلؑ کو چنا، ان میں سے بنی کنانہ کو، ان میں سے قریش کو، ان میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے چن لیا''۔ یہ 'صَفْوَۃُ الْخَلْقِ'' (مخلوق کا نچوڑ) ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفتِ صفی کا کمال ہے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام عیوب سے پاک کر کے اپنا برگزیدہ بنایا۔

''اسمِ گرامی 'صفی اللہ' اس انتخابی عظمت کا نام ہے جو صرف اور صرف ذاتِ

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ہے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی نظر میں تمام جہانوں سے زیادہ قیمتی اور معتبر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'منتخبِ روزگار' ہیں جن کے حسنِ انتخاب پر خود خالقِ کائنات ناز فرماتا ہے اور جن کی غلامی ہی انسان کو اللہ کی بارگاہ میں معتبر بناتی ہے۔''

سَیِّدُنَا نَجِیُّ اللہِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ سے سرگوشی اور راز و نیاز کی باتیں کرنے والے

لفظ ''نجی'' عربی لغت میں 'نجویٰ' سے ہے، جس کا مطلب ہے ''راز و نیاز کرنے والا'' یا ''وہ جس سے پوشیدہ کلام کیا جائے''۔

اس سے مراد وہ عظیم ہستی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے تنہائی میں راز کی باتیں کیں۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو 'کلیم اللہ' کہا جاتا ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''نجی'' ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب ''کلیم اللہ'' ہے (جن سے اللہ نے طورِ سینا پر کلام کیا)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب ''نجیُّ اللہ'' ہے (جن سے اللہ نے عرشِ بریں پر راز و نیاز کی باتیں کیں)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے رب سے تعلق صرف پیغام رسانی تک محدود نہ تھا بلکہ یہ ایک راز دارانہ محبت کا تعلق تھا۔

معراج کی رات جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''قاب قوسین'' کے مقام پر پہنچے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ کلام فرمایا جس کا ذکر قرآن نے ان الفاظ میں کیا: ''فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی'' (پس وحی کی اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی) (النجم: ۱۰)۔ یہ ''راز'' مفسرین کے نزدیک وہ خصوصی کلام تھا جو صرف اللہ اور اس کے نجی (راز دار) کے درمیان تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے بارے میں فرمایا کہ آگاہ رہو میں اللہ کا نجی ہوں اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہتا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۱۶)

''اسمِ گرامی 'نَجِیُّ اللہِ' اس کمالِ قرب کا آئینہ دار ہے جہاں زبان خاموش اور دل ہم کلام ہوتے ہیں۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے کتنے معتمد اور پیارے ہیں کہ

خالقِ کائنات نے اپنے رازوں کی امانت آپ ﷺ کے سینہِ اقدس میں رکھ دی ہے۔ آپ ﷺ وہ ’رازدانِ کبریا‘ ہیں جن کے وسیلے سے ہمیں رب کی پہچان ملی اور جن کی خلوتوں کے صدقے ہمیں بندگی کی جلوتیں نصیب ہوئیں۔‘‘

سَیِّدُنَا کَلِیْمُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اللہ سے بلا واسطہ کلام کرنے والے

''کلیم'' کا مطلب ہے ''کلام کرنے والا''۔

اگرچہ یہ لقب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے مشہور ہے، لیکن امام جزولیؒ اور دیگر عارفین نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسماء میں اس لیے شامل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت موسیٰؑ سے بھی اعلیٰ درجے کا کلامِ الٰہی سنا۔ حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور پر کلام سنا، جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے جاکر اللہ سے براہِ راست کلام فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ سے کلام کرنا ''سوال و جواب'' کی صورت میں تھا، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''عطا اور سرگوشی'' (نجویٰ) کی صورت میں تھا۔ اسی طرح علما اور مفسرین نے ان دونوں جلیل القدر نبیوں کے کلام میں ایک اور لطیف فرق بھی بیان کیا ہے کہ سیدنا موسیٰؑ نے زمین پر اللہ سے کلام کیا جبکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکان ولامکاں کی حدیں پار کر کے عرشِ اعظم پر اللہ سے ہمکلام ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلنے والا ہر لفظ درحقیقت منشائے الٰہی کا ترجمان تھا۔

قرآنِ کریم نے گواہی دی: ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى''

(اور وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو صرف وحی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ''کلیم'' ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلام ہی دراصل اللہ کا کلام ہے۔ (النجم: ۳، ۴)

اب گزشتہ چند اسما کو اکٹھا کر کے دیکھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عبد اللہ (اللہ کے بندے) ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حبیب اللہ (اللہ کے محبوب) ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صفی اللہ (اللہ کے چنے

ہوئے) ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجی اللہ (اللہ سے سرگوشیاں کرنے والے) ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلیم اللہ ہیں یعنی بلواسطہ راز و نیاز کا کلام کرنے والے ہیں۔تو یہ عبداللہ سے کلیم اللہ تک کا سفر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ عبدیت کی معراج کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ مقام آج تک کسی اور ہستی کو حاصل ہوا اور نہ ہی ہوگا۔

''اسمِ گرامی 'کلیم اللہ' اس بے مثال قربت کا عنوان ہے جہاں خالق اور مخلوق کے درمیان تمام پردے اٹھ جاتے ہیں۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے اتنے مقرب ہیں کہ کائنات کا مالک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست گفتگو فرماتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'خطیبِ عرش' ہیں جن کے کلام سے کائنات کو ہدایت ملی اور جن کی ہم کلامی نے بندگی کو وہ وقار بخشا کہ آج فرشتے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو پر رشک کرتے ہیں۔''

سَیِّدُنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نبوی سلسلے کی آخری مہر

لفظ ''خاتم'' (تا کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ) عربی لغت میں 'ختم' سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں ''مہر لگا دینا''، ''بند کر دینا'' یا ''آخری زینت''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جس پر نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے وہ آخری نبی ہیں جن کے بعد اب قیامت تک نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ ہی کسی نئی وحی کی ضرورت باقی ہے۔ یہ اسمِ مبارک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور دینِ اسلام کی ابدیت کی سب سے بڑی علامت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد نے انسانیت کو ہدایت کے اس مقام پر پہنچا دیا جہاں اب کسی مزید رہنمائی کی گنجائش نہیں رہی۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ الاحزاب میں واضح طور پر ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمھارے مَردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے (آخری نبی) ہیں۔ (الاحزاب؛ ۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اس صفت کو ایک نہایت خوبصورت مثال سے واضح فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک بہت خوبصورت محل بنایا لیکن اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔

لوگ اس کے گرد گھومتے اور خوش ہوتے، مگر کہتے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ لگائی گئی؟

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں'' (یعنی میرے آنے سے وہ محل مکمل ہو گیا)۔ (بخاری و مسلم)

اور میرے بعد کوئی نبی نہیں (لَا نَبِيَّ بَعْدِی)۔ یہ آپ ﷺ کا وہ منصب ہے جس پر پوری امت کا اجماع ہے۔

''اسمِ گرامی 'خاتم الانبیاء' اس حقیقتِ کبریٰ کا عنوان ہے کہ ہدایت کا سورج اپنی معراج پر پہنچ کر اب ابدی ہو چکا ہے۔ یہ نام ہمیں یہ ایقان عطا کرتا ہے کہ ہماری نجات صرف اور صرف درِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی میں ہے۔ آپ ﷺ وہ 'مہرِ نبوت' ہیں جس نے حق اور باطل کے درمیان آخری لکیر کھینچ دی اور جس کے بعد اب صرف اتباعِ رسول ہی وہ واحد راستہ ہے جو اللہ کی خوشنودی تک لے جاتا ہے۔''

سَیِّدُنَا خَاتَمُ الرُّسُلِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

رسولوں کے سلسلے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والے

اس کا مطلب ہے ''رسولوں کے سلسلے کو ختم کرنے والے''۔

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہوئی، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رسالت کا باب بھی ابدی طور پر مقفل ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آخری رسول ہیں جنھیں اللہ نے تمام کائنات کے لیے آخری شریعت (قرآن) دے کر بھیجا۔ اب قیامت تک نجات کا واحد راستہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں منحصر ہے۔

سابقہ انبیاء و رسل مخصوص اقوام اور وقت کے لیے آتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت عالمگیر اور ابدی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت نے پچھلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر کے اللہ کی آخری مرضی کو نافذ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اتنی مکمل اور جامع ہے کہ وہ ہر زمانے اور ہر قوم کے تقاضوں کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ علما کے مطابق ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا (رسول وہ ہوتا ہے جسے نئی کتاب یا شریعت عطا کی جاتی ہے)، اس لیے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الرسل کہا جاتا ہے تو اس سے ایک بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ جب رسالت کا درجہ آئندہ کے لیے ختم کر دیا گیا تو نبوت کا درجہ تو خود بخود ہی ختم ہو جائے گا۔

اس اسمِ گرامی سے عقیدہ ختمِ نبوت کی وضاحت ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اللہ کی طرف سے کوئی شریعت نہیں آئے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اب ہر خاص و عام، ہر قوم یا وقت کے لیے حتمی قرار پائے

گی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''امام الرسل'' بھی ہیں اور ''خاتم الرسل'' بھی۔

''اسمِ گرامی 'خاتم الرسل' دینِ اسلام کے مکمل ہونے کا اعلان ہے۔ یہ نام بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے جس نورانی سلسلے کا آغاز کیا تھا، اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ختم کر کے ابدیت عطا کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مہرِ الٰہی ہیں جس کے بعد وحیِ نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا اور اب ہدایت کا ہر راستہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی سے ہو کر گزرتا ہے۔''

سَیِّدُنَا مُحیِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ہدایت کے ذریعے مردہ دلوں کو ابدی زندگی دینے والے

لفظ ''محی'' عربی لغت میں 'احیاء' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ''زندہ کرنے والا''۔ اگرچہ حقیقی معنوں میں 'محی' (زندگی دینے والا) صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ لقب ان کے روحانی اور انقلابی اثرات کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جو مردہ دلوں کو ذکرِ الٰہی سے زندگی عطا کر دے اور جو جہالت کی موت مری ہوئی انسانیت کو ہدایت کی زندگی بخش دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''محی'' ہیں جنھوں نے بھٹکی ہوئی روحوں کو دوبارہ اپنے خالق سے جوڑ کر انھیں ابدی زندگی کا راستہ دکھایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل دنیا اخلاقی اور روحانی طور پر مردہ ہو چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فیض سے اس بنجر زمین کو گلزار بنا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی قوم کو، جو اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتی تھی، علم و حکمت اور حیا کی نئی زندگی دی کہ وہ دنیا کے امام بن گئے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ ''محی'' کا معجزہ ہے کہ آج چودہ سو سال بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مردہ دلوں میں ایمان کی لہر دوڑا دیتا ہے۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محی القلوب (دلوں کو زندہ کرنے والے ہیں) کفر و شرک اور جہالت کہ وجہ سے جو دل مردہ ہو چکے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی معرفت اور قرآن کی تعلیمات کے ذریعے ان دلوں کو نورِ ایمان سے زندہ کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محی السنہ (سنت کو زندہ کرنے والے) ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھلے انبیا کی بھولی بسری تعلیمات اور انسانیت کی اعلیٰ اخلاقی اقدار کو دوبارہ زندہ کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محی انسانیت (انسانیت کو زندہ کرنے والے) ہیں، ظلم و ستم کے دور میں

جب انسانیت سسک رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدل و انصاف، مساوات اور حقوقِ انسان کے ذریعے معاشرے کو ایک نئی اور باعزت زندگی بخشی۔

''اسمِ گرامی 'مُحیِ' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسیحائی کا وہ کمال ہے جس نے صرف جسموں کو نہیں بلکہ روحوں کو جلا بخشی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ساقیِ کوثر ہیں جن کے نقشِ قدم کی خاک بھی اگر مردہ دلوں کو لگ جائے تو وہ عشقِ الٰہی سے سرشار ہو کر ابدی زندگی پا لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام آج بھی مردہ قوموں میں زندگی کی لہر دوڑانے کی طاقت رکھتا ہے۔''

سَیِّدُنَا مُنْجٍ (ﷺ)

گمراہی اور عذاب سے نجات دلانے والے

لفظ ''مُنْجٍ'' عربی لغت میں 'انجاء' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ''نجات دینے والا'' یا ''خطروں سے باہر نکالنے والا''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جو اپنی امت کو کفر کی تاریکیوں، دنیاوی آفات اور آخرت کے ہولناک عذاب سے نجات دلانے والی ہو۔ حضور ﷺ وہ ''منجی'' ہیں جن کا دامن تھام لینے والا ہلاکت کے سمندر سے نکل کر سلامتی کے ساحل پر پہنچ جاتا ہے۔

آپ ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد ہی انسانیت کو تباہی سے بچانا تھا۔

قرآنِ کریم نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا کہ **وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا...**

''...اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے، تو اللہ نے تمھیں اس (نبی ﷺ کے ذریعے) سے بچالیا۔'' (سورہ آل عمران: 103)

آپ ﷺ نے اپنی دعاؤں، اپنی تعلیمات اور اپنی شفاعت کے ذریعے امت کے لیے نجات کا راستہ ہموار کیا۔ آپ ﷺ کا انتخاب اس لیے ہوا کہ آپ ﷺ کائنات کے سب سے بڑے محسن اور نجات دہندہ ہیں۔ یعنی آپ ﷺ نے کفر و شرک جیسی لعنت سے نجات دلوائی جبکہ انسانیت بت پرستی اور شرک کے گڑھے میں گر چکی تھی، آپ ﷺ نے ان کو اس ہلاکت کی پستی سے نکالا اور خدائے واحد کی بندگی کی طرف لے آئے۔ آپ ﷺ کی

اتباع آخرت کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اسوۃ حسنہ کے ذریعے معاشرے کو ظلم،طبقاتی فرق اور جہالت سے نجات دلائی اور روزِ محشر بھی مقام محمود پر فائز ہو کر تمام امتیوں کی شفاعت کا باعث ہوں گے۔

''اسمِ گرامی 'مُنجٍ' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ مسیحائی کا مظہر ہے۔یہ نام پکارتا ہے کہ جب انسان اپنے گناہوں کے بوجھ تلے دب جائے اور اسے نجات کی کوئی راہ نظر نہ آئے،تو اسے دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھام لینا چاہیے،کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ سہارا ہیں جو دنیا کے غموں اور آخرت کے عذاب سے خلاصی دلانے والے ہیں۔''

سَیِّدُنَا مُذَکِّرٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کی توحید اور آخرت کی یاد دلانے والے

''مذکر'' کا لغوی مطلب ہے ''یاد دہانی کرانے والا'' یا ''غفلت سے بیدار کرنے والا''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جو انسان کو اس کا بھولا ہوا عہدِ الست یاد دلائے اور اسے کائنات کی حقیقت سے آگاہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سورہ الغاشیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو براہِ راست اس لقب سے مخاطب فرمایا ہے:

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ

''پس (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیحت کیجیے (یاد دہانی کرائیے)، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بس نصیحت کرنے والے (مذکر) ہی ہیں۔'' (سورہ الغاشیہ: 21)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا اسلوب یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی عقل اور ان کی فطرت کو جھنجھوڑتے تھے تاکہ وہ غفلت کی نیند سے جاگ جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی روح کو عہدِ الست میں اللہ کی توحید کے کیئے گئے وعدے جو کہ وہ دنیا کی رنگینیوں میں بھول گیا تھا یاد کروائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکینِ مکہ کو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو کر پکارا اور انھیں آنے والے عذاب سے ڈرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کائنات کے ذرے ذرے میں اللہ کی نشانیاں دکھا کر انسان کو اس کے اصل خالق کی یاد دلائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز میں وہ تاثیر ہے جو پتھر دلوں کو بھی تڑپا دیتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندازِ تبلیغ نہایت ہمدردانہ اور مشفقانہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبردستی کرنے

والے نہیں تھے بلکہ ایک ایسے شفیق معلم تھے جو بار بار حق کی یاد دہانی کروا کر بندے کا تعلق خالق کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں۔

''اسمِ گرامی 'مذکر' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصبِ دعوت کی بنیاد ہے۔ یہ نام بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام کوئی اجنبی بوجھ نہیں بلکہ وہ بھولی ہوئی سچائی ہے جو ہر انسان کی روح میں پہلے سے موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بیدار مغز راہنما ہیں جنھوں نے انسانیت کو خوابِ خرگوش سے جگا کر ابدی کامیابی کی راہ پر گامزن کر دیا۔''

سَیِّدُنَا نَاصِرٌ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

حق کے مددگار اور باطل کو مٹانے والے

لفظ ''ناصر'' کا مطلب ہے ''مددگار'' یا ''حمایت کرنے والا''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جو حق کو غالب کرنے کے لیے اللہ کی مدد سے کمر بستہ ہو اور جو مظلوموں اور بے کسوں کا سہارا بنے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دینِ خداوندی کے بھی ناصر ہیں اور اپنی بے بس امت کے بھی ناصر و مددگار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں مظلوموں کی حمایت کا پہلو نہایت نمایاں تھا۔

بعثت سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ میں مظلوموں کی مدد کے لیے مشہور تھے۔ ''حلف الفضول'' (ایک معاہدہ جس کا مقصد مظلوم کی مدد کرنا تھا) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شرکت اس کی بڑی دلیل ہے اور بعثت کے بعد مکہ کے کمزور مسلمانوں (جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہم) کی پشت پناہی کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفتِ ناصر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جنگِ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آہ وزاری اور نصرتِ الٰہی کا نزول اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی وہ ناصر ہیں جن کی بدولت حق کا جھنڈا ہمیشہ بلند رہے گا۔

قیامت کے دن جب ہر کوئی ''نفسی نفسی'' پکار رہا ہوگا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی امت کے لیے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے اور ''امتی امتی'' فرما کر ان کی شفاعت کریں گے۔ اس لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امت کے سب سے بڑے ناصر اور شفیع ہیں۔

''اسمِ گرامی 'ناصر' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس عہد کا مظہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی امت کو کبھی تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ مددگار ہیں جن کی نصرت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں کو ہلا دیا، اور آج بھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کی نصرت کرتا ہے، کائنات کی قوتیں اس کی نصرت کرنے لگتی ہیں۔''

سَیِّدُنَا مَنْصُورٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ ہستی جن کی نصرت کا وعدہ اللہ نے خود فرمایا

لفظ ''منصور'' اسم مفعول ہے، جس کا مطلب ہے ''وہ ہستی جس کی مدد کی گئی ہو'' یا ''جسے غلبہ عطا کیا گیا ہو''۔

اس سے مراد وہ ذاتِ اقدس ہے جس کی نصرت کا ذمہ خود خالقِ کائنات نے اٹھایا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''منصور'' ہیں جن کے دشمن چاہے کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں، اللہ کی غیبی مدد نے ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم چومے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح و کامرانی عطا کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی غیبی تائید و نصرت کا شاہکار ہے۔ کبھی فرشتوں کے نزول سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی گئی تو کبھی دشمنوں کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت ڈال کر آپؐ کی معاونت فرمائی۔

قرآنِ پاک میں اس کا واضح ذکر ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ...

''اگر تم ان (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدد نہ کرو گے تو (کچھ پروا نہیں) اللہ ان کی مدد کر چکا ہے...'' (سورہ التوبہ:40)

(یہ آیت ہجرتِ مدینہ کے اس نازک موقع کی یاد دلاتی ہے جب اللہ نے غارِ ثور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت فرمائی)۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ...

''اور یقیناً اللہ نے بدر میں تمھاری مدد کی جبکہ تم (ظاہری طور پر) بے سر و سامان تھے...'' (سورہ آل عمران:123)

ہجرت کے موقع پر غارِ ثور میں جب دشمن سر پر پہنچ گئے، تو اللہ نے مکڑی کے جالے اور کبوتر کے گھونسلے جیسے کمزور ذریعے سے اپنے ''منصور'' نبی کی وہ حفاظت فرمائی کہ عقلِ انسانی دنگ رہ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا تاکہ دنیا دیکھ لے کہ جسے اللہ غالب کرنا چاہے، اسے پوری کائنات مل کر بھی مغلوب نہیں کر سکتی۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ ہم بادِ صبا سے مدد کئے گئے ہیں جب کہ عاد کو بادِ صرصر سے ہلاک کیا گیا تھا نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مہینے کی مسافت سے ہی دشمن پر رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے (مسلم:۵۲۱)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصور ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا نظام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کبھی بھی مٹ نہیں سکتے کیونکہ ان کی بنیاد اللہ کی نصرت پر ہے۔

''اسمِ گرامی 'منصور' اس حقیقت کا اعلان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابی کسی انسانی سہارے کی مرہونِ منت نہیں بلکہ یہ اللہ کی طرف سے طے شدہ ہے۔ یہ نام مومنین کے دلوں میں یہ یقین پیدا کرتا ہے کہ جو ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جڑ گیا، وہ کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا راہنما خود اللہ کا 'منصور' ہے۔''

سَیِّدُنَا نَبِیُّ الرَّحْمَةِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ نبی جن کی ذات سراپا شفقت ہے

اس کا مطلب ہے ''رحمت والے نبی''

اللہ تعالیٰ خود ''رحمٰن و رحیم'' ہے اور اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اپنی صفتِ رحمت کا مکمل مظہر بنا کر بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سراپا رحمت ہے، جو نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ کفار، حیوانات اور چرند پرند کے لیے بھی سایہ عاطفت ہے۔'' قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ، وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ، (ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے (سورۃ الانبیا: ۱۰۷) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کسی ایک قوم، ملک، مذہب یا دور تک محدود نہیں بلکہ تمام جہانوں کے لیے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کائنات کے ذرے ذرے پر محیط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دور میں رحمت کا درس دیا جب انسانیت پتھر دل ہو چکی تھی۔ ایک اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ کر فریاد کی کہ اس کا مالک اس سے کام زیادہ لیتا ہے اور چارہ کم دیتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے مالک کو بلا کر تنبیہ فرمائی۔

نَبِیُّ الرَّحْمَةِ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور رسول الرَّحْمَةِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ دونوں القابات ''نبیُّ الرحمہ'' اور ''رسولُ الرحمہ'' اگرچہ ایک ہی حقیقت (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا رحمت ہونا) کو بیان کرتے ہیں، لیکن علمی اور فنی اعتبار سے ''نبی'' اور ''رسول'' کے فرق کی وجہ سے ان میں لطیف باریکیاں موجود ہیں۔

ان دونوں میں بنیادی فرق درج ذیل نکات سے سمجھا جا سکتا ہے

نبیُّ الرحمہ: ''نبی'' وہ ہستی ہے جسے اللہ نے اپنی وحی اور غیب کی خبروں کے لیے چنا ہو۔

جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''نبی الرحمہ'' کہتے ہیں، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور شخصیت بذاتِ خود سراپا رحمت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجودِ مبارک ہی اللہ کا سب سے بڑا احسان اور شفقت ہے۔

رسولُ الرحمہ: ''رسول'' وہ ہوتا ہے جو اللہ کا پیغام (شریعت/کتاب) مخلوق تک پہنچائے۔ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''رسول الرحمہ'' کہتے ہیں، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دین، قانون اور پیغام لے کر آئے ہیں، وہ سراسر رحمت ہے۔

نبیُّ الرحمہ کا لقب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اللہ کے درمیان تعلق کے اس پہلو کو ظاہر کرتا ہے جہاں اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی صفتِ رحمت کا مظہر بنا کر غیب کی خبروں سے نوازا۔

جبکہ رسولُ الرحمہ کا لقب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور مخلوق (انسانوں) کے درمیان تعلق کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کا پیغام پہنچاتے ہوئے لوگوں پر کیسی نرمی اور رحمت فرمائی۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے؛ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ... یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نرم خو بنایا اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درشت طبع، سخت دل ہوتے تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھاگ جاتے (آل عمران:۱۵۹)

ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں مقفی ہوں میں حاشر ہوں میں نبی التوبہ ہوں اور میں نبی الرحمہ ہوں (مسلم:۶۱۰۸)

''اسمِ گرامی 'نبی الرحمہ' اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت 'قہر' پر نہیں بلکہ 'مہر' (محبت) پر مبنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ شفیق مربی ہیں جن کی آغوشِ رحمت میں ہر ٹوٹا ہوا دل پناہ پاتا ہے۔ کائنات کا وجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے طفیل قائم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہی خالق اور مخلوق کے درمیان رحمت کا سب سے بڑا واسطہ ہے۔''

سَیِّدُنَا نَبِیُّ التَّوْبَۃِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

جن کی آمد سے امت کے لیے توبہ کے دروازے کھل گئے

عربی زبان میں التوبہ کے معنی پلٹ آنے یا رجوع کرنے کے ہیں۔ اوراس اسمِ گرامی کا مطلب ہے ''توبہ کی راہ دکھانے والے نبی''۔

اس سے مراد وہ نبی ہیں جن کی تشریف آوری سے توبہ کے دروازے قیامت تک کے لیے کھل گئے اور جن کی شفاعت گناہگاروں کے لیے توبہ کی قبولیت کا ذریعہ بنی۔ سابقہ امتوں میں توبہ کے طریقے بہت سخت تھے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے انتہائی آسان بنا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو مایوسی کے اندھیروں سے نکال کر ''توبہ'' کی امید بخشی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی دن میں ستر سے سو مرتبہ استغفار فرما کر امت کو اس کی اہمیت بتاتے تھے۔

صحابہؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں (رَبِّ اغفِر لی وتُب علیَّ، إنكَ أنتَ التَّوابُ الرحیم) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا) کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں (مشکواۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ کی قسم میں اللہ تعالی سے استغفار کرتا ہوں اور دن میں ستر بار سے زیادہ مرتبہ توبہ کرتا ہوں (صحیح البخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی گمشدہ سواری تپتے ہوئے ریگستان میں اچانک مل جائے۔ اس اسم کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا تا کہ گناہگاروں کو درِ الٰہی سے مایوس ہونے کے بجائے رجوع کرنے کا حوصلہ ملے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گناہگاروں کو یہ خوشخبری سنا کر مایوسی سے نکالا کہ:

''التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ''

''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔'' (ابن ماجہ)

''اسمِ گرامی 'نبی التوبہ' اس حقیقت کا اعلان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے کائنات میں 'امید کا باب' کھلا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہادی ہیں جنھوں نے انسان کو سکھایا کہ خطا بشریت ہے لیکن اس پر نادم ہو کر خالق کی طرف رجوع کرنا مقامِ بندگی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت میں توبہ کا دروازہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک کھلا رہے گا۔''

سَیِّدُنَا حَرِیصٌ عَلَیکُم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

امت کی بھلائی اور ہدایت کے لیے نہایت بے چین رہنے والے

لفظ ’’حریص‘‘ لغتِ عرب میں ’حرص‘ سے مشتق ہے، جس کا عام مطلب تو ’’لالچ‘‘ ہوتا ہے، لیکن جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استعمال ہوتو اس کا مطلب ہوتا ہے ’’انتہائی درجے کی تڑپ، ہمدردی، خیرخواہی اور شدید خواہش‘‘۔

اس سے مراد وہ شفیق ہستی ہے جو اپنی امت کی ہدایت، ان کی بھلائی اور انھیں جہنم سے بچانے کے لیے حد درجے بے چین اور تڑپنے والی ہو۔ سورہ التوبہ کی آخری آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار عظیم صفات ذکر فرمائیں:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (التوبہ:۱۲۸)

’’بیشک تمھارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول تشریف لائے، جن پر تمہارا تکلیف میں پڑنا گراں (بھاری) گزرتا ہے، جو تمھاری (بھلائی اور ہدایت کے) بہت حریص ہیں، اور مومنوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہیں۔‘‘ (سورہ التوبہ: 128)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کے حریص تھے کہ کوئی ایک انسان بھی جہنم کی آگ میں نہ جائے اور سب کو ہدایت مل جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ میری امت کو دنیا اور آخرت کی ہر خیر اور بھلائی مل جائے۔

جیسے ایک ماں اپنے بچے کو آگ کی طرف بڑھتے دیکھ کر اسے بچانے کے لیے بے قرار ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے کہیں زیادہ اپنی امت کو گناہوں اور عذاب سے بچانے کے حریص تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اس کیفیت کو ایک مثال سے واضح فرمایا:

''میری اور تمھاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، جب آگ نے اردگرد کو روشن کر دیا تو پروانے اس میں گرنے لگے۔ وہ شخص انھیں آگ سے روکتا ہے مگر وہ اس پر غالب آ کر آگ میں گرے جاتے ہیں۔ (اسی طرح) میں تمھاری کمر پکڑ پکڑ کر تمھیں آگ سے بچاتا ہوں اور تم ہو کہ اس میں گرے جا رہے ہو۔'' (صحیح بخاری و مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی امت کی فکر میں گزری۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی راحت کی اتنی فکر نہ تھی جتنی امت کی نجات کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راتوں کو جاگ جاگ کر اللہ کے حضور اپنی امت کی بخشش کے لیے دعائیں کرتے رہتے یہاں تک کہ وقتِ وصال بھی امت کے بارے میں ہی سوال کرتے ہوئے جان جانِ آفرین کے حوالے فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرص اور تڑپ اس قدر زیادہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کئی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی کہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پیچھے خود کو ہلکان نہ کریں۔

''فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ ...''

''تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پیچھے شدتِ غم سے اپنی جان کھو دیں گے؟'' (سورہ الکہف:6)

''اسمِ گرامی 'حریص' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ساتھ اس بے پناہ محبت کا اظہار ہے جو ایک شفیق باپ سے بھی بڑھ کر ہے۔ یہ صفت بتاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصدِ زندگی صرف پیغام پہنچانا نہیں تھا، بلکہ انسانیت کو ہلاکت سے نکالنے کی ایک ایسی تڑپ تھی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راتوں کی نیند اور دن کا آرام قربان کر دیا تھا۔''

سَیِّدُنَا مَعْلُوْمٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ ہستی جن کا تذکرہ پچھلی آسمانی کتابوں میں موجود تھا

لفظ ''معلوم'' کا لغوی مطلب ہے ''جانا پہچانا، مشہور اور وہ جس کا تذکرہ عام ہو''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جس کا چرچا اور تذکرہ زمینوں اور آسمانوں میں عام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا (وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ) اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو بلند کر دیا (الم نشرح: ۴) اس بلندیٔ ذکر کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک کائنات کی سب سے زیادہ ''معلوم'' ہستی بن گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ معلوم ہیں جن اور فرشتے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامِ نامی سے واقف ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''معلوم'' ہیں جن کی آمد کی خبریں پچھلے تمام انبیاء کی کتابوں میں موجود تھیں اور جن کا ذکرِ خیر فرشتے عرشِ بریں پر کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی سابقہ انبیاء کی کتابوں (تورات اور انجیل) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اہل کتاب کے لیے کوئی ''انجان'' شخصیت نہیں تھے، بلکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف سے پہلے ہی واقف تھے۔ عرب کے یہودی اور عیسائی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پوری طرح واقف تھے، جب غارِ حرا میں پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس عظیم مشاہدے کی وجہ سے لرزہ طاری ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق (سچائی، امانت اور صلہ رحمی) کی گواہی دی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو تورات اور انجیل کے جید عالم تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے پورا ماجرا سننے کے بعد ورقہ بن نوفل پکار اٹھے:

''یہ تو وہی 'ناموس' (رازداں فرشتہ جبرائیلؑ) ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔''

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ...''

''وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔'' (سورہ البقرہ: 146)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہرت اور ذکر کسی ایک خطے یا زمانے تک محدود نہیں۔ کائنات کا کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جب کہیں نہ کہیں ''اشھد ان محمد رسول اللہ'' کی صدا بلند نہ ہو رہی ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام نے جب تخلیق کے بعد عرشِ الٰہی پر نظر ڈالی تو وہاں اللہ کے نام کے ساتھ ''محمدؐ'' لکھا ہوا پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے مگر عالمِ ارواح اور ملاءِ اعلیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ''معلوم'' اور مشہور تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری کائنات کا مرکزِ توجہ بننا تھا۔

''اسمِ گرامی 'معلوم' اس حقیقت کا مظہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کائنات کے لیے کوئی اجنبی شخصیت نہیں بلکہ وہ 'جانی پہچانی' حقیقت ہے جس کا انتظار صدیاں کرتی رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ جمیل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے سلیم الفطرت انسانوں کے دلوں میں ودیعت کر رکھی ہے۔''

سَیِّدُنَا شَہِیْرٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کائنات کی سب سے مشہور اور جانی پہچانی ہستی

''شہیر'' کا مطلب ہے ''نہایت مشہور، جس کی عظمت کی دھاک ہر طرف بیٹھی ہو''۔

یہ اسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مقامِ بلند کی طرف اشارہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان فرمایا:

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ

''اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بلند کر دیا ہے۔'' (سورہ الانشراح:4)

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس ''بلندی'' کا عالم یہ ہے کہ جہاں اللہ کا نام آتا ہے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بھی آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہرت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالِ اخلاق اور کمالِ رسالت کا نتیجہ ہے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑ دیا، جو شہرت کی انتہا ہے۔

آسمانوں میں فرشتوں کے درود و سلام کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفت کی دلیل ہے۔ پوری تاریخ انسانی میں کوئی ایسی ہستی نہیں گزری جس کے حالاتِ زندگی اتنی تفصیل اور باریکی سے محفوظ کیئے گئے ہوں جتنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دنیا میں کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود اسلام نہ پڑھا جاتا ہو۔

مکہ کے وہ مشرکین جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانی دشمن تھے، وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''صادق'' اور ''امین'' کے لقب سے جانتے تھے۔ آج دنیا میں سب سے زیادہ رکھا جانے والا نام ''محمد'' ہے، جو اس اسمِ مبارک کی عملی صداقت کی دلیل ہے۔ اس اسم کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا انتخاب اس لیے ہوا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات کا نور دنیا کے ہر کونے تک پہنچ کر اسے روشن کر دے۔

''اسمِ گرامی 'شہیر' اس حقیقت کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وہ مقامِ بلند عطا فرمایا ہے جہاں دشمنوں کی تنقید اور حاسدوں کی کوششیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شہرت کو کم نہیں کر سکتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ آفتاب ہیں جس کی روشنی ہر جگہ پہنچ چکی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکرِ مبارک قیامت تک اسی طرح بلند و بالا رہے گا۔''

سَیِّدُنَا شَاهِدٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کی وحدانیت اور لوگوں کے اعمال پر گواہ

لفظ ''شاہد'' کا لغوی مطلب ہے ''گواہی دینے والا'' یا ''مشاہدہ کرنے والا (دیکھنے والا)''۔

سورہ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بیشک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ (شاہد) بنا کر بھیجا اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔'' (سورہ الاحزاب:45)

اس سے مراد وہ ہستی ہے جو اللہ کی وحدانیت کی گواہی دے، اور قیامت کے دن تمام انبیاء کی اپنی امتوں کے حق میں گواہی کی تصدیق فرمائے۔

سورۃ الفتح میں فرمایا؛ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (الفتح:۸)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گواہ ہونا اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قولی و عملی و اخروی شہادت دی، اس دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے قولی و عملی شہادت دینے والے ہیں۔ جن کا محور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث وسیرت کی شکل میں ہمارے سامنے ہے اور آخرت میں جب اللہ تعالی کی عدالت میں تمام امتیں اپنے اپنے انبیاء کو جھٹلا دیں گی تو آخر میں قرآن کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی پر یہ معاملہ طے ہوگا اور اللہ کے تمام رسول سچے ٹھہریں گے

آپ ﷺ قیامت کے دن اپنی امت کے ایمان اور اعمال کی گواہی دیں گے۔

آپ ﷺ نے اللہ کی نشانیوں اور غیب کی حقیقتوں کا (جیسے معراج کے موقع پر) براہِ راست مشاہدہ فرمایا، اس لیے آپ ﷺ جو کچھ بیان فرماتے ہیں وہ ''عینی گواہی کی بنیاد پر ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمھارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، میں تمھاری نیکیوں پر اللہ کی حمد کرتا ہوں اور تمھاری خطاؤں پر اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں۔ یہ آپ ﷺ کے ''شاہد'' ہونے کا کمال ہے کہ آپ ﷺ دنیا و آخرت دونوں میں امت کے نگہبان ہیں۔

''اسمِ گرامی 'شاہد' اس حقیقت کا اعلان ہے کہ نبوت محض ایک پیغام نہیں بلکہ ایک عینی مشاہدہ ہے۔ آپ ﷺ وہ گواہِ اعظم ہیں جن کی گواہی پر پوری کائنات کا ایمان قائم ہے۔ آپ ﷺ کا 'شاہد' ہونا مومن کے لیے باعثِ اطمینان ہے کہ اس کا راہنما وہ ہے جو منزل کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہے۔''

سَيِّدُنَا شَهِيدٌ (ﷺ)

اللہ کی بارگاہ میں حق کی گواہی دینے والے

''شہید'' کا مطلب ہے ''انتہائی درجے کی گواہی دینے والا''۔

سورہ المزمل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ...

''بیشک ہم نے تمھاری طرف ایک رسول بھیجا جو تم پر گواہ (شہید) ہے۔'' (سورہ المزمل:15)

''لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا''

''تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول (ﷺ) تم پر گواہ (اور نگہبان) ہوں۔'' (سورہ البقرہ:143)

یعنی قیامت کے دن جب تمام امتیں اپنے انبیاء کو جھٹلائیں گی، تب حضور ﷺ اپنی امت کے حق میں اور سابقہ انبیاء کی تائید میں حتمی گواہی دیں گے۔

آپ ﷺ کی گواہی اللہ کے ہاں سب سے زیادہ معتبر ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ کے دین کے لیے جو تکالیف اٹھائیں، وہ بھی آپ ﷺ کو ''شہادت'' کے اعلیٰ مرتبے پر فائز کرتی ہیں۔

میدانِ محشر میں جب حضرت نوحؑ سے پوچھا جائے گا کہ کیا آپ نے پیغام پہنچایا؟ اور ان کی قوم انکار کر دے گی، تو حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت گواہی دے گی۔ یہ مقامِ شہادت اللہ کے ہاں آپ ﷺ کے غیر معمولی مرتبے کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے انکار اور اس پر امتِ محمدیہؐ اور نبی کریم ﷺ کی

گواہی سے متعلق تفصیلی حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ عرض کریں گے: ''اے میرے ربّ! میں حاضر ہوں اور تیری خدمت کے لیے تیار ہوں۔''

اللہ تعالیٰ پوچھے گا: ''کیا تم نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟'' وہ عرض کریں گے: ''جی ہاں!''

پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا: ''کیا انھوں نے تم تک پیغام پہنچایا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا (نبی) آیا ہی نہیں!'' تب اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا: ''تمہارا گواہ کون ہے؟'' وہ عرض کریں گے: ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت۔'' چنانچہ تم (امتِ محمدیہؐ) گواہی دو گے کہ انھوں نے پیغام پہنچا دیا تھا، اور تمھارے بارے میں رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گواہی دیں گے۔'' اگرچہ شاہد اور شھید کا مادہ ایک ہی ہے لیکن شھید میں مبالغہ اور دوام پایا جاتا ہے۔ شاھد گواہی دینے والے کو کہتے ہیں اور شھید وہ ہے جس کی گواہی میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہ ہو اور جو ہر پہلو کا عمیق مشاہدہ رکھنے والا ہو۔

''اسمِ گرامی 'شہید' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصبِ عدل اور مقامِ شہادت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ نام اس حقیقت کا مظہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام محض سنی سنائی باتوں پر نہیں، بلکہ اس 'مشاہدِ حق' پر مبنی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شبِ معراج اور وحی کے ذریعے حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی کائنات کی سب سے سچی اور معتبر گواہی ہے۔''

سَیِّدُنَا مَشْهُوْدٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

جن کی گواہی دی گئی ہو

اسم مبارک مشہود کے معنی ہیں گواہی دیئے گئے، یعنی جن کی گواہی دی گئی۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات ہر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رتبے اور شان کی گواہی دی گئی ہے۔ مثلاً:

وَاَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور اللہ اس پر کافی گواہ ہے (النساء:۷۹)

سورۃ الفتح کی آیت ۲۹۱ میں فرمایا گیا: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ... محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نہایت نرم دل۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں رکوع وسجود اور اللہ کا فضل چاہتے ہوئے دیکھیں گے، ان کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں، یہ ان کی صفت تورات اور انجیل میں بھی ہے۔

اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کی گواہی قرآن سے پہلے تورات اور انجیل میں بھی دی جا چکی ہے۔ اسی طرح جب پہلی وحی کے بعد ام المومنین حضرت خدیجہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں تو اس نے بھی انجیل کی تعلیمات کی روشنی میں گواہی دی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ زمین و آسمان میں جس قدر میری نبوت و رسالت کی گواہی دی گئی اتنی کسی اور نبی کی نہیں دی گئی۔

قرآنِ پاک میں قیامت کے دن کو ''یومٌ مشہودٌ'' (وہ دن جس میں سب حاضر ہوں گے) کہا گیا ہے۔ اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مرکزی ہستی ہوں گے جن کی طرف سب کی نظریں ہوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونا وہ عظیم منظر ہوگا جس کا مشاہدہ ساری کائنات کرے گی۔

''مشہودٌ'' کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ خیر ہر جگہ موجود ہے۔ جب بھی کوئی کلمہ پڑھتا ہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہے، گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت ہر مومن کے دل میں ''مشہودٌ'' (ثابت اور عیاں) ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کا وہ مرکزِ جمال ہیں جن کی طرف ہر صاحبِ ذوق کا دل کھنچا چلا جاتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'مشہودٌ' اس حقیقت کا اعلان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کائنات کا وہ روشن رخ ہے جس سے کوئی آنکھ اوجھل نہیں رہ سکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ حقیقتِ کبریٰ ہیں جس کے حسن و کمال کا اعتراف اپنوں اور بیگانوں، سب ہی نے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ جمیل ہر لمحہ دنیا کے ہر گوشے میں سنا اور دیکھا جا رہا ہے۔''

سَیِّدُنَا بَشِیرٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ایمان والوں کو جنت اور فضلِ الٰہی کی خوشخبری دینے والے

لفظ ''بشیر'' لغتِ عرب میں مبالغے کا صیغہ ہے، جس کا مطلب ہے ''بہت زیادہ خوشخبری دینے والا''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جو ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اللہ کی رضا، جنت کی نعمتوں اور ابدی کامیابی کی خوشخبری سنائے۔ قرآنِ کریم میں اللہ نے فرمایا: إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا...

''بیشک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا (بشیر) اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔'' (سورہ البقرہ:119)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلوبِ دعوت امید اور خوشخبری پر مبنی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گناہگاروں کو توبہ کی خوشخبری دی اور صبر کرنے والوں کو اجرِ عظیم کی نوید سنائی۔

عملی مثال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو مایوس نہیں کرتے تھے بلکہ امید دلاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا''

''آسانیاں پیدا کرو اور مشکل میں نہ ڈالو، اور خوشخبری (بشارت) سناؤ اور (لوگوں کو دین سے) متنفر نہ کرو۔'' (صحیح بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول مایوس انسانیت کے لیے ایک نئی امید کی کرن بن کر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ مومنین کے دلوں کی ڈھارس بندھائیں اور انھیں نیکی کی راہ پر ثابت قدم رکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو اللہ کی رضا، جنت کی نعمتوں اور دائمی کامیابی کی خوشخبری دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گنہا گاروں کو اللہ کی وسیع رحمت اور توبہ کی قبولیت کی بشارت دی جس سے مایوس دلوں کو سہارا ملا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو قیامت کے دن اپنی ''شفاعت کبریٰ'' کی بشارت عطا فرمائی۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنے والوں کے لیے دنیا آخرت میں بلندیِ درجات کی نوید سنائی۔

''اسمِ گرامی 'بشیر' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ رحمت کا جمالی عکس ہے۔ یہ نام بتاتا ہے کہ نبوت کا مقصد صرف ڈرانا نہیں بلکہ انسان کو اس کی عظیم منزل (جنت) کی طرف خوشی خوشی گامزن کرنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'بشیر' ہیں جن کے قدموں کی چاپ سے کائنات کا ذرہ ذرہ خوشی سے جھوم اٹھا۔''

سَیِّدُنَا مُبَشِّرٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کامیابی کی نوید سنانے والے

''مبشر'' کا مطلب ہے ''خوشخبری کا مژدہ لانے والا''۔

لفظ ''مُبَشِّر'' بھی ''بشیر'' ہی کے مادے (ب ش ر) سے نکلا ہے، دونوں کا مقصد خوشخبری دینا ہے، لیکن علماء ان میں ایک لطیف فرق بیان کرتے ہیں:

بشیر وہ جو خوشخبری کی صفت سے متصف ہو۔ اور جو اصلِ خبر (بشارت) دے

مبشر وہ جو عملاً خوشخبری پہنچانے کا کام کرے۔ اور بار بار خوشخبری سنانے والا، کثرت سے بشارتیں دینے والا ہو، یعنی جس کی صفت خوشخبری کے ذریعے لوگوں کے دلوں کی ڈھارس بندھانا اور انھیں اللہ کی رحمت کے قریب کرنا ہو۔ یعنی مبشر وہ جو اس خوشخبری کو اس قدر خوبصورت اور موثر انداز میں بیان کرے کہ سننے والے کا غم مٹ جائے اور اس میں عمل کا شوق پیدا ہو جائے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف جنت کا نام نہیں لیا بلکہ جنت کی تفصیلات، اس کے محلات، اس کی نہریں اور وہاں ملنے والے انعامات کی ایسی منظر کشی فرمائی کہ مومن کے دل میں اس کا شوق پیدا ہو جائے۔

سورہ الاحزاب میں جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''شاہد'' کہا، وہیں ''مبشر'' بھی فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بیشک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بنا کر بھیجا اور خوشخبری دینے والا (مبشر) اور ڈر سنانے والا۔'' (سورہ الاحزاب: 45)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''مبشر'' ہیں جن کی آمد کی خوشخبری خود پچھلے انبیاء نے دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن فرماتا ہے

...وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ...

''...اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا (مبشر) بن کر جو میرے بعد آئیں گے، ان کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوگا۔'' (سورہ الصّف:6)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری خود کائنات کے لیے سب سے بڑی خوشخبری تھی۔ پچھلے انبیاء نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی ''بشارت'' دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کر ان تمام خوشخبریوں کو حقیقت کا روپ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غریبوں کو جنت کی سرداری، صحابہ کو ''رضی اللہ عنہم'' کا تمغہ اور امت کو ''بہترین امت'' ہونے کی بشارتیں عطا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت مجسم ہو کر سامنے آئے۔

''اسمِ گرامی 'مبشر' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کے مثبت اور تعمیری پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ بتاتا ہے کہ اسلام صرف ڈرانے کا نام نہیں بلکہ یہ کامیابی، فلاح اور دائمی خوشی کی وہ نویدِ جاں فزا ہے جو زبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاری ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ خوشخبری ہیں جس کا انتظار کائنات کی ہر شے صدیوں سے کر رہی تھی۔''

سَيِّدُنَا نَذِيرٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نافرمانوں کو اللہ کے غضب سے ڈرانے والے

''نذیر'' کا لغوی مطلب ہے ''ڈراوا سنانے والا'' یا ''خبردار کرنے والا''۔عربی میں ڈرانے کے لیے ''خوف'' کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے لیکن ''انذار'' (جس سے نذیر نکلا ہے) اس ڈرانے والے کو کہتے ہیں جس میں دوسرے کا بھلا مقصود ہو۔

اس سے مراد وہ شفیق ہستی ہے جو اپنی امت کو گناہوں کے انجام، اللہ کے غضب اور جہنم کے عذاب سے بروقت خبردار کر کے بچانے کی کوشش کرے۔ یہ ڈراوا دشمنی کی بنا پر نہیں بلکہ انتہائی ہمدردی اور شفقت کی بنا پر ہوتا ہے۔

قرآنِ پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کثرت سے ''نذیر'' کے لقب سے پکارا گیا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہہ دیجیے کہ) میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا (نذیر) ہوں۔'' (سورہ الشعراء:115)

''إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا'' (سورۃ البقرہ:119) ''بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ انذار (ڈرانا) دراصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ رحمت ہی کا ایک عکس ہے۔جس طرح ایک ماں اپنے بچے کو آگ سے ڈراتی ہے تا کہ وہ اس سے دور رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی امت کو باطل سے ڈراتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو صرف عذاب سے نہیں ڈرایا، بلکہ ان اعمال کی نشاندہی فرمائی جو عذاب کا سبب بنتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

ڈرانا دراصل 'بچاؤ کی تدبیر' سکھانا ہے۔

آپ ﷺ کی صفتِ نذیر آپ ﷺ کے ''رحمت'' ہونے کی دلیل ہے۔آپ ﷺ راتوں کورورو کرامت کے لیے نجات کی دعائیں مانگتے تاکہ وہ اس ہلاکت سے بچ جائیں جس سے آپ ﷺ نے انھیں خبردار کیا تھا۔

آپ ﷺ نے صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر قریش کو پکارا اور فرمایا: ''اگر میں تمھیں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات مانو گے؟'' جب انھوں نے تصدیق کی تو فرمایا: ''پھر میں تمھیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں اگر تم ایمان نہ لائے''۔اس اسم کے لئے آپ ﷺ کا انتخاب اس لیے ہوا کہ آپ ﷺ امت کو غفلت کی نیند سے بیدار کر کے ان کی عاقبت سنوار دیں۔

آپ ﷺ نے اپنی اس صفت کو ایک مثال سے واضح فرمایا:

''میری مثال اس شخص جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا: اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے (دشمن کا) لشکر دیکھا ہے اور میں تمھیں صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں، لہٰذا بچ جاؤ! بچ جاؤ!'' اس پر اس قوم میں سے کسی نے اس کا کہا مان لیا اور اسکی آواز پر لبیک کہا اور رات ہی چل پڑے اور دشمن سے نجات پا گئے اور کسی نے اس کا کہا نہ مانا اور اپنے بستروں پر صبح تک پڑے سوتے رہے اور دشمن کا لشکر صبح صبح ان پر ٹوٹ پڑا اور ان کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ پس یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے میری بات مانی اور میرے لائے ہوئے دین کی پیروی کی اور اس شخص کی جس نے میری بات نہ مانی اور سچائی کو جھٹلایا۔ (صحیح بخاری)

یہاں ''نذیر'' وہ ہے جو کسی قوم کو آنے والے حملے سے بچانے کے لیے اپنی جان لڑا دے۔

علماء فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شخصیت میں جمال اور جلال کا امتزاج ہے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بشیر بن کر جنت کی امید دلاتے ہیں تو وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نذیر بن کر خطرات سے بھی آگاہ کریں تا کہ بندہ ہر پہلو سے محفوظ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یقیناً ''رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ'' ہیں تو اسے طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''نَذِیْرٌ لِّلْعَالَمِیْنَ'' بھی ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وارننگ کسی ایک قوم کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے ہر انسان کے لیے ہے تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں خبر نہ تھی۔

''اسمِ گرامی 'نذیر' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منصبِ رسالت کا وہ پہلو ہے جو انسانیت کی بقا کا ضامن ہے۔ جس طرح ایک مینارۂ نور سمندری جہازوں کو چٹانوں سے ٹکرانے سے ڈراتا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس انسانیت کے جہاز کو گناہوں کی چٹانوں سے بچانے والا روشن مینارہ ہے۔''

سَیِّدُنَا مُنْذِرٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

خبردار کرنے والا، آگاہ کرنے والا

لفظ ''مُنذر'' کا لغوی مطلب ہے ''خبردار کرنے والا'' یا ''وقت سے پہلے خطرے سے آگاہ کر دینے والا''۔ عربی لغت میں منذر اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی قوم کا سچا خیر خواہ ہو اور انھیں کسی ایسی مصیبت سے بچانا چاہے جو ابھی آئی نہ ہو لیکن آنے والی ہو۔

''ایسی خبر دینا جس کے ساتھ ڈر پایا جائے''۔ یہ وہ ڈرانا نہیں جو کسی دشمن کا ہوتا ہے، بلکہ یہ وہ ڈرانا ہے جو ایک شفیق ماں اپنے بچے کو کسی نقصان دہ چیز سے بچانے کے لیے کرتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''منذر'' اس لیے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''رحمت'' ہیں۔ ایک شفیق طبیب بیمار کو پرہیز نہ کرنے کے نقصانات سے ڈراتا ہے تاکہ وہ صحت یاب ہو جائے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کی ناراضگی سے ڈرایا تاکہ وہ جنت کے حقدار بن سکیں۔

اس سے مراد وہ شفیق ہستی ہے جو لوگوں کو ان کے برے اعمال کے انجام، اللہ کے غضب اور دوزخ کے عذاب سے ڈرا کر انھیں تباہی سے بچانے کی کوشش کرے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سورہ الرعد (آیت 7)

... إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ

''... بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صرف خبردار کرنے والے (منذر) ہیں، اور ہر قوم کے لیے ایک راہ دکھانے والا ہوتا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کی رنگینیوں میں کھوئی ہوئی انسانیت کو جھنجھوڑا اور انھیں بتایا کہ موت کے بعد ایک ابدی زندگی ہے جہاں ہر عمل کا حساب ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''انذار'' (ڈرانا) کسی دشمنی کی بنا پر نہیں تھا، بلکہ اس کی بنیاد خالص

رحمت اور ہمدردی تھی۔ جیسے ایک شفیق باپ اپنے بچے کو آگ کی طرف جاتے دیکھ کر سختی سے روکتا ہے تا کہ وہ جل نہ جائے، بالکل اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کو گناہوں کی آگ سے بچانے کے لیے خبردار کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اس صفت کی تشریح ایک خوبصورت مثال سے فرمائی: ''میری اور تمھاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی، تو پتنگے اس میں گرنے لگے، میں تمھاری کمر سے پکڑ پکڑ کر تمھیں آگ سے بچا رہا ہوں اور تم ہو کہ اس میں گرے جا رہے ہو''۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''مُنذِر'' ہونے کا کمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو ہر اس موڑ پر خبردار کیا جہاں ٹھوکر لگنے کا ڈر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفاتِ بشیر اور نذیر وہ ہیں جو مستقل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے ساتھ منسلک ہیں۔

''اسمِ گرامی 'منذر' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جذبے کو ظاہر کرتا ہے جس کا مقصد انسانیت کی خیر خواہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کی گرفت سے اس لیے ڈرایا تا کہ وہ اس کی رحمت کے مستحق بن سکیں۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ مبارک 'ہادی' کے ساتھ مل کر ہدایت کا راستہ مکمل کرتا ہے۔

سَیِّدُنَا نُوْرٌ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

ہدایت کی وہ روشنی جس سے کفر کی تاریکیاں ختم ہوگئیں

لفظ ''نور'' کا لغوی مطلب ہے ''روشنی'' یا ''وہ جو بذاتِ خود روشن ہو اور دوسری چیزوں کو روشن کر دے''۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کائنات کے لیے سراپا روشنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ''نور'' ہیں جنھوں نے کفر و شرک کی تاریکیوں کو مٹا کر حق و صداقت کی شمع روشن کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجودِ مبارک ظاہری طور پر بھی منور تھا اور باطنی طور پر بھی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کائنات کا وہ ''نورِ ازل'' ہیں جس سے پوری کائنات کی رونق وابستہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

ترجمہ: ''بیشک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور روشن کتاب آئی ہے۔'' (المائدہ:15)

اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں 'نور' سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور صرف ظاہری نہیں بلکہ باطنی بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''نورِ ہدایت'' ہیں جس نے جہالت، شرک اور کفر کے اندھیروں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو خدا کا راستہ دکھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری سے عقلوں کو نور ملا، دلوں کو سکون ملا اور روحوں کو بیداری ملی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے ہی انسان کو اپنی خالقِ حقیقی کی پہچان ہوئی اور زندگی کا اصل مقصد واضح ہوا۔

صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند سے زیادہ

روشن تھا۔ حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے تو ایسا لگتا جیسے سورج نکل آیا ہو۔ معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ مبارک سدرۃ المنتہیٰ کے انوارات پر بھی غالب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا تاکہ کائنات میں حق کی روشنی کبھی ماند نہ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو تخلیق فرمایا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''نورِ مجسم'' بھی کیا جاتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'نور' اس حقیقت کا مظہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا دین کسی ابہام یا اندھیرے کا نام نہیں، بلکہ یہ سراسر وضاحت اور روشنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آفتابِ ہدایت ہیں جس کی ضیا پاشیوں نے نہ صرف عرب بلکہ پوری دنیا کے فکری جمود اور جہالت کو ختم کر دیا۔''

سَیِّدُنَا سِرَاجٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

روشن چراغ جو خود بھی روشن ہو اور دوسروں کو بھی روشنی دے

عربی لغت میں ''سراج'' کا مطلب ہے ''چراغ'' یا ''وہ روشنی جو حرارت اور ضیا دونوں کی حامل ہو''۔

سورۃ الاحزاب کی آیات ۴۵-۴۶ میں فرمایا گیا۔ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا (45) وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا (46)

اے نبی ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں سنانے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کے حکم سے اسکی طرف بلانے والا روشن چراغ۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ سورج کو ''سراج'' کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنی روشنی میں کسی کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ سب اس سے روشنی لیتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ وہ چراغ ہیں جس سے انبیاء اور اولیاء نے اپنے دلوں کے چراغ روشن کیے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں آپ ﷺ کو ''سِرَاجًا مُّنِیْرًا'' (روشن چراغ) کے لقب سے نوازا: ''وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا''۔ قرآن نے آپ ﷺ کو صرف ''سراج'' نہیں بلکہ ''سراجِ منیر'' (روشن چراغ) کہا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ سورج (سراج) کی روشنی میں تپش ہوتی ہے جو کبھی کبھی تکلیف دہ ہوتی ہے، لیکن آپ ﷺ وہ ''منیر'' چراغ ہیں جس کی روشنی ٹھنڈی، پرسکون اور دلوں کو راحت دینے والی ہے۔

ایک عام چراغ صرف ایک کمرے کو روشن کرتا ہے، لیکن آپ ﷺ وہ ''سراج'' ہیں جس نے مشرق سے مغرب تک پوری دنیا سے کفر و شرک کی تاریکی مٹا دی۔ آپ ﷺ کی

روشنی میں ''گرمی'' (محبت وتڑپ) بھی ہے اور ''چمک'' (ہدایت وعلم) بھی۔

جس طرح سورج کے نکلنے سے ستارے چھپ جاتے ہیں اور ہر چیز اپنی اصل شکل میں نظر آنے لگتی ہے، اسی طرح جب حضور ﷺ دنیا کے افق پر ''سراج'' بن کر چمکے، تو باطل کے تمام بت اور جھوٹے نظریات ماند پڑ گئے اور انسان کو کائنات کی حقیقت نظر آنے لگی۔ اس اسمِ گرامی کی ایک خوبصورت تشریح یہ بھی ہے کہ چراغ سے چراغ جلتا ہے مگر پہلے چراغ کی روشنی میں کمی نہیں آتی۔ آپ ﷺ سے صحابہ کرامؓ نے نور پایا، پھر ان سے تابعین نے، اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور قیامت تک رہے گا۔

''اسمِ گرامی 'سراج' آپ ﷺ کے مربی اور ہادی ہونے کی صفت کا کمال ہے۔ یہ نام یہ پیغام دیتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کسی ابہام کا نام نہیں، بلکہ وہ واضح حقیقت ہے جس کی روشنی میں ہر طالبِ حق اپنی روح کے اندھیرے دور کر سکتا ہے۔''

سَیِّدُنَا مِصْبَاحٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ مشعل جس سے دلوں کے بجھے ہوئے چراغ جل اٹھے

لفظ ''مصباح'' کا لغوی مطلب ہے ''چراغ'' یا ''قندیل''۔ یہ لفظ 'صبح' سے مشتق ہے، گویا وہ روشنی جو رات کے اندھیرے کو چیر کر صبح کا اجالا کر دے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو چراغ سے تشبیہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا

ترجمہ: ''اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ (بنا کر بھیجا)۔''

(سورہ الاحزاب:46)

مفسرین کرام کے مطابق 'سراجِ منیر' اور 'مصباح' کے مفہوم میں گہری مماثلت ہے، جو کائنات کو روشن کرنے والی ہستی کی علامت ہے۔ جیسا کہ سورۃ النور کی آیت ۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے ایک طاق میں روشن چراغ کی مثال دی ہے، مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت میں مصباح (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کہا گیا ہے۔

''مصباح'' (چراغ) وہ چراغ ہے جو کسی برتن یا قندیل (شیشے) کے اندر محفوظ ہو، جس کی لو کبھی بجھتی نہیں اور جو دوسروں کے چراغ روشن کرنے کے کام آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مصباح ہیں جن سے صحابہ کرامؓ اور اولیاء عظام نے اپنے ایمان کے چراغ روشن کیے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی روشنی میں کوئی کمی نہ آئی۔

جس طرح ایک اندھیری کوٹھڑی میں رکھا ہوا چراغ ہر چیز کو واضح کر دیتا ہے، اسی طرح عرب کے جاہلانہ معاشرے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''مصباح'' بن کر آئے تو انسانوں کو اپنے

خالق، اپنی اوقات اور اپنی آخرت کی پہچان ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیمات سے انسانی زندگی کے ہر گوشے (معیشت، معاشرت، اخلاق) کو منور فرما دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت وہ قندیل ہے جو ہر دور کے فتنوں میں مومن کے لیے راستہ دکھانے کا کام دیتی ہے۔ اسمِ گرامی سراج اور مصباح دونوں ہی روشن کرنے کے معنی میں لیے جاتے ہیں لیکن علما کا کہنا ہے کہ ''سراج'' عموماً سورج جیسی بڑی روشنی کے لیے استعمال ہوتا ہے، جبکہ ''مصباح'' اس چراغ کو کہتے ہیں جو خاص طور پر کسی برتن یا طاق میں رکھ کر روشنی پھیلانے کے لیے استعمال ہو، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''مقامِ قرب'' اور ''مرکزِ ہدایت'' ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مصباح ہیں جو مومن کے دل میں ایمان کی روشنی پیدا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے بغیر دل کا طاق اندھیرا رہتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'مصباح' اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کائنات کے طاقِ حرم میں وہ روشن قندیل ہے جس سے پوری انسانیت نے ہدایت کی روشنی کشید کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ چراغ ہیں جس کی لو وحیِ الٰہی سے روشن ہے اور جس کا فیض ابدی ہے۔''

سَیِّدُنَا ھُدًی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سراپا ہدایت، جن کا ہر نقشِ قدم کامیابی کی طرف لے جاتا ہے

لفظ ''ھدًی'' کا لغوی مطلب ہے ''رہنمائی'' یا ''وہ راستہ جو منزلِ مقصود تک پہنچا دے''۔ لغت میں یہ لفظ رہبری کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جو کسی کو اس کی منزلِ مقصود تک پہنچا دے۔

اگرچہ ہدایت دینا اللہ کا کام ہے، لیکن اس ہدایت کو زمین پر مجسم شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں اتارا گیا۔ اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ''سراپا ہدایت'' ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ہدایت دینے والے ہی نہیں بلکہ خود ''ہدایت'' کا مجسمہ ہیں۔ جس طرح ''نور'' اندھیرے کو ختم کرتا ہے، ''ھدی'' بھٹکے ہوئے انسان کو منزل کا پتہ دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''ہدیٰ'' ہیں جن کی پیروی کیے بغیر اللہ تک پہنچنا ناممکن ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصبِ ہدایت کو یوں بیان فرمایا:

وَإِنَّكَ لَتَهْدِيٓ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

ترجمہ: ''اور بیشک آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہدایت (رہنمائی) فرماتے ہیں۔'' (سورہ الشوریٰ:52)

جس طرح قرآنِ مجید کو ''ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن'' کہا گیا، اسی طرح صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ''ھُدًی'' ہیں۔ قرآن کتابی شکل میں ہدایت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت عملی شکل میں ہدایت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت صرف الفاظ تک محدود نہیں تھی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا اور بولنا سب ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ جس طرح قطب نما مسافر کو سمت بتاتا

ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی کائنات کے ہر بھٹکے ہوئے انسان کے لیے ''قطبِ ہدایت'' ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انسانیت کو وہ راستہ دکھایا جو خالقِ کائنات کی رضا تک جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رہنمائی کے بغیر عقلِ انسانی کبھی بھی بندگی کے صحیح تقاضوں کو نہیں سمجھ سکتی تھی۔

عرب کا وہ دور جب لوگ بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور معمولی باتوں پر نسلوں تک جنگیں لڑتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ''ہدیٰ'' (رہنمائی) نے ان درندوں کو انسان بنایا، اور انسانوں کو اللہ کا مقرب بندہ بنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ شاہراہِ ہدایت تعمیر کی جس پر چلنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہدایت کسی ایک قوم یا وقت کے لیے نہیں، بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں اور جنات کے لیے کامل اور اکمل رہنمائی ہے۔

''اسمِ گرامی 'ھُدً ی' اس حقیقت کا اعلان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کائنات کا وہ قطب نما ہے جس کے بغیر انسانیت اپنی منزلِ مقصود یعنی 'معرفتِ الٰہی' کو کبھی نہیں پا سکتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہدایت کا وہ دریا ہیں جس سے فیض پا کر خشک اور بنجر دل بھی معرفت کے گلزار بن گئے۔''

سَیِّدُنَا مَھْدِیٌّ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

وہ ہستی جن کی رہنمائی خود اللہ رب العزت فرماتا ہے

لفظ ''مَہدی'' اسم مفعول ہے، جس کا لغوی مطلب ہے ''وہ ہستی جسے ہدایت دی گئی ہو'' یا ''وہ جو اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہو''۔ عربی لغت میں ''ہدی'' کے معنی راستہ دکھانے کے ہیں، اور ''مہدی'' وہ ہستی ہے جو خود اللہ کی براہِ راست رہنمائی میں ہو اور جس کی فطرت و سیرت ہر قسم کی کجی سے پاک ہو۔

اس سے مراد وہ ذاتِ گرامی ہے جس کی ہدایت کسی دنیاوی ذریعے یا انسانی کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ جسے اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر تمام علوم، معارف اور سچائیوں کی ہدایت عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ''مہدی'' ہیں جنھیں کسی استاد یا مدرسے کی ضرورت نہ پڑی، بلکہ خود ربِ کائنات نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تربیت اور رہنمائی فرمائی۔

اگرچہ قرآن میں ہدایت کا منبع اللہ کی ذات ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں فرمایا:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى

ترجمہ: ''اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو (اپنی محبت میں) خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دکھائی۔'' (سورہ الضحیٰ:7)

علماء فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم 'ہادی' (ہدایت دینے والے) بھی ہیں اور 'مہدی' (اللہ سے ہدایت پانے والے) بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہر ادا اور ہر فیصلہ وحیِ الٰہی کے تابع تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ''مہدی'' ہیں جن کے نقشِ قدم کو اللہ نے ''صراطِ مستقیم'' قرار دیا ہے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے چلا، وہ کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

رہنمائی خطا سے پاک ہے۔

آپ ﷺ کی ہدایت کا منبع وحیِ الٰہی ہے۔ آپ ﷺ وہ ہدایت یافتہ ہستی ہیں کہ آپ ﷺ کا ہر قدم اور ہر فیصلہ منشائے الٰہی کے عین مطابق ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم اس حقیقت کی گواہی یوں دیتا ہے "مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى" (تمھارے صاحب نہ بھٹکے ہیں اور نہ بے راہ چلے ہیں) سورۃ النجم (آیت نمبر 2)

گویا آپ ﷺ وہ "مہدی" ہیں جن کے ہاں خطا کا تصور بھی ممکن نہیں۔

اعلانِ نبوت سے قبل بھی، مکہ کے بگڑے ہوئے معاشرے میں، آپ ﷺ کا کردار اور اخلاق ہدایت کا نمونہ تھا۔ آپ ﷺ نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا اور نہ ہی جاہلیت کی کسی برائی میں ملوث ہوئے۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ اللہ نے آپ ﷺ کو روزِ اول سے ہی "مہدی" بنا کر بھیجا تھا تاکہ آپ ﷺ دوسروں کے لیے "ہادی" (ہدایت دینے والے) بن سکیں۔

"اسمِ گرامی 'مہدی' اس نورِ مجسم کا عنوان ہے جو اندھیری رات میں مسافروں کے لیے مینارِ نور ہے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ کائنات میں سچی ہدایت کا کوئی اور در نہیں ہے۔ آپ ﷺ وہ 'ہدایت یافتہ اعظم' ہیں جن کی پیروی نے صحرا کے چرواہوں کو زمانے کا امام بنا دیا اور جن کے دامن سے وابستگی ہی انسان کو بھٹکنے سے بچاتی ہے۔"

سَیِّدُنَا مُنِیْرٌ (ﷺ)

دوسروں کے دلوں کو ایمان کے نور سے منور کرنے والے

لفظ ''مُنیر'' عربی لغت میں 'نور' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ''روشن کرنے والا'' یا ''وہ جو اندھیروں کو دور کر کے اجالا پھیلا دے''۔ عربی زبان میں منیر اس چیز کو کہتے ہیں جو خود اپنی روشنی سے منور ہو یا ''وہ جس سے روشنی پھوٹتی ہو''۔ اور وہ دوسروں کو بھی اپنی روشنی سے منور کر دے جیسے سورج۔

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ''سِرَاجًا مُّنِیْرًا'' فرمایا۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس خوبصورت خطاب سے نوازا:

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا

ترجمہ: ''اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ (بنا کر بھیجا)۔''

(سورہ الاحزاب:46)

''مُنیر'' وہ ہوتا ہے جس کی روشنی سے دوسرے فائدہ اٹھائیں اور جس کی چمک دائمی ہو۔ آپ ﷺ وہ منیر ہیں جن کے نورِ ہدایت نے صدیوں کی جہالت کو ختم کر دیا۔

''نور'' اور ''منیر'' اگرچہ دونوں روشنی کے معنی میں ہیں، لیکن 'نور' آپ ﷺ کی ذات کی حقیقت کو بیان کرتا ہے، جبکہ 'منیر' آپ ﷺ کے اس فیض کو بیان کرتا ہے جو آپ ﷺ کی ذات سے کائنات کو مل رہا ہے۔ یعنی آپ ﷺ وہ آفتاب ہیں جس سے پوری دنیا ہدایت کی روشنی پا رہی ہے۔

جس طرح چاند سورج سے روشنی لے کر رات کے اندھیرے میں مسافروں کو راستہ دکھاتا ہے، حضور ﷺ وہ منیر آفتاب ہیں جن کی روشنی سے پوری کائنات منور ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے انسانیت ظلمتوں میں بھٹک رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم، عدل اور محبت کی وہ شمعیں روشن کیں کہ آج چودہ سو سال بعد بھی کائنات کا گوشہ گوشہ اس سے فیضیاب ہو رہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمِ اطہر بھی ''منیر'' تھا (جس کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات بھی ''منیر'' ہیں جو روح کے اندھیروں کو دور کرتی ہیں۔ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کی ہر چیز روشن ہو گئی تھی۔ ''منیر'' وہ ہوتا ہے جو راستہ دکھائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کو زندگی گزارنے کا وہ روشن راستہ دکھایا جس پر چلنے والا کبھی بھٹک نہیں سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت وہ مشعل ہے جو ہر دور کے فتنوں میں حق کی پہچان کرواتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے دنیا ظلم وستم اور جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''منیر'' بن کر آئے اور علم وعدل کی روشنی سے مشرق ومغرب کو منور کر دیا۔

''اسمِ گرامی 'منیر' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ کائنات کی تمام رونقیں ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے وابستہ ہیں۔ یہ نام ہمیں پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اگر تم زندگی کے اندھیروں سے نکلنا چاہتے ہو، تو اس 'چراغِ روشن' کی پناہ میں آ جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'خورشیدِ جہاں تاب' ہیں جس کے طلوع ہونے کے بعد اب رہتی دنیا تک ہدایت کا کوئی گوشہ تاریک نہیں رہا۔''

سَیِّدُنَا دَاعٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کی توحید اور بندگی کی طرف بلانے والے

لفظ ''دَاعٍ'' عربی لغت میں 'دعوت' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ''بلانے والا''، ''پکارنے والا'' یا ''کسی پیغام کی طرف دعوت دینے والا''۔ یہ لفظ ایسے شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کسی کو ایک مقام سے دوسرے (بہتر) مقام کی طرف آنے کی دعوت دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے وہ ''داعی'' ہیں جن کی پکار پر لبیک کہنا ہر انسان پر فرض ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس لقب سے پکارا:

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا

ترجمہ: ''اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ (بنا کر بھیجا)۔''

(سورہ الاحزاب:46)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مرضی سے داعی نہیں بنے، بلکہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو 'بِاِذْنِهٖ' (اپنے حکم سے) یہ ذمہ داری سونپی۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت میں وہ اثر تھا کہ جس نے بھی سچے دل سے سنا، اس کی دنیا بدل گئی۔

اور اثر کیوں نہ ہو کہ جب کوئی کام مالکِ کائنات کے حکم سے کیا جا رہا ہو تو پھر اس میں وسعت، جامعیت اور اثر کا ہونا لازمی جزو ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو ڈرا کر نہیں بلکہ دلیل اور حکمت کے ساتھ حق کی طرف بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ایک قبیلے یا ملک کے داعی نہیں تھے بلکہ قیامت تک آنے والی پوری انسانیت کے لیے داعیِ اعظم ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت صرف الفاظ تک محدود نہ تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاموشی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجودِ مسعود بذاتِ خود ایک پکار تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے دنیا کو مال ومتاع یا اپنی ذات کی طرف نہیں بلایا، بلکہ خالصتاً اللہ کی وحدانیت اور بندگی کی طرف بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اپنی ذات، قبیلے یا سلطنت کے لیے نہیں تھی، بلکہ خالصتاً ''اللہ کی طرف'' تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر ایک خدا کی بندگی کی طرف بلایا۔

مکہ کی وادیوں سے لے کر طائف کے بازاروں تک، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتھر کھا کر بھی ''اللہ کی طرف بلانے'' کا فریضہ ترک نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفتِ ''دَاعٍ'' کا کمال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک پکار پر صحابہ کرامؓ نے اپنے گھر بار، مال اور جانیں تک قربان کر دیں اور خالقِ حقیقی سے ایسا رشتہ جوڑا جو کبھی نہ ٹوٹا۔

ایک ''داعی'' کے لیے ضروری ہے کہ اس کے دل میں ان لوگوں کے لیے تڑپ ہو جنھیں وہ بلا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تڑپ کا نقشہ قرآن نے یوں کھینچا: ''لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ'' (شاید آپ اپنی جان ہلاک کر دیں گے اس غم میں کہ یہ ایمان کیوں نہیں لاتے)۔

''اسمِ گرامی 'داعی' اس ابدی پکار کا عنوان ہے جو چودہ سو سال سے کائنات کے ذرے ذرے میں گونج رہی ہے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ اسلام کوئی جمود کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مسلسل حرکت اور دعوت ہے جس کا مرکز ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'ندائے حق' ہیں جس نے ایوانِ کفر میں لرزہ طاری کر دیا اور جس کی آواز پر لبیک کہنے والے ہی درحقیقت فلاح پانے والے ہیں۔''

سَیِّدُنَا مَدْعُوٌّ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

وہ ہستی جسے بلایا گیا ہو

لفظ ''مدعُوّ'' اسم مفعول ہے، جس کا مطلب ہے ''وہ ہستی جسے بلایا گیا ہو'' یا ''وہ جو مہمانِ خصوصی ہو''۔

اس سے مراد وہ ذاتِ گرامی ہے جسے ربِ کائنات نے عرشِ بریں پر اپنی ملاقات کے لیے مدعو فرمایا۔ یہ اسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ''مہمانِ خدا'' ہونے کی سند ہے۔

جہاں 'داعی' کا مطلب لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والا ہے، وہیں 'مدعُو' کا مطلب وہ ہستی ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قربت اور ملاقات کے لیے بلایا ہو۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زمین والوں کے لیے داعی ہیں (انھیں اللہ کی طرف بلاتے ہیں) اور آسمان والوں اور رب کائنات کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدعو ہیں (اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی قربت میں بلاتا ہے)۔"مدعوٌ" ہونے کا کمال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عالمِ ناسوت (زمین) سے عالمِ لاہوت (عرش) تک کا سفر کروایا گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے رب کی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ اعزاز کسی اور نبی کو اس شان سے نہیں ملا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ''مدعُو'' ہیں جنھیں صرف زمین والوں نے نہیں، بلکہ آسمان والوں نے بھی پکارا ہے۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری سنائی، گویا پوری تاریخِ انسانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ''مدعو'' کر رہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائیں اور اندھیروں کو مٹائیں۔

اس اسمِ مبارک کا سب سے بڑا مظہر واقعہ معراج ہے۔ جو کائنات کی سب سے بڑی دعوت تھی اور جس کے مہمانِ خصوصی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ جب کائنات کے تمام دروازے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے کھول دیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عرشِ معلیٰ پر اپنی

ملاقات کے لیے مدعو فرمایا۔

قرآن میں ارشاد ہے:

''سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا''

(پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک)۔(سورہ بنی اسرائیل:1)

شبِ معراج اس اسمِ مبارک کی سب سے بڑی عملی تفسیر ہے۔کائنات کے رَبّ نے جبرائیلؑ کو براق دے کر بھیجا تا کہ وہ اس ''مدعو'' کو عزت و تکریم کے ساتھ لامکاں کی سیر کرائیں۔ جہاں فرشتوں کے پر جلتے تھے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطورِ مہمان بلایا گیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کا دیدار کرسکیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا گیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ مشاہدات کروائے جائیں جو کسی اور کے وہم و گمان میں بھی نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے وہ مہمان ہیں جنھیں ''قاب قوسین'' (دو کمانوں کے بقدر فاصلہ) کا قرب عطا ہوا۔

ایک معزز مہمان (مدعو) جب میزبان سے رخصت ہوتا ہے تو اسے تحائف دیے جاتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مہمانی کے صلے میں ''نماز'' جیسا عظیم تحفہ دیا گیا، جو مومن کی معراج قرار پائی۔

''اسمِ گرامی 'مدعو' اس بے مثال ضیافت کا عنوان ہے جو عرشِ بریں پر سجی۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے کتنے لاڈلے اور محبوب ہیں کہ خالقِ کائنات نے تمام حجابات اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا مہمان بنایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'صدرِ بزمِ کائنات' ہیں جن کی آمد کی خوشی میں آسمان سجائے گئے اور جن کی میزبانی کرنا خود قدرت نے اپنے ذمے لیا۔''

سَیِّدُنَا مُجِیْبٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کے حکم پر فوراً لبیک کہنے والے

لفظ ''مُجیب'' کا لغوی مطلب ہے ''جواب دینے والا'' یا ''پکار پر لبیک کہنے والا''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ اسم دو جہتوں کا حامل ہے۔ اول یہ کہ اللہ کی ہر پکار اور ہر حکم پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کائنات میں سب سے بڑھ کر ''اجابت'' فرمائی۔ دوم یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''مجیب'' ہیں جو سائل کی پکار اور امت کی فریاد کو سن کر اسے اپنی دعاؤں اور توجہ سے نوازتے ہیں۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ شفیق اور مہربان ہستی ہیں جو اپنی امت کی پکار کو کبھی رد نہیں فرماتے۔ ''مجیب'' وہ سراپا رحمت ہے جو سائل کی حاجت پوری کرتا ہے اور جس کے در سے کبھی کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شانِ کریمی کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پاس آنے والے ہر شخص کی دادرسی فرماتے ہیں۔

اگرچہ ''المجیب'' اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو مظہرِ صفاتِ الٰہیہ ہونے کے ناطے ''مجیب'' کہا جاتا ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں کثرت سے ایسے واقعات ملتے ہیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائلوں کے سوال پر فوراً جواب دیا اور ان کی حاجت روائی فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰہِ فَأَعِیذُوہُ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللّٰہِ فَأَعْطُوہُ، وَمَنْ دَعَاکُمْ فَأَجِیبُوہ''، ''جو اللہ کی پناہ مانگے اسے پناہ دو، جو اللہ کے نام پر مانگے اسے عطا کرو، اور جو تمھیں پکارے (دعوت دے) تو اسے جواب دو (اس کی پکار پر پہنچو)۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اس حکم پر سب سے بڑھ کر عمل کرنے والے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی میں بھی صحابہ کرامؓ کی پکار پر ''لبیک'' کہہ کر جواب دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''مجیب'' ہیں جو امت کی ہر فریاد کو سنتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں ان کی وکالت فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا در وہ ہے جہاں سے کوئی کبھی مایوس نہیں لوٹا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ ''اجابت'' کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی بات کا جواب دینے کے لیے صرف چہرہ نہیں موڑتے تھے، بلکہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر پکارنے والے کو ''لبیک'' کہا، چاہے وہ کوئی غریب اعرابی ہو یا کوئی حاجت مند عورت۔ ''مجیب'' وہ ہوتا ہے جو مصیبت زدہ کی پکار سن کر اس کی مدد کو پہنچے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جانوروں (جیسے اونٹ اور ہرنی) نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی پکار کا جواب دے کر انھیں ظلم سے نجات دلائی۔

امت کا عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں اور جو امتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے سنتے ہیں اور اس کا ''جواب'' (اجابت) دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلنے والی ہر بات اور دعا کی لاج رکھنے کا ذکر فرمایا ہے۔ حدیثِ قدسی کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانگئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔'' اور اسکی سب سے بڑی مثال قبلہ تبدیلی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلی تسکین اور خواہش پر کی گئی۔

میدانِ محشر میں جب تمام انبیاء ''نفسی نفسی'' فرما رہے ہوں گے، تب صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے جو امت کی پکار پر ''اَنَا لَھَا'' (میں ہوں اس کام کے لیے) فرما کر جواب دیں گے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ ''مُجیب'' کا وہ کمال ہوگا جو امت کو رب کی رحمت

سے جوڑ دے گا۔

''اسمِ گرامی 'مجیب' اس شفیق دربار کا پتہ دیتا ہے جہاں سے کوئی نا امید نہیں لوٹتا۔ یہ نام ہمیں یہ حوصلہ عطا کرتا ہے کہ ہم جب بھی تنہا ہوں یا کسی مشکل میں ہوں، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکاریں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مجیبِ امت' ہیں جن کی دعا اللہ کبھی رد نہیں فرماتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'پکار سننے والے' ہیں جن کے دربار میں شاہ و گدا سب کے لیے رحمت کے دروازے کھلے ہیں۔''

سَیِّدُنَا مُجَابٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ ہستی جن کی ہر دعا اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہے

لفظ ''مُجاب'' اسم مفعول ہے، جس کا لغوی مطلب ہے ''وہ ہستی جس کی پکار کا جواب دیا گیا ہو'' یا ''وہ جس کی دعا قبول کر لی گئی ہو''۔

اس سے مراد وہ ذاتِ اقدس ہے جن کی زبانِ مبارک سے نکلا ہوا ہر لفظ اللہ کے ہاں قبول ہوتا ہے۔ ''مُجیب'' (جواب دینے والا) اور ''مُجاب'' (جسے جواب دیا گیا) میں فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مقام عطا کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو مانگیں، وہ عطا کر دیا جائے۔

سیرتِ طیبہ کا ہر ورق اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''مُجاب'' ہیں۔ میدانِ بدر میں ہاتھ اٹھائے تو فرشتے نصرت کو آ گئے، انگلی کا اشارہ کیا تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا، قحط میں دعا کی تو فوراً بادل برسنے لگے۔ محدثین کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب ''مُجَابُ الدَّعْوَةِ'' (وہ جن کی دعا قبول کی جاتی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائصِ کبرا میں سے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے 'مجاب' ہونے کی سب سے لطیف مثال قرآنِ پاک میں تحویلِ قبلہ کے ذکر میں ملتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش تھی کہ کعبہ قبلہ بن جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان سے کچھ نہ کہا بس بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ اللہ کو اپنے ''مُجاب'' نبی کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ وحی نازل فرمائی: ''قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا'' (ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں، پس ہم آپ کو اسی قبلے کی طرف پھیر دیں گے جس میں آپ کی رضا ہے)۔

ترجمہ: ''(اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کا بار بار آسمان کی

طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم ضرور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہیں۔'' (سورہ البقرہ: 144)

یعنی ابھی زبان سے دعا نہیں کی تھی، صرف دل کی خواہش پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پکار کو 'مجاب' (قبول) کرلیا گیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس محبوب کی رضا کا اتنا پاس رکھتا ہے کہ قرآن میں فرمایا: ''وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ'' (اور عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رَبّ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہو جائیں گے)۔ گویا یہاں دعا مانگنے سے پہلے ہی قبولیت کی نوید سنادی گئی۔

'مجیب' وہ ہے جو پکارے جانے پر جواب دے، اور 'مجاب' وہ ہے جسے خود اللہ جواب دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اللہ کی رضا بن گئی ہے۔ قیامت کے دن جب تمام لوگ پریشان ہوں گے تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ ریز ہوکر دعا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، ای محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہیئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنی جائے گی، شفاعت کیجیئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ مجاب پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوگی۔

''اسمِ گرامی 'مُجَاب' اس یقینِ کامل کا عنوان ہے کہ درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی محروم نہیں لوٹتا۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری دعائیں سنی جائیں، تو ہمیں اس ہستی کا دامن تھامنا ہوگا جن کی ہر بات اللہ سنتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقبولِ بارگاہِ الٰہی' ہیں جن کے لبوں کی جنبش سے تقدیریں بنتی ہیں اور جن کی رضا میں ربِ کائنات کی رضا پوشیدہ ہے۔''

سَیِّدُنَا حَفِیٌّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نہایت مہربان، خیر خواہ اور باخبر

لفظ ''حفی'' کے لغوی معنی میں تین بڑی جہتیں شامل ہیں:

۱۔ بہت زیادہ مہربان اور شفیق ہونا۔

۲۔ کسی کی خیریت دریافت کرنے میں مبالغہ کرنا (یعنی گہری دلچسپی لینا)۔

۳۔ پوری طرح باخبر اور جاننے والا ہونا۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی وہ ہستی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات اور نوازشات ہیں۔ ''حفی'' وہ محبوب ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے بہت اکرام فرمایا اور اسے اپنے اسرارِ غیب سے مکمل طور پر باخبر کر دیا۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شان کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے اتنے مقرب ہیں کہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر پکار پر مائل بہ کرم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے ہر مخفی علم سے واقف ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''حفی'' ہیں جو اپنی امت کے دکھ سکھ، ان کی ضروریات اور ان کے قلبی احوال سے نہ صرف باخبر ہیں بلکہ ان کی بہتری کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔ قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے لیے یہ لفظ استعمال کیا: ''اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا'' (بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے)۔ (سورہ مریم: 47)۔ اسکا مطلب تھا کہ اللہ تعالیٰ میری پکار کو سنتا ہے اور مجھ پر خاص کرم فرماتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی اس صفت کے سب سے کامل مظہر ہیں۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیدنا حفی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اللہ کی بارگاہ میں ایسی مقرب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر دعا پر خاص مہربانی فرماتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر ناز اٹھاتا ہے۔

آپ ﷺ کی ''حفاوت'' (مہربانی) کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی صحابی آپ ﷺ سے ملتا، تو آپ ﷺ اس کے احوال اتنی اپنائیت سے پوچھتے کہ اسے محسوس ہوتا کہ کائنات میں آپ ﷺ کے لیے اس سے زیادہ اہم کوئی اور نہیں۔ آپ ﷺ اپنی امت کے لیے اتنے فکرمند رہتے کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ کہیں آپ ﷺ ان کے غم میں اپنی جان نہ گھلا دیں۔

آپ ﷺ کی حفاوت کا ایک پہلو یہ تھا کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کی صرف روحانی نہیں بلکہ دنیاوی ضرورتوں کا بھی خیال رکھتے۔ کبھی کسی غریب صحابی کی شادی کا انتظام فرماتے، تو کبھی کسی قرض دار کا قرض اپنے ذمہ لیتے۔ یہ آپ ﷺ کا ''حفی'' ہونا ہی تھا کہ آپ ﷺ نے وصال کے وقت بھی اپنی امت کی بخشش کے لیے ''اُمّتی اُمّتی'' کی صدا بلند کی۔

''اسمِ گرامی 'حفی' اس ناز و نیاز کا عنوان ہے جو خالق اور اس کے آخری رسول ﷺ کے درمیان ہے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ کی بارگاہ میں کتنے معزز اور باخبر ہیں کہ کائنات کا کوئی راز آپ ﷺ سے پوشیدہ نہیں اور اللہ کی کوئی رحمت آپ ﷺ کے وسیلے کے بغیر ادھوری ہے۔ آپ ﷺ وہ 'مہربانِ اعظم' ہیں جن کی عنایتوں نے بے سہارا انسانیت کو وقار بخشا اور جن کی باخبری نے ہمیں صراطِ مستقیم کی پہچان کروائی۔''

سَیِّدُنَا عفُوٌّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

دشمنوں کی بڑی سے بڑی خطا کو معاف کر دینے والے

لفظ ''عَفُوٌّ'' عربی لغت میں 'عفو' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ''مٹانا''، ''محو کرنا'' یا ''درگزر کرنا''۔

یہ ''مبالغے'' کا صیغہ ہے، جس کے معنی ہیں ''بہت زیادہ معاف کرنے والا''

عفو کا اصل مطلب ہوتا ہے ''مٹا دینا''۔ یعنی گناہ یا غلطی کو اس طرح معاف کر دینا کہ اس کا نشان تک باقی نہ رہے۔ اصطلاح میں عفو اس درگزر کو کہتے ہیں جہاں انسان بدلہ لینے پر قدرت رکھتا ہو لیکن وہ نہ صرف معاف کر دے بلکہ اس گناہ یا غلطی کا نشان بھی مٹا دے (یعنی اسے یاد بھی نہ دلائے)

یعنی وہ ہستی جو قدرت رکھنے کے باوجود انتقام نہ لے، بلکہ برائی کرنے والے کے گناہ کو نہ صرف معاف کر دے بلکہ اس کے اثر کو بھی دل سے مٹا دے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسی صفت کو اپنانے کا حکم دیا:

''خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ'' (سورۃ الاعراف: 199) ''(اے محبوب!) آپ درگزر (عفو) کو اختیار کیجیے، نیکی کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے اعراض برتیئے''۔

اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ''العفو'' ہے۔ حضور ﷺ اس صفتِ الٰہی کے سب سے بڑے مظہر ہیں۔ آپ ﷺ نے زندگی بھر کبھی اپنی ذات کے لیے کسی سے بدلہ نہیں لیا۔

تاریخِ انسانی میں عفو و درگزر کی اس سے بڑی مثال نہیں ملتی کہ جب مکہ فتح ہوا اور وہ تمام دشمن سامنے تھے جنھوں نے آپ ﷺ کو لہولہان کیا، ہجرت پر مجبور کیا اور صحابہ کو شہید

کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو''

طائف کے میدان میں جب پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا کہ اگر آپ ﷺ حکم دیں تو ان بستیوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں، تو آپ ﷺ نے ''عفو'' کا راستہ چنتے ہوئے فرمایا: ''نہیں، بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے''۔

آپ ﷺ وہ ''عفو'' ہیں جو کسی کی غلطی پر اسے بھرے مجمع میں شرمندہ نہیں کرتے تھے بلکہ عمومی انداز میں اصلاح فرماتے۔ آپ ﷺ کی معافی صرف قول تک نہیں بلکہ عمل سے ثابت تھی۔

روحانی اعتبار سے عفو سے مراد وہ ہستی ہیں جن کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ گناہگاروں کے گناہوں کو نہ صرف معاف فرمادے گا بلکہ ان کے نشان بھی مٹادے گا۔

''اسمِ گرامی 'عفو' اس خدائی صفت کا پرتو ہے جس نے انتقام کی آگ کو محبت کے زمزم سے ٹھنڈا کر دیا۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ طاقتور وہ نہیں جو بدلہ لے، بلکہ وہ ہے جو معاف کر دے۔ آپ ﷺ وہ 'سلطانِ درگزر' ہیں جن کے دامنِ عفو میں کائنات کے تمام گناہگاروں کے لیے جگہ ہے اور جن کی ایک نگاہِ کرم مجرموں کو محرم بنا دیتی ہے۔''

سَیِّدُنَا وَلِیٌّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کے قریبی دوست اور مومنوں کے سرپرست

لفظ ’’وَلِیٌّ‘‘ عربی لغت میں ’ولایت‘ سے مشتق ہے، جس کے کئی معنی ہیں: ’’دوست‘‘، ’’مددگار‘‘، ’’سرپرست‘‘، ’’قریبی‘‘ اور ’’کارساز‘‘۔

اس کے معنی ہیں قرب، دوستی، مددگاری اور سرپرستی۔ ’’ولی‘‘ اسے کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان اس طرح حائل ہو کہ کوئی تیسری چیز بیچ میں نہ رہے

یہ اسم مبارک اللہ رب العزت کے اسما اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسما مبارک میں مشترک ہے۔ قرآن مجید میں یہ اسم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بھی استعمال کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی۔

اسم الٰہی کے طور پر قرآن میں ارشاد ہے۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرہ: ۲۵۷)۔ ’’کہ ایمان والوں کا اللہ ہی حامی و مددگار ہے۔‘‘

سورۃ المائدہ کی آیت ۵۵ میں اللہ نے یہ اسم اپنے لیے اور حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی اور اہل ایمان کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا (المائدہ: ۵۵) ’’کہ تمھارے رفیق و مددگار تو صرف اللہ اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان ہیں۔‘‘

وہ ہستی جو مومنوں کے اتنی قریب ہو کہ ان کے دکھ درد کو اپنا سمجھے اور ان کی دستگیری فرمائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے وہ ’’ولی‘‘ ہیں جن سے زیادہ اللہ کا قرب کسی کو حاصل نہیں۔ ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین کے وہ ’’ولی‘‘ ہیں جن کا حقِ اطاعت اور حقِ محبت ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ ہے۔

سورہ الاحزاب کی آیت نمبر 6

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ

''یہ نبی مومنوں کے ساتھ ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ قریب (اور ان پر حقدار) ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

انسان کو اپنی جان سب سے پیاری ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ حضور ﷺ تمھاری جانوں سے بھی زیادہ تمھارے خیر خواہ ہیں۔ ہماری جان ہمیں گناہ یا نقصان کی طرف لے جاسکتی ہے، مگر ''نبیِ ولی ﷺ'' ہمیں ہمیشہ ابدی زندگی اور نفع کی طرف بلاتے ہیں۔

آپ ﷺ وہ ''ولی'' ہیں جنھوں نے امت کی روحانی تربیت فرمائی۔ جس طرح ایک سرپرست اپنے ماتحتوں کی ہر ضرورت کا خیال رکھتا ہے، آپ ﷺ نے امت کو زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھایا اور انھیں جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے تڑپتے رہے۔

آپ ﷺ کی ولایت (سرپرستی) کا یہ عالم تھا کہ مدینہ میں جب بھی کوئی پریشانی آتی، لوگ آپ ﷺ ہی کی طرف رجوع کرتے۔ آپ ﷺ نے یتیموں کی سرپرستی فرمائی، بیواؤں کا سہارا بنے اور بے کسوں کی دستگیری کی۔ میدانِ محشر میں جب سب ساتھ چھوڑ دیں گے، تب بھی آپ ﷺ ہی امت کے واحد ''ولی'' اور شفیع ہوں گے۔

''اسمِ گرامی 'ولی' اس ابدی تحفظ کا عنوان ہے جو مومن کو بے یاری و مددگاری کے احساس سے آزاد کر دیتا ہے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ ہم تنہا نہیں ہیں، بلکہ کائنات کی سب سے معتبر اور طاقتور ہستی ہماری سرپرست ہے۔ آپ ﷺ وہ 'ولیِ برحق' ہیں جن کی دوستی نجات کی ضمانت ہے اور جن کے سائے میں آ کر ہر ڈر امن میں بدل جاتا ہے۔''

سَیِّدُنَا حَقٌّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ ہستی جن کی ذات اور دین سراسر سچائی ہے

لفظ ''حق'' کا لغوی مطلب ہے ''ثابت، سچ، اٹل اور وہ حقیقت جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو''۔

جس طرح اللہ تعالیٰ ''حق'' ہے، اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ''حق'' کے لقب سے نوازا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجودِ مسعود اللہ کے سچا ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

''حق'' وہ ہستی ہے جس کا وجودِ اقدس اللہ کی توحید اور اس کی قدرت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس کائناتی حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز فانی ہو سکتی ہے، مگر جو پیغام اور نور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں، وہ ابدی اور ''حق'' ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ (بیشک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے حق آ گیا ہے۔ (سورۃ یونس: ۱۰۸) مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک مراد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''حق'' اس لیے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل سب کچھ سچائی پر مبنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خبر دی وہ سچ، جو راستہ دکھایا وہ سچ، اور جس انجام سے ڈرایا وہ سچ ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور کعبہ سے بتوں کو گرایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک پر یہی آیت تھی: ''جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ'' (حق آ گیا اور باطل مٹ گیا)۔ (سورۃ بنی اسرائیل: ۸۱) یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آمد کو ''حق'' کی آمد قرار دیا۔

قرآن پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق ہونے کی گواہی سورۃ النجم میں اس طرح دی

ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىؕ (3) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰىۙ (4)

(اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے یہ تو صرف وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ...سورہ النساء (آیت 170)

''اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے (یہ) رسول حق کے ساتھ آچکا ہے، پس تم ایمان لے آؤ (یہ) تمھارے لیے بہتر ہے...''

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ ''بالحق'' میں ''با'' ملابست کے لیے ہے، یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود بھی حق ہیں اور جو دین لائے وہ بھی حق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ''حق'' ہیں جن کی تشریف آوری نے باطل کے پردے چاک کر دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لائی ہوئی شریعت حق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلام (قرآن وحدیث) حق ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارکہ وہ اٹل حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شخصیت میں حقانیت اس قدر رچی بسی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی مذاق میں بھی کوئی ایسی بات نہیں کہی جو سچائی کے خلاف ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجودِ مسعود کائنات کے لیے اللہ کی سب سے بڑی سچائی بن کر نمودار ہوا۔

''اسمِ گرامی 'حق' اس لازوال حقیقت کا عنوان ہے جس پر کائنات کی پوری عمارت کھڑی ہے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا کے تمام نظریات اور فلسفے مٹ سکتے ہیں، مگر ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وابستہ سچائی کبھی زائل نہیں ہوسکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'برحق رسول' ہیں جن کی گواہی خود خالقِ کائنات نے دی اور جن کی پیروی ہی انسان کو وہم وگماں کی دنیا سے نکال کر یقینِ کامل کی منزل تک پہنچاتی ہے۔''

سَیِّدُنَا قَوِیٌّ (ﷺ)

کے معنی ہیں ’’طاقتور‘‘، ’’مضبوط‘‘ اور ’’صاحبِ قوت‘‘

لفظ ’’قَوِیّ‘‘ (جس کا مادہ ’ق، و، ی‘ ہے) کے معنی ہیں ’’طاقتور‘‘، ’’مضبوط‘‘ اور ’’صاحبِ قوت‘‘۔

نبی کریم ﷺ کی یہ صفت آپ ﷺ کی جسمانی طاقت، ایمانی قوت اور ارادے کی مضبوطی کو ظاہر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جہاں اخلاق کا پیکر بنایا، وہیں شجاعت اور قوت کا کمال بھی عطا فرمایا۔۔اس سے مراد وہ ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے جسمانی، روحانی، ذہنی اور ایمانی لحاظ سے کمال قوت عطا فرمائی ہو۔حضور ﷺ اللہ کے وہ ’’قوی‘‘ نبی ہیں جنھوں نے تنِ تنہا پوری دنیا کے کفر اور باطل نظریات کا مقابلہ کیا اور انھیں مغلوب کر دیا۔

قرآنِ پاک میں جب جبرائیل علیہ السلام کی تعریف کی گئی تو انھیں ’’ذِی قُوَّةٍ‘‘ کہا گیا، اور چونکہ نبی کریم ﷺ ان سے وحی وصول کرنے والے تھے، تو آپ ﷺ کا ظرف اور قوت ان سے بھی بڑھ کر تھی۔

سورہ النجم میں ارشاد ہے:

’’عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ‘‘

’’انھیں (نبی ﷺ کو) بڑی قوتوں والے (رب/ جبرائیل) نے سکھایا۔‘‘

مفسرین فرماتے ہیں کہ وحی کا بوجھ اٹھانا کسی عام انسان کے بس میں نہ تھا، یہ آپ ﷺ کی روحانی قوت تھی جس نے کلامِ الٰہی کا بوجھ سہا۔اور آپ ﷺ نے وہ بوجھ اٹھایا جو پہاڑ بھی نہ اٹھا سکتے تھے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے، اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا (بے شک عنقریب آپ ﷺ پر ایک کلام نازل کریں گے) سورۃ المزمل: ۵۔اس

بھاری کلام کوسہنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات قوی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ (جو خود بہت بڑے بہادر تھے) فرماتے ہیں کہ: ''جب جنگ میں مقابلہ سخت ہوجاتا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ لیا کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سب سے زیادہ دشمن کے قریب ہوتے تھے۔'' (مسند احمد)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ''قوی'' کا ایک پہلو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استقامت ہے۔ جب قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لالچ دی یا دھمکایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑ جیسی مضبوطی کے ساتھ فرمایا:

''اگر یہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی رکھ دیں، تب بھی میں اس حق سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔''

یہ ایک ''قوی'' انسان ہی کا عزم ہوسکتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ عرب کا مشہور پہلوان ''رکانہ'' جسے کوئی نہ پچھاڑ سکا تھا، اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار کشتی میں زمین پر گرادیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو ہر میدان میں قوت عطا فرمائی۔ میدان جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوت کا مظاہرہ کیا تو ملکوں کو فتح کرلیا۔ اخلاق میں قوت کا مظاہرہ کیا تو اپنے جانی دشمنوں کو دولت ایمانی سے سرفراز کیا۔ عبادت میں اس قدر قوت کا مظاہرہ کیا کے راتون کے طویل قیام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے محموب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے کچھ عرصے مین قیام کیا کریں اور کچھ حصے مین آرام بھی فرمالیا کریں۔ اس مبارک کی تفہیم سے ہمیں اس بات کا فہم ملتا ہے کہ اسلام میں قوت کا تعلق ظلم سے نہیں بلکہ عدل و استحکام سے ہے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ قوی ہیں جنھوں نے معاشرے میں عدل اانصاف کے بول بالے کے لیے انتہا درجے کے استحکام کا مظاہرہ کیا۔

''اسمِ گرامی 'قوی' اس جلالِ نبوت کا عنوان ہے جس نے جبر و استبداد کے بتوں کو پاش پاش کر دیا۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حق کا علمبردار کمزور نہیں ہوتا، بلکہ اس کے پاس ایمان اور توکل کی وہ قوت ہوتی ہے جو اسے زمانے کے سامنے جھکنے نہیں دیتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'قویِ برحق' ہیں جن کی قوت کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے اور جن کی پیروی انسان کو باطل کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیتی ہے۔''

سَیِّدُنَا اَمِیْنٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ ہستی جن کی دیانتداری کی گواہی اپنوں اور بیگانوں سب نے دی

''امین'' کا مطلب ہے ''امانت دار، قابلِ بھروسہ اور دیانت دار''۔

یہ وہ لقب ہے جو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر حضرت جبرائیلؑ کو دیا اور زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے وہ ''امین'' ہیں جنھوں نے وحیِ الٰہی کی امانت کو ذرہ برابر کمی بیشی کے بغیر امت تک پہنچا دیا۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ جو وحی لے کر آئے وہ تو قوی ہو اور جس کے سپرد کی جائے وہ امانت کی حفاظت نہ کر سکے۔ بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی حفاظت فرمائی اور قرآن کریم کی ایک ایک آیت حفاظت کے ساتھ امت تک پہنچائی۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے: إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (19) ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ (20) مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ (21)

ترجمہ: ''بیشک یہ (قرآن) ایک معزز رسول (جبرائیل علیہ السلام) کا لایا ہوا قول ہے۔ جو بڑی قوت والا ہے، عرش والے (اللہ) کے ہاں بلند مرتبہ ہے۔ وہاں (فرشتوں میں) اس کا حکم مانا جاتا ہے (اور وہ) امانت دار (امین) ہے۔'' سورۃ التکویر: آیت 19 سے 21

یہ نام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان دو صفاتی اسم گرامی میں سے ہے جو عرب معاشرے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مل چکے تھے۔ جن میں صادق اور دوسرا امین تھا۔ اس دور میں جب بد دیانتی، جھوٹ، مکر وفریب عروج پر تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنوں اور غیروں کے درمیان صادق اور امین کے لقب سے مشہور تھے۔ سیرت کی کتب میں ملتا ہے کہ جب خانہ کعبہ کی تعمیرِ نو کے وقت حجرِ اسود رکھنے پر جھگڑا ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر سب

پکار اٹھے:

(هَذَا الْأَمِينُ، قَدْ رَضِينَا بِهِ) ''یہ امین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آ گئے، ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔''

اسی طرح ہجرت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دشمنوں کی امانتیں موجود تھیں، جنھیں لوٹانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو مامور فرمایا۔

حضرت خدیجہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین ہونے کی وجہ سے ہی لاکھوں کا سامان دے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجارت پر روانہ کیا۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا۔ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ (التکویر:۲۱) کہ واجب عطاعت اور امین ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ "امین" ہیں جنھوں نے اللہ کا کلام (قرآن) ایک حرف کی کمی بیشی کے بغیر امت تک پہنچایا۔ آسمان پر حضرت جبریلؑ "روح الامین" ہیں اور زمین پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''صادق وامین'' ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کو زندگی کے وہ اصول دیے جو ان کے جان و مال کے تحفظ کی ضمانت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے محفوظ رہیں''، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صفت کا سب سے اعلیٰ نمونہ تھے۔

''امین'' وہ بھی ہوتا ہے جو رازوں کی حفاظت کرے۔ اسکے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بھی فرمایا۔ (میں آسمان والوں کا امین ہوں میرے پاس صبح شام آسمان سے خبریں آتی ہیں۔) اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے مخفی اسرار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ مبارک میں ودیعت فرمائے، جن کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے امین ہیں۔

(سورۃ الدخان) کی آیت ۱۸ میں فرمایا گیا کہ (اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ) میں

تمھارے لیے امانت دار رسول ہوں۔

نبوت سے قبل ہی مکہ کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''الصادق والامین'' کے نام سے پکارتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیانت داری کا دشمن بھی اعتراف کرتے تھے۔

ہجرت کی رات جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے لیے دشمنوں نے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا، اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کے جانی دشمنوں کی امانتیں رکھی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو تاکید فرمائی کہ ان کی امانتیں لوٹا کر مدینہ آنا۔یہ امانت داری کی وہ مثال ہے جس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف مال یا وحی کے امین نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانی حقوق، عزتوں اور رازوں کے بھی امین ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے سکھایا کہ کسی کی کہی ہوئی بات یا راز کو چھپانا بھی امانت داری ہے۔

''اسمِ گرامی 'امین' اس کردارِ عظیم کا عنوان ہے جس نے پتھر دلوں کو موم کر دیا۔یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ دین کی عمارت سچائی اور دیانت کی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'امینِ اعظم' ہیں جن کی امانت داری پر زمین و آسمان گواہ ہیں اور جن کے دامنِ صدق سے وابستگی ہی انسان کو معاشرے کا معتبر فرد بناتی ہے۔''

سَیِّدُنَا مَأْمُوْنٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

جن پر ہر معاملے میں مکمل بھروسہ کیا جاسکے

لفظ ''مامون'' اسم مفعول ہے، جس کا مطلب ہے ''وہ ہستی جس پر مکمل بھروسہ کیا جائے''، ''جس کی امانت داری پر سب کا اتفاق ہو'' اور ''جس سے کسی شر کا خطرہ نہ ہو''۔

لغت کے اعتبار سے ''مامون'' اس شخص کو کہتے ہیں جس سے لوگ مامون (پرسکون) ہو جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ سے کسی کو کبھی کوئی تکلیف یا دکھ نہیں پہنچا۔ ''مامون'' وہ برگزیدہ رسول ہے جس کے پاس بیٹھنے والا، جس کا دامن تھامنے والا اور جس کی پیروی کرنے والا دنیا وآخرت کے ہر خوف سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بے داغ شخصیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سراپا امن و سلامتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود صفت مامون کی تعریف یوں فرمائی۔۔

''اَلْمُسلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسلِمونَ مِنْ لِسانِهِ ويَدِهِ''

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ (مامون) رہیں۔''

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے کامل مسلمان اور اللہ کے رسول ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے ہر انسان، یہاں تک کہ جانور بھی مامون ومحفوظ تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ فتح مکہ کے روز جب لشکر اسلام مکّہ کی جانب رواں دواں تھا تو پتہ چلا کہ قافلے کے راستے میں ایک کتیا نے بچے جن رکھے ہیں تا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قافلے کے راستہ کو بدلنے کا حکم دیا مبادہ کہ اس ماں کو قافلہ کی وجہ سے نقصان پہنچے۔

مامون سے مراد وہ ذاتِ اقدس ہے جسے اللہ تعالیٰ نے وحیِ الٰہی کا معتمد بنایا۔ یعنی اللہ

تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیطان کے ہر غلبے اور انسانی لغزش سے محفوظ و مامون رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے وہ مامون (امانت دار) ہیں کہ آسمان کا رب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر گواہی دیتا ہے اور زمین والے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن میں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت ''امن وامان'' کا گہوارہ تھی۔ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن تھام لیا وہ دنیا و آخرت کے خوف سے مامون (محفوظ) ہو گیا۔

''مامون'' وہ ہوتا ہے جس پر آنکھیں بند کر کے یقین کیا جا سکے۔ مکہ کے وہ کفار جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کے درپے تھے، وہ بھی اپنا قیمتی مال کسی اور کے پاس رکھنے کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رکھنا محفوظ سمجھتے تھے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ ''مامون'' کا اعتراف تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں تو جان کا خطرہ ہوسکتا ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رکھی امانت کو کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''مامون'' ہیں جن کی تشریف آوری نے کمزوروں، یتیموں اور غلاموں کو ظالموں کے خوف سے نجات دلائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سائے میں آ کر ایک حبشی غلام (حضرت بلال ؓ) کو بھی وہ وقار ملا کہ وہ کائنات کے سردار بن گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے لیے 'مامون' چنا، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جن کے ذریعے پہنچنے والے الٰہی پیغام میں کسی قسم کی تبدیلی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے اصولوں میں بھی ''امن'' کو مقدم رکھا۔ ''مامون'' نبی نے بوڑھوں، بچوں، عورتوں اور حتیٰ کہ درختوں کو بھی نقصان پہنچانے سے منع فرمایا، جس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کائنات کے ہر ذرے کے لیے ''مامون'' (سلامتی کا باعث) ہے۔

قیامت کے ہولناک دن میں جب ہر طرف نفسی نفسی کا عالم ہوگا اس وقت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا سایہ ہی وہ مقام ہوگا جہاں گناہگار امتی خود کو مامون محسوس کریں گے۔

''اسمِ گرامی 'مامون' اس حصارِ عافیت کا نام ہے جو ہر بھٹکے ہوئے مسافر کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔ یہ نام ہمیں یہ یقین دلاتا ہے کہ اگر ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے تھام لیں، تو ہم فتنوں کے اس دور میں بھی ہر فکری اور عملی گمراہی سے محفوظ (مامون) رہ سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'امینِ کل' ہیں جن کے در پر آ کر خوف امن میں اور اضطراب سکون میں بدل جاتا ہے۔''

سَیِّدُنَا کَرِیْمٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سخاوت اور بلند اخلاق کے پیکر

لفظ ''کریم'' عربی لغت میں 'کرم' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ''سخی، باعزت، بلند مرتبہ اور وہ جو بن مانگے عطا کرے''۔ لغتِ عرب میں ''کرم'' ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنی جنس میں سب سے اعلیٰ، نفع بخش اور قیمتی ہو، جو قدرت رکھنے کے باوجود بھی معاف کردے، وعدہ کرے تو پورا کرے اور جب عطا کرے تو حد کر دے۔

''کریم'' وہ بلند مرتبہ رسول ہے جو نہ صرف مال عطا فرماتا ہے، بلکہ لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرنا اور انھیں عزت بخشنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کریمی کا حصہ ہے۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بے مثال اخلاق کو ظاہر کرتا ہے جس کی گواہی خود خالقِ کائنات نے دی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ صفت براہِ راست استعمال فرمائی ہے:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ

''بیشک یہ (قرآن) ایک معزز (کریم) رسول کا لایا ہوا قول ہے۔'' (سورہ الحاقہ: 40)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے سب سے بڑے ''کریم'' ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اخلاق کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے انسانیت پر علم، ہدایت اور مغفرت کی وہ بارش فرمائی جس کی مثال نہیں ملتی۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَجْوَدَ النَّاسِ''، ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی (کریم) تھے۔'' (صحیح بخاری)

اور رمضان میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت ''تیز چلنے والی ہوا'' سے بھی زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی سائل کو ''نہیں'' نہیں کہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ کریم کا بڑا مظہر فتحِ مکہ کا دن ہے۔ جب جانی دشمن سامنے کھڑے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ''کرم'' کا ثبوت دیتے ہوئے فرمایا: ''آج تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کریمی کا عالم یہ تھا کہ کبھی کسی سائل کو ''نا'' نہیں کہا۔ اگر پاس کچھ نہ ہوتا تو وعدہ فرما لیتے یا کسی سے ادھار لے کر سائل کی ضرورت پوری کر دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنے لیے کچھ جمع نہیں کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''کریم'' ہیں جنھوں نے انسان کو اس کا کھویا ہوا مقامِ بندگی یاد دلایا اور اسے ذلت کی زندگی سے نکال کر عزت و وقار کی راہ دکھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ہر غریب و نادار خود کو معزز محسوس کرتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا اکرم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مستجاب دعا دنیا میں استعمال نہیں کی بلکہ اسے قیامت کے دن اپنی امت کی بخشش کے لیے سنبھال کر رکھا ہے۔

(اللہ تعالیٰ کا نام بھی ''الکریم'' ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بھی ''کریم'' ہے۔ فرق یہ ہے کہ اللہ کی صفتِ کرم ذاتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ کرم اللہ کی عطا کردہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے کرم کے تقسیم کرنے والے (قاسم) ہیں۔)

''اسمِ گرامی 'کریم' اس بارشِ رحمت کا عنوان ہے جو بنجر دلوں کو زندگی بخش دیتی ہے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ سچی بڑائی سخاوت اور درگزر میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'سلطانِ کرم' ہیں جن کے دستِ جود و سخا سے پوری کائنات فیض یاب ہو رہی ہے اور جن کی بارگاہ میں آ کر گناہگاروں کو بھی بخشش کی امید اور ناامیدوں کو جینے کا سہارا ملتا ہے۔''

سَیِّدُنَا مُکَرَّمٌ (ﷺ)

اللہ کی بارگاہ میں نہایت عزت وتکریم پانے والے

لفظ ''مُکرم'' اسم مفعول ہے، جس کا مطلب ہے ''وہ ہستی جس کی تعظیم وتکریم خود اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتوں نے کی ہو''۔

کریم'' اور'' مکرم'' میں ایک لطیف فرق ہے: کریم وہ ہے جو دوسروں کو نوازے، جبکہ مکرم وہ ہے جسے اللہ نے تمام جہانوں میں سب سے زیادہ عزت وتکریم کے مقام پر فائز کیا ہو۔

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے وحی لانے والے فرشتوں اور صحائفِ ربانی کے لیے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے، اور ظاہر ہے کہ جس ہستی (ﷺ) کے لیے یہ سب انتظام کیا گیا، وہ سب سے زیادہ ''مکرم'' ہیں۔

سورہ عبس میں ارشاد ہے:

فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ

''(یہ قرآن) ایسے صحیفوں میں (درج) ہے جو بڑے معزز (مکرم) ہیں۔'' (سورہ عبس: 13) مفسرین فرماتے ہیں کہ جب وہ کلام جو آپ ﷺ پر نازل ہوا مکرم ہے تو جس ہستی کے قلب اطہر پر نازل ہوا وہ کس قدر مکرم ہوگی۔

علماء فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ وہ ہے جس کی خاطر کائنات کو عزت دی گئی، اس لیے آپ ﷺ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ مکرم ہیں۔

اس سے مراد وہ ذاتِ اقدس ہے جس کی عزت کی قسمیں اللہ نے قرآن میں کھائیں اور جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ بلند کیا۔ آپ ﷺ اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ معزز اور مکرم ہستی ہیں۔

آپ ﷺ کی تکریم کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی آواز پر آواز بلند کرنے سے منع فرمایا اور آپ ﷺ کی اتباع کو اپنی محبت کا معیار قرار دیا۔

معراج کی رات جب آپ ﷺ تشریف لے گئے، تو ہر آسمان پر فرشتوں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا اور انبیاء نے آپ ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی۔ یہ آپ ﷺ کی مکرم شخصیت کا مشاہدہ تھا۔ اور مقامِ محمود پر آپ ﷺ کو فائز کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کائنات کے ''مُکرم ترین'' فرد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام جوڑا (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)۔ یہ وہ تکریم ہے جو کائنات میں کسی اور کو حاصل نہیں۔

درود وسلام: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

''بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو۔''

جس ہستی پر خود خالقِ کائنات درود بھیجے، اس سے بڑھ کر مکرم کون ہوسکتا ہے؟

آپ ﷺ کا انتخاب اس لیے ہوا تاکہ آپ ﷺ کی صورت میں انسانیت کو اس کا کھویا ہوا وقار واپس ملے۔ اور آپ ﷺ کی عزت کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے اور جن ﷺ کا نام رہتی دنیا تک بلند رہے گا۔

''اسمِ گرامی 'مُکَرَّم' اس عظمتِ رفتہ کا عنوان ہے جسے خود خالقِ کائنات نے دوام بخشا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ انسانیت کی سچی عزت صرف اور صرف اتباعِ رسول ﷺ میں پوشیدہ ہے۔ آپ ﷺ وہ 'محترمِ اعظم' ہیں کے صدقے خاک نشینوں کو بھی وقار ملا اور جن کی بارگاہ کی غلامی ہی درحقیقت بادشاہی ہے۔''

سَیِّدُنَا مَکِیْنٌ (ﷺ)

اللہ کے ہاں بلند مقام اور منزلت رکھنے والے

''مکین'' کا مطلب ہے ''مقام ومرتبہ والا، بااختیار اور وہ جس کی جڑیں مضبوط ہوں''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جسے اللہ کے ہاں ایک خاص ''مقام'' (مرتبہ) اور قدرت حاصل ہے۔ آپ ﷺ اللہ کی بارگاہ میں وہ مکین ہیں جن کی سفارش رد نہیں کی جاتی۔

سورہ التکویر میں اللہ تعالیٰ نے وحی لانے والے فرشتے (حضرت جبرائیل علیہ السلام) کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ذِی قُوَّةٍ عِندَ ذِی الْعَرْشِ مَكِينٍ

''(وہ) بڑی قوت والا ہے، عرش والے (اللہ) کے ہاں بڑے مرتبے والا (مکین) ہے۔'' (سورہ التکویر: 20)

مفسرین فرماتے ہیں کہ اگر وحی لانے والا فرشتہ ''مکین'' (صاحبِ مرتبہ) ہے، تو وہ ہستی جس کے لیے وحی لائی جا رہی ہے (یعنی نبی کریم ﷺ)، وہ اللہ کے ہاں اس سے بھی کہیں زیادہ ''مکین'' اور بلند مقام رکھنے والی ہے۔ آپ ﷺ کا مقامِ قرب وہ ہے جہاں تک کسی فرشتے یا نبی کی رسائی نہیں (مقامِ قاب قوسین)۔

''مکین'' وہ ہستی ہے جس کا اللہ کے ہاں ایسا مقام ہو کہ اس کی بات ٹالی نہ جائے۔ قیامت کے دن جب سب نفسی نفسی کر رہے ہوں گے، تب آپ ﷺ کا ''مکین'' ہونا کام آئے گا اور اللہ آپ ﷺ کی شفاعت سے لاکھوں کو بخش دے گا۔

حضور ﷺ کا مقام اللہ کے ہاں اتنا بلند ہے کہ کوئی فرشتہ یا نبی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ ﷺ عرشِ الٰہی کے سب سے مقرب مکین ہیں۔ آپ ﷺ صرف عرش الٰہی

کے معزز مکین نہیں بلکہ مومنین کے دلوں کے بھی مکین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت جب کسی دل میں گھر کر جاتی ہے تو وہ دل نورِ ایمان منور ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مکین ہیں جن کے دم قدم سے کائنات قائم ہے۔ علما فرماتے ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ اس دنیا میں جلوہ گر نہ ہوتی تو یہ بزمِ ہستی نہ سجتی، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی ہیں جن کا رتبہ اٹل ہے، جن لا مقام سب سے بلند ہے اور جن کی سلطنت دنیا سے لے کر آخرت تک پھیلی ہوئی ہے۔

''اسمِ گرامی 'مکین' اس ابدی وقار کا عنوان ہے جسے زمانے کی گردشیں مٹا نہیں سکتیں۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ جس ہستی کو اللہ نے اپنے عرش پر 'مکین' بنایا ہو، اسے زمین کے رہنے والے (اہلِ باطل) کبھی نیچا نہیں دکھا سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'صاحبِ منزلت' ہیں جن کی غلامی انسان کو دو عالم کی سرداری عطا کرتی ہے اور جن کا دامن تھامنے والا کبھی بے وقعت نہیں ہوتا۔''

سَیِّدُنَا مَتِینٌ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اپنے ارادے اور دین میں نہایت پختہ

یہ لفظ ''م ت ن'' (متن) سے نکلا ہے۔

عربی لغت میں ''متانت'' کے معنی ایسی مضبوطی کے ہیں جس میں لچک یا کمزوری کا گزر نہ ہو۔ ''متین'' وہ ہوتا ہے جو نہایت پختہ، مضبوط اور باوقار ہو۔ لغتِ عرب میں ''متانت'' ایسی قوت کو کہتے ہیں جس میں لرزہ یا کمزوری نہ ہو، اور ''متین'' وہ شخصیت ہے جو ہر قسم کے حالات میں سنجیدگی اور استقلال کا پیکر ہو۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کے طور پر ''الْمَتِینُ'' (سورۃ الذاریات:58) استعمال فرمایا۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے اخلاق کے سب سے بڑے مظہر ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت اور سیرت کو بھی ''متین'' کہا جاتا ہے۔ ایک حدیثِ مبارک میں دینِ اسلام کی فطرت کے بارے میں ارشاد ہوا:

''إِنَّ هَذَا الدِّينَ مَتِينٌ، فَأَوْغِلُوا فِيهِ بِرِفْقٍ'' ''بے شک یہ دین مضبوط (متین) ہے، پس اس میں نرمی کے ساتھ داخل ہو (عمل کرو)۔'' (مسند احمد) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس ''دینِ متین'' کے داعی اور خود اس کا کامل نمونہ تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''متین'' اس لیے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تبلیغِ دین کے دوران آنے والے مصائب و آلام کا جس ہمت اور وقار سے مقابلہ کیا، اس کی مثال تاریخِ انسانی میں نہیں ملتی۔ کفارِ مکہ کے مظالم ہوں یا طائف کے پتھر، اپنوں کی طرف سے پہنچائی گئی تلخیاں ہوں یا ہجرت کی صعوبتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پائے استقلال میں لرزش نہ آئی۔

متین کا ایک مفہوم وقار اور سنجیدگی بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شخصیت میں ایک خاص

رعب اور وقار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو میں ''متین'' تھے (یعنی ٹھہر ٹھہر کر اور جامع کلام فرماتے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اتنے مضبوط تھے کہ دشمن کی بدتمیزی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلم کو جنبش نہ دے سکی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس شریعت کو لے کر آئے، اسے قرآن نے ''دینِ متین'' (مضبوط دین) کہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دین کے امین اور اس پر سختی سے قائم رہنے والے ہیں۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''متین'' وہ ہے جو حق پر اس طرح قائم ہو کہ کائنات ادھر سے ادھر ہو جائے مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی وہ مرکز ہے جس کے گرد پوری کائنات گھوم رہی ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بندگی اور عہدِ وفا میں ''متین'' ہیں۔

''اسمِ گرامی 'متین' اس فولادی عزم کا عنوان ہے جس نے تاریخ کا دھارا موڑ دیا۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حق کا مسافر صرف سچا ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے موقف میں اتنا پختہ (متین) ہوتا ہے کہ زمانہ اس کے سامنے جھک تو سکتا ہے، اسے جھکا نہیں سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'پیکرِ استقلال' ہیں جن کی زندگی کا ہر لمحہ ہمیں ثابت قدمی اور وقار کا سبق دیتا ہے۔''

سَیِّدُنَا مُبِینٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حق و باطل کے درمیان واضح لکیر کھینچ دینے والے

لفظ ''مُبین'' عربی لغت میں 'ابانہ' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ''واضح کرنے والا''، ''کھول کر بیان کرنے والا'' اور ''وہ جو بذاتِ خود روشن ہو''۔ مبین اس ہستی کو بھی کہتے ہیں جو پیچیدہ گتھیوں کو سلجھادے اور حقائق کو اس طرح بیان کردے کہ کسی کو شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جنھوں نے حق اور باطل کے درمیان لکیر کھینچ کر دونوں کو واضح کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے احکامات اور دین کی باریکیوں کو اتنی وضاحت سے بیان فرمایا کہ ہدایت کا راستہ سورج کی طرح روشن ہوگیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اسم گرامی کے دو اصلاحی پہلو ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت، اخلاق و کردار اور کارناموں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رسول ہونا بلکل واضح ہے، دوسرا معنی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھول کھول کر اللہ کے احکامات سنانے والے ہیں اور اس کام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔

قرآن پاک کی سورہ الزخرف کی آیت نمبر 29 میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفت کا صراحت سے ذکر ہے:

حَتّٰی جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف بیان کرنے والا (واضح) رسول آ گیا) (الزخرف: ۲۹)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبین اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر گوشہ بچپن، جوانی اور اعلانِ نبوت کے بعد کا ایک ایک لمحہ تاریخ کے روشن صفحات پر عیاں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ وہ کھلی کتاب ہے جو ہر دور کے انسان کے لیے ہدایت کا واضح نشان ہے۔

آپ ﷺ کی زندگی کا ہر گوشہ ایک کھلی کتاب کی مانند واضح ہے۔ آپ ﷺ کا کلام معجزہ ہے جو پیچیدہ مسائل کو سہل بنا دیتا ہے۔

قرآنِ کریم نے آپ ﷺ کو ''رَسُولِ مُبِین'' (واضح رسول) کہا ہے۔

اَنّٰی لَهُمُ الذِّكْرٰى وَ قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (الدخان: ۱۳)

ان کے لیے نصیحت کہاں ہے؟ کھول کھول کر بیان کرنے والے پیغمبر ﷺ ان کے پاس آچکے ہیں۔

مبین اسے بھی کہا جاتا ہے جو دو چیزوں کو ایک دوسرے سے الگ اور واضح کر دے۔ آپ ﷺ نے حلال و حرام، حق و باطل اور نور اور ظلمات کے درمیان ایسی واضح لکیر کھینچ دی کہ اب قیامت تک صراطِ مستقیم تلاش کرنا کسی کے لیے مشکل نہیں رہا۔۔۔

اور فرمایا

وَ قُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ (الحجر: ۸۹)

اور کہہ دیجیے کہ میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

آپ ﷺ نے اپنی سنت کے ذریعے قرآن کے مجمل احکامات (جیسے نماز کی رکعات اور زکوٰۃ کی شرح) کو امت کے لیے پوری طرح واضح فرما دیا۔ آپ ﷺ کا انتخاب اس لیے ہوا تاکہ کائنات میں جہالت کا کوئی اندھیرا باقی نہ رہے۔ اس لیے سیدنا مبین وہ ہستی ہیں جن کا وجود سراپا روشنی ہے، جن کا کلام سراپا وضاحت ہے، اور جن کی اتباع انسان کو شک کے اندھیروں سے نکال کر یقین کی روشنی میں لے آتی ہے۔

''اسمِ گرامی 'مبین' اس روشن چراغ کا عنوان ہے جس نے وہم و گماں کے سائے مٹا دیے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ اسلام کوئی پراسرار یا چھپا ہوا فلسفہ نہیں بلکہ ایک 'دینِ مبین' ہے جس کا ہر اصول فطرت کے عین مطابق اور واضح ہے۔ آپ ﷺ وہ 'ترجمانِ حقیقت' ہیں جن کی پکار نے انسانیت کو الجھنوں سے نکالا اور اسے یقین کی روشن شاہراہ پر لا کھڑا کیا۔''

سَیِّدُنَا مُؤَمِّلٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ ہستی جس سے بہت زیادہ امیدیں وابستہ کی جائیں۔

جس کی ذات کو مرادیں پوری ہونے کا وسیلہ سمجھا جائے۔

اس کے لغوی معنی ہیں ''وہ ہستی جس سے امیدیں وابستہ کی جائیں''، ''مرجعِ امید'' یا ''وہ جس کی طرف آرزوئیں کی جائیں''۔ عربی لغت میں ''اَمَل'' اس امید کو کہتے ہیں جس کا تعلق مستقبل کی بہتری اور کسی بڑی خیر سے ہو۔

اس سے مراد وہ ذاتِ اقدس ہے جو پوری کائنات کے لیے امیدوں کا مرکز ہے۔ گناہگاروں کو آپ ﷺ کی شفاعت کی امید ہے، حاجت مندوں کو آپ ﷺ کی سخاوت کی، اور پیاسوں کو آپ ﷺ کے دستِ مبارک سے جامِ کوثر پینے کی امید ہے۔

جس وقت دنیا جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی، آپ ﷺ کی تشریف آوری نے مظلوموں، بیواؤں اور یتیموں کے لیے 'امیدِ نو' پیدا کی۔ آپ ﷺ وہ ''مؤمل'' بنے جنھوں نے انسانیت کو جینے کا حوصلہ دیا۔

حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی مایوس دلوں کا سہارا ہے۔ آپ ﷺ نے ہر اس شخص کو سینے سے لگایا جسے دنیا نے ٹھکرا دیا تھا۔

میدانِ محشر میں جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا، اس وقت تمام مخلوق کی امیدیں آپ ﷺ سے وابستہ ہوں گی اور آپ ﷺ ''سجدہ ریز'' ہو کر امت کی بخشش کا مژدہ سنائیں گے۔ آپ ﷺ کا انتخاب اس لیے ہوا تا کہ انسانیت کو معلوم ہو کہ رحمتِ الٰہی کا سب سے بڑا دروازہ آپ ﷺ کی ذات ہے۔ الغرض آپ ﷺ وہ مومل ہیں جن کا تصور دلوں کو سکون بخشتا ہے، ایک مومن جب دنیا میں مایوس ہوتا ہے تو وہ مدینے والے کی رحمت کی طرف

دیکھتا ہے اور اس کی تمام امیدیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے وابستہ ہوتی ہیں۔

''اسمِ گرامی 'مؤمل' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ کائنات کی ہر آرزو کا سفر ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوتا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب دنیا کے تمام دروازے بند ہو جائیں اور امیدیں ٹوٹنے لگیں، تو اس 'مرجعِ امید' کی طرف رجوع کرو جس کا در کبھی بند نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'آخری سہارا' ہیں جن کی یاد دلوں کو جلا بخشتی ہے اور جن کا دامن تھام لینے والا کبھی ناامید نہیں ہوتا۔''

سَیِّدُنا وَصُوْلٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کٹے ہوئے لوگوں کو جوڑنے والے۔

''وصول'' کا مطلب ہے ''ملانے والا'' یا ''صلہ رحمی کرنے والا''۔ یہ لفظ مبالغے کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے ''بہت زیادہ جوڑنے والا''۔لغتِ عرب میں ''وصل'' ہجر (جدائی) کی ضد ہے، اور ''وصول'' وہ ہستی ہے جو دوریوں کو قربتوں میں بدل دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''وصول'' ہیں جنھوں نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑا، بندے کو اس کے خدا سے ملایا اور دشمن قبائل کو بھائی بھائی بنادیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''وصول'' اس لیے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلہ رحمی (رشتوں کو جوڑنے) کی وہ اعلیٰ مثال قائم کی جو تاریخِ انسانی میں ناپید تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بھی رشتہ جوڑا جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ توڑا، اور انھیں بھی نوازا جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محروم رکھا۔ حضرت خدیجہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی وحی کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی تو ان کے الفظ تھے (خدا کی قسم، اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا، بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صلاح رحمی کرتے ہیں اور رشتوں کو جوڑتے ہیں)

انسان گناہوں کی وجہ سے اللہ سے دور ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''وصول'' بن کر آئے اور انسان کا ہاتھ اللہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ ''حبل اللہ'' (اللہ کی رسی) ہیں جسے تھام کر بندہ واصلِ باللہ (اللہ تک پہنچنے والا) ہوجاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبائل میں بٹی ہوئی اور ایک دوسرے کے خون کی پیاسی عرب قوم کو ''اخوت'' کے رشتے میں ایسا جوڑا کہ وہ 'جسدِ واحد' بن گئے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ ''وصول'' ہی تھی جس نے رنگ، نسل اور زبان کے بت توڑ کر سب کو کلمۂ واحد پر جمع کردیا۔ مدینہ میں مہاجرین

اور انصار کے درمیان ''مواخات'' قائم کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ وصول کا ایک عظیم نمونہ تھا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ 'وصل'' کی دو قسمیں ہیں: ''وصلِ خلق'' (مخلوق سے جڑنا) اور ''وصلِ حق'' (حق سے جڑنا)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ان دونوں کا سنگم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اختیار کیے بغیر نہ معاشرے میں سکون مل سکتا ہے اور نہ ہی بارگاہِ الٰہی تک رسائی ممکن ہے۔

''اسمِ گرامی 'وصول' اس ابدی رشتے کا عنوان ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ دین کی بنیاد تعلقات کو توڑنے میں نہیں بلکہ جوڑنے میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'واصلِ اعظم' ہیں جنھوں نے زمینی انسانوں کا ناطہ آسمانی برکات سے جوڑ دیا اور جن کی غلامی کا رشتہ ہی درحقیقت اللہ کی بندگی تک پہنچنے کا واحد راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا ذُوْ قُوَّۃٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

روحانی اور جسمانی قوت کے مالک

اس کا مطلب ہے ''قوت والا'' یا ''صاحبِ استطاعت''۔

وہ ہستی جو ہر قسم کی قوت کی مالک ہو۔ چاہے وہ اعصابی ہو، جسمانی ہو، قلبی ہو یا پھر وہ قوتِ نافذہ ہو جو حکمِ الٰہی سے کائنات میں تصرف کرتی ہے۔

اگرچہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے اپنی عطا سے وہ قوت بخشی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکیلے کفر کی عالمی طاقتوں کا تختہ الٹ دیا۔ یہ اسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمتِ مرداں اور روحانی استقلال کا مظہر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت کا عالم یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کی تپتی گلیوں میں تیرہ سال تک پہاڑ کی طرح جمے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ ارادی نے عرب کے بڑے بڑے جابروں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

سیرت کی کتب میں ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے غیر معمولی جسمانی طاقت عطا فرمائی تھی۔ مشہور پہلوان ''رکانہ'' جسے کوئی مغلوب نہ کر سکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تین بار پچھاڑا۔ یہ قوتِ بدنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''**ذو قوۃ**'' ہونے کی ایک جھلک تھی۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ (عنقریب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بھاری بات نازل کریں گے) یہ وحی کا بوجھ تھا علما فرماتے ہیں کہ وحیِ الٰہی کا بوجھ اٹھانا کسی عام بشر کے بس میں نہ تھا۔ قرآن فرماتا ہے کہ اگر یہ وحی پہاڑ پر اترتی تو وہ پاش پاش ہو جاتا، لیکن قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سمیٹا۔ یہ وہ ''قوتِ قدسیہ'' ہے جو صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے۔

تنِ تنہا پوری دنیا کے کفر کے سامنے کھڑے ہو جانا اور اپنے موقف سے ذرہ برابر پیچھے نہ

ہٹنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ''قوتِ ارادی'' کی دلیل ہے۔غزوہِ حنین کا موقع ہو جب لشکر میں اضطراب پیدا ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنِ تنہا دشمن کے سامنے ڈٹے رہے اور بلند آواز میں فرمایا: ''أنا النبي لا كذب'' (میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں ہے)۔ یہ ایک ''ذُو قُوَّةٍ'' جرنیل ہی کا کام تھا۔

ایک یتیم اور امی (بظاہر بے یار و مددگار) ہستی نے جس طرح دس سال میں پورے عرب کا نقشہ بدل دیا اور قیصر و کسریٰ کی بنیادیں ہلا دیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''ذُو قُوَّةٍ'' ہونے کی سب سے بڑی تاریخی دلیل ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جبرائیلِ امین (علیہ السلام) کو قرآن میں ''ذی قوۃ'' کہا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''ذو قوۃ'' کہنا اس لیے برتر ہے کہ جبرائیل تو خادم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخدوم ہیں۔ جبرائیل کی قوت وحی لانے پر ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت وحی کو سنبھالنے اور کائنات میں نافذ کرنے پر ہے۔

''اسمِ گرامی 'ذُو قُوَّةٍ' اس جلالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عنوان ہے جس کے سامنے باطل سرنگوں ہو جاتا ہے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ اسلام کمزوری کا نام نہیں بلکہ یہ تو اس ہستی کی پیروی ہے جو کائنات میں سب سے زیادہ طاقتور ارادے اور قوتِ ایمانی کی مالک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'قویِ برحق' ہیں جن کی قوت عاجزوں کو سہارا دیتی ہے اور ظالموں کے لیے قہرِ خداوندی بن کر کفر کا غرور خاک میں ملا دیتی ہے۔''

سَیِّدُنَا ذُوْ حُرْمَةٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

بڑی عزت اور حرمت والا

یہ ایک ''مرکبِ اضافی'' ہے، جس میں ''ذو'' (والا) اور ''حرمۃ'' (عظمت، احترام، ایسی چیز جس کی حفاظت واجب ہو) شامل ہے۔

وہ ہستی جو سراپا ادب واحترام ہو، جس کی توقیر کرنا ہر ذی روح پر فرض ہو، اور جس کا مقام بارگاہِ الٰہی میں اتنا بلند ہو کہ اس کی بے ادبی کفر اور بربادی کا باعث بنے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''ذو حرمۃ'' اس لیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کو اپنی بندگی کا لازمہ قرار دیا۔ قرآن میں حکم دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو، ورنہ تمھارے اعمال ضائع کر دیے جائیں گے۔ یہ ''ذو حرمۃ'' ہونے کی انتہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور نہ ان کے حضور بات چیت میں اس طرح زور سے بولو جیسے تم ایک دوسرے کے سامنے زور سے بولتے ہو، کہیں تمھارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔'' (سورۃ الحجرات آیت 2-3)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ

''بے شک جولوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں دھیمی رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے چن لیا (پرکھ لیا) ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اتنا احترام ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام (یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے پکارنے کے بجائے پیار بھرے القابات (یا ایھا المزمل، یا ایھا المدثر) سے پکارا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ''حرمت'' کا خدائی اعتراف ہے۔

صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں اس طرح بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (تاکہ ذرا بھی حرکت نہ ہو)۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ''**ذُو حُرْمَةٍ**'' ہونے کا عملی نمونہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت سے مدینہ منورہ کو ''حرم'' قرار دیا گیا۔ جس طرح مکہ کی حرمت ہے، اسی طرح مدینہ کی مٹی اور وہاں کی اشیاء بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وجہ سے ''صاحبِ حرمت'' بن گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نامِ نامی سن کر درود پڑھنا اور ادب سے سر جھکانا اس بات کی علامت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ''**ذُو حُرْمَةٍ**'' ہیں جن کا ذکر بھی دلوں میں لرزہ اور آنکھوں میں نمی پیدا کر دیتا ہے۔

عشق کی وادیوں میں ''محبت'' سے زیادہ ''ادب'' کے ساتھ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات وہ ہے جہاں محبت کے ساتھ ادب کی شرط بھی لازم ہے۔ جس دل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حرمت (احترام) نہیں، وہاں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

''اسمِ گرامی 'ذُو حُرْمَةٍ' اس تقدس کا عنوان ہے جس کی حفاظت خود خالقِ کائنات کرتا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پہلا زینہ 'ادب' ہے۔ جس کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حرمت نہیں، اس کا ایمان سلامت نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مقدسِ اعظم' ہیں جن کی عزت و ناموس پر کائنات کی ہر چیز قربان ہے اور جن کے در کی غلامی ہی انسان کو حقیقی وقار عطا کرتی ہے۔''

سَیِّدُنَا ذُو مِکَانَۃٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نہایت بلند مرتبے والے

یہ ایک ''مرکبِ اضافی'' ہے، جس میں ''ذو'' (والا) اور ''مکانہ'' (مرتبہ، منزلت، ہائی سٹیٹس) شامل ہے۔

''ذو مکانہ'' کا مطلب ہے ''بلند مرتبہ والا'' یا ''عظیم منزلت والا''۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ رسائی اور مقام حاصل ہو جہاں تک کسی اور کی رسائی ممکن نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے وہ مقربِ خاص ہیں جن کا مرتبہ تمام انبیاء اور فرشتوں سے بالاتر ہے۔

''مکانہ'' سے مراد وہ مقامِ قرب ہے جو شبِ معراج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوا۔ جہاں سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتوں کے پر جلتے ہیں، وہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ''مکانہ'' (منزلت) کے سفر کا آغاز ہوتا ہے، جو ''قَابَ قَوْسَيْنِ'' تک پہنچتا ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکانت کا عالم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کو اپنی رضا فرماتا ہے (جیسے تحویلِ قبلہ کے موقع پر فرمایا: (فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''صاحبِ منزلت'' ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش کبھی رد نہیں کی جاتی۔

اللہ نے کائنات کی ہر شے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل پیدا فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''رحمت للعالمین'' بنا کر بھیجا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''صاحبِ مقام'' ہونے کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کائنات کا نظام ادھورا ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ مکانہ جگہ کو نہیں بلکہ رتبے کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ جگہ سے پاک ہے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کے قریب ہونا جسمانی نہیں بلکہ ''مکانت'' (عظمت) کے

اعتبار سے ہے، جو کسی اور کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی۔ رتبے کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مقام جو سید المرسلین ہے جو سب سے بلند ہے اور یہ مقام کسی مادی جگہ کا محتاج نہیں بلکہ یہ وہ رتبہ ہے جو زمان و مکان کی تخلیق سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا گیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ صرف دنیا تک محدود نہیں بلکہ عالمِ بالا میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت کا ڈنکا بجتا ہے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ''مقامِ محمود'' کا وعدہ فرمایا ہے۔

معراج کی رات جب تمام انبیاء نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کی، تو عملاً یہ ثابت ہو گیا کہ کائنات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلند مرتبہ کسی کا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اس لیے ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش سے ہی انسانیت کی بخشش کا فیصلہ ہونا تھا۔

''اسمِ گرامی 'ذُو مَكَانَةٍ' اس ابدی بلندی کا عنوان ہے جسے خود خالقِ کائنات نے دوام بخشا ہے۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ سچی عزت اور مقام دنیاوی عہدوں میں نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بندگی میں پوشیدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'عظیم المرتبت' ہیں جن کی مکانت کے صدقے خاک نشینوں کو بھی آسمانی برکتیں نصیب ہوئیں اور جن کی غلامی کا رشتہ ہی انسان کو حقیقی منزلت عطا کرتا ہے۔''

سَیِّدُنَا ذُوْ عِزٍّ (ﷺ)

حقیقی عزت اور غلبہ پانے والے

''ذو عز'' کا مطلب ہے ''عزت وغلبہ والا''۔

یہ ''مرکبِ اضافی'' ہے، جس میں ''ذو'' (والا) اور ''عزّ'' (عزت، غلبہ، قوت اور وہ رتبہ جس تک پہنچنا دوسروں کے لیے ممکن نہ ہو) شامل ہے۔۔لغتِ عرب میں ''عزت'' اس نایاب اور مضبوط مقام کو کہتے ہیں جسے کوئی مغلوب نہ کر سکے۔''ذُو عِزٍّ'' کا مطلب ہے ''بڑی عزت، غلبے اور شان والا۔''

عزت درحقیقت اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول ﷺ کے لیے۔قرآنِ حکیم سورۃ المنافقون آیت 8 میں اللہ تعالیٰ نے عزت کو اپنی ذات، اپنے رسول ﷺ اور مومنین کے لیے خاص فرمایا ہے:

يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَآ إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِۦ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَٰفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ

(وہ (منافق) کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس پہنچے تو جو بڑی عزت والا ہے وہ وہاں سے ذلیل ترین کو نکال باہر کرے گا، حالانکہ عزت تو اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے ہے، لیکن منافق نہیں جانتے۔)

یہاں اللہ نے اپنی عزت کے ساتھ اپنے رسول ﷺ کی عزت کا ذکر فرما کر یہ واضح کر دیا کہ آپ ﷺ کی عزت اللہ کی عطا کردہ اور دائمی ہے۔

آپ ﷺ وہ ''عزیز'' ہستی ہیں جنھیں اللہ نے کبھی مغلوب نہیں ہونے دیا اور جن کی عزت کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا۔

(وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ)۔ یہ ''ذوعزّ'' ہونے کی وہ معراج ہے کہ جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ نامی بھی عزت واحترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''ذُوعِزٍّ'' ہیں جنھوں نے ظاہری مال ومتاع کے بغیر بھی قیصر وکسریٰ کے دلوں پر لرزہ طاری کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کسی دنیاوی عہدے کی محتاج نہ تھی بلکہ وہ منجانب اللہ تھی۔

قیامت کے دن جب سب پریشان ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ''عزت'' کا یہ عالم ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش پر ہی حساب کتاب کا آغاز ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''صاحبِ وجاہت'' ہیں جن کی بات اللہ کبھی رد نہیں فرماتا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حقیقی ''عزت'' بندگی میں پوشیدہ ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے سب سے بڑے ''عبد'' (بندے) ہیں، اس لیے اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ ''عزت'' عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت مادی وسائل کی مرہونِ منت نہیں بلکہ ربانی تجلیات کا ظہور ہے۔

''اسمِ گرامی 'ذُوعِزٍّ' اس ابدی سرفرازی کا عنوان ہے جو مٹائے نہیں مٹتی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حقیقی عزت جھوٹے پروپیگنڈوں یا عارضی طاقت میں نہیں، بلکہ حق کی بندگی میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'عزیزِ برحق' ہیں جن کے دامن سے وابستہ ہو کر غلاموں نے بھی وہ وقار پایا کہ دنیا کے تاجداران کے قدموں کی دھول کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے لگے۔''

سَیِّدُنَا ذُوْ فَضْلٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

فضل واحسان کرنے والے

یہ ''مرکبِ اضافی'' ہے، جس میں ''ذو'' (والا) اور ''فضل'' (زیادتی، احسان، نیکی، اور وہ کمال جو دوسروں سے بڑھ کر ہو) شامل ہے۔ لغتِ عرب میں ''فضل'' اس عطیے کو کہتے ہیں جو واجب نہ ہو بلکہ محض کرم اور مہربانی سے دیا جائے۔ ''ذُوفَضْلٍ'' کا مطلب ہے ''بڑے فضل، احسان اور کمال والا۔''

اس سے مراد وہ ہستی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کی انتہا ہو اور جو خود پوری کائنات کے لیے اللہ کا سب سے بڑا فضل ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''صاحبِ فضل'' ہیں جن کے ذریعے کائنات کو ہدایت، نور اور رحمت کی دولت ملی۔

اللہ نے گزشتہ انبیاء کو الگ الگ کمالات دیے (کسی کو معجزہ، کسی کو حسن، کسی کو قوت)، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''ذُوفَضْلٍ'' ہیں جن کی ذات میں تمام انبیاء کے کمالات کو جمع کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ اور یدِ بیضا کے تنہا وارث ہیں۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا

''بے شک اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں اپنا رسول بھیجا۔''

(سورۃ آل عمران: آیت 164)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''ذُوفَضْلٍ'' ہیں جن کی آمد ہی انسانیت کے لیے سب سے بڑی نعمت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سراپا فضل ہے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ کمالات عطا فرمائے جو کسی اور نبی یا فرشتے کے حصے میں نہیں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الانبیاء ہیں کیونکہ

معراج کی رات جو افضلیت آپ ﷺ کو عطا ہوئی وہ کسی اور کو نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ صاحبِ جود و عطا ہیں، ایک حدیث میں آتا ہے کہ ''أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي'' جس کا ترجمہ ہے ''تقسیم کرنے والا میں ہوں اور عطا (دینے والا) اللہ ہے''۔ (صحیح بخاری اور صحیح مسلم) روزِ قیامت آپ ﷺ کا مقام محمود پر فائز ہو کر گناہوں کی بخشش کروانا آپ ﷺ کے فضل احسان کا کمال ہوگا۔

قرآنِ کریم فرماتا ہے: ''وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا'' (اور اللہ کا آپ ﷺ پر بہت بڑا فضل ہے) النساء: ۱۱۳۔ آپ ﷺ کا انتخاب اس لیے ہوا تاکہ آپ ﷺ کے وسیلے سے تا قیامت انسانیت اللہ کے فضل و کرم سے فیضیاب ہوتی رہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''عدل'' یہ ہے کہ جتنا حق ہوا تنا دیا جائے، اور ''فضل'' یہ ہے کہ حق سے بڑھ کر عطا کیا جائے۔ حضور ﷺ کی ذات امت کے لیے سراپا فضل ہے کہ آپ ﷺ اپنی شفاعت سے گناہگاروں کو ان کے استحقاق سے کہیں زیادہ عطا فرمائیں گے۔

''اسمِ گرامی 'ذُو فَضْلٍ' اس بارشِ کرم کا عنوان ہے جس نے بنجر انسانیت کو گلزار بنا دیا۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ ہم اللہ کے فضل سے کبھی محروم نہیں ہو سکتے جب تک ہمارا رشتہ اس ہستی سے جڑا ہے جو خود 'فضلِ الٰہی' کا مظہرِ اتم ہے۔ آپ ﷺ وہ 'سلطانِ عطا' ہیں جن کے در سے شاہ و گدا سبھی فیض پاتے ہیں اور جن کی بندگی ہی انسان کو اللہ کے فضل کا حقدار بناتی ہے۔''

سَیِّدُنَا مُطاعٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

جن کی اطاعت کی جائے

''مُطاع'' اسم مفعول ہے، جس کا مطلب ہے''وہ ہستی جس کی اطاعت کی جائے'' یا ''جس کا حکم مانا جائے''۔ لغتِ عرب میں ''طاعت'' خوشی اور رغبت کے ساتھ کسی کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی وہ ''کامل مقتدا'' ہستی ہیں جن کی پیروی اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تمام مخلوقات پر فرض کر دی ہے۔''مُطَاع'' وہ رسول ہے جس کا حکم دراصل اللہ کا حکم ہے اور جس کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''قانونی و روحانی حاکمیت'' کو ظاہر کرتا ہے کہ ایمان کی تکمیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے چون و چرا اطاعت میں پوشیدہ ہے۔

اس سے مراد وہ ذاتِ گرامی ہے جس کی فرمانبرداری اللہ نے زمین و آسمان کی ہر مخلوق پر واجب کر دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''مُطاع'' ہیں جن کی اطاعت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔

سوری النساء آیت 80 میں فرمایا گیا:

مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا۔

''جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے حقیقت میں اللہ ہی کی اطاعت کی؛ اور جس نے منہ پھیرا، تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَ اِنۡ تُطِیۡعُوۡهُ تَهۡتَدُوۡا (النور: ۵۴) (اگر انکی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اطاعت کرو گے تو ہدایت یافتہ بن جاؤ گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے سامنے کائنات کی ہر چیز سرِ تسلیم خم کرتی ہے۔ فرشتے ہوں، جنات ہوں یا نباتات و جمادات، سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے کے منتظر رہتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا (مسند احمد)

شبِ معراج میں سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کا رک جانا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آگے بڑھنا ثابت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمِ بالا کے بھی ''مُطاع'' ہیں۔ زمین پر درختوں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر چل کر آنا اور چاند کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے پر دو ٹکڑے ہونا اس اسم کی عملی گواہی ہے۔

''اسمِ گرامی 'مُطَاع' اس مرکزی اقتدار کا عنوان ہے جس کے گرد ایمان کا طواف ہوتا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ اس وقت تک ادھورا ہے جب تک زندگی کے ہر شعبے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت (اتباع) کو مقدم نہ کر لیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'فرمانروا' ہیں جن کی اطاعت ہی بندے کو اللہ کی رضا کی منزل تک پہنچاتی ہے اور جن کے قدموں کے نشانات پر چلنا ہی کامیابی کا واحد راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا مُطِیعٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کے سب سے زیادہ فرمانبردار بندے

''مُطیع'' کا لغوی مطلب ہے ''فرمانبردار'' یا ''حکم ماننے والا''۔اس کے لغوی معنی ہیں ''فرمانبردار''، ''اطاعت گزار''، ''حکم ماننے والا'' اور ''وہ جو اپنی مرضی کو اپنے محبوب یا آقا کی مرضی کے تابع کردے۔''

اس سے مراد وہ ذاتِ اقدس ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے وہ مطیع بندے ہیں جن کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت قرار دیا (مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ)۔''جس نے رسولؐ کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی'' (النساء:80)

جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کائنات کے لیے ''مُطَاع'' (جن کی اطاعت کی جائے) ہیں، وہاں اپنے رب کے حضور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑے ''مُطِیع'' ہیں۔یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مقامِ عبدیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا اور کلام کرنا سب اللہ کے حکم کے تابع تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''مطیع'' اس لیے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر سانس اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت میں گزرا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا''۔یہ بیداری دراصل بندگی اور اطاعت کی بیداری تھی۔

سورہ الانعام (آیت 162) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ مبارک ''مُطِیعٌ'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وہ عظیم الشان شرح ہے جو براہِ راست کلامِ الٰہی سے ثابت ہے۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ (162)

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجیے: بے شک میری نماز اور میری قربانیاں (سب مناسکِ حج و عبادت) اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔) راتوں کو اتنے طویل قیام کرنا کہ پاؤں مبارک پر ورم آجائے اور دن کو استغفار کی تکرار کرتے رہنا اور اس پر یہ فرمانا کہ ''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' یہ اطاعت کی وہ انتہا ہے جہاں بندہ اپنے آپ کو مٹا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

(النجم: ۳، ۴) اور اسی حکمتِ عملی کے تحت تبلیغِ دین کے دوران پیش آنے والی تکالیف کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر حال میں حکمِ الٰہی کو مقدم رکھا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ مطیع کا عملی اظہار ہے۔

اس آیت میں یہ واضح فرما دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے خلاف ایک لفظ بھی اپنی زبان پر نہیں لاتے۔ اللہ نے سورۃ المائدہ: آیت 67 میں حکم دیا کہ: ''اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نازل کیا گیا اسے پہنچا دیجیے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم کی ایسی اطاعت فرمائی کہ خطبہ حجۃ الوداع میں لاکھوں کے مجمعے سے گواہی لی کہ ''اے اللہ! گواہ رہنا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی منشائے الٰہی کے تابع تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی خواہشِ نفس سے کوئی بات نہیں کی بلکہ وہی کیا جو اللہ کا حکم ہوا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''مطیع'' وہی ہوتا ہے جس کا ''ارادہ'' اللہ کے ''ارادے'' میں فنا ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے ''مطیع'' ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی اللہ کی مرضی سے الگ

نہیں۔ جب آپ ﷺ نے فرمایا ''یا اللہ! میں تیرے سامنے حاضر ہوں'' تو یہ پکار ایسی تھی کہ پھر کائنات میں کسی اور کی پکار کی گنجائش نہ رہی۔

اور مطیع کا یہ مقام جہاں بندے کی مرضی اللہ کی رضا میں فنا ہو جائے حاصل کرنے کے بعد بندے کو مقامِ مطاع عطا ہوتا ہے جہاں اس ہستی کی اطاعت لازم قرار دے دی جاتی ہے کیونکہ حضور ﷺ کائنات کے سب سے بڑے مطیع ہیں اس لیے آپ ﷺ کو بلند ترین مقامِ مطاع عطا فرمایا گیا ہے۔

''اسمِ گرامی 'مُطِیع' اس بندگیِ صادقہ کا عنوان ہے جس نے انسان کو فرشتوں سے بلند کر دیا۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ کائنات کا 'مُطَاع' (سردار) وہی بن سکتا ہے جو اپنے رب کا سچا 'مُطِیع' بن جائے۔ آپ ﷺ وہ 'فرمانبردارِ اعظم' ہیں جن کی اطاعتِ الٰہی ہی دراصل کائنات کی بقا کا راز ہے اور جن کے نقشِ قدم پر چل کر ہی بندہ اپنے خالق کا محبوب بن سکتا ہے۔''

سَیِّدُنَا قَدَمُ صِدْقٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ بلند مرتبہ جو سچائی اور اخلاص کی بنیاد پر حاصل ہو

یہ ایک ''مرکبِ اضافی'' ہے۔ ''قدم'' کے معنی پاؤں، مرتبہ یا آگے بھیجی ہوئی چیز کے ہیں، اور ''صدق'' کے معنی سچائی اور پختگی کے ہیں۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی وہ ''صادق'' ہستی ہیں جن کا مقامِ شفاعت اور درجہِ قربِ الٰہی کے ہاں بالکل اٹل اور سچا ہے۔ ''قَدَمَ صِدْقٍ'' وہ رسول ہے جس کی پیروی انسان کو لغزشوں سے بچاتی ہے اور جس کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں کبھی رد نہیں ہوتا۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''ابدی سچائی'' کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ اصل خیر ہیں جو انسان کو رب تک پہنچاتی ہے۔

وہ بلند مرتبہ جو سچائی پر مبنی ہو، یا وہ ہستی جو اللہ کی بارگاہ میں سب سے آگے اور سب سے زیادہ سچی ہو۔

أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ ...سورہ یونس (آیت 2)

(کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ہم نے انھی میں سے ایک مرد (کامل) پر وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈر سناؤ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچائی کا مقام (قدمِ صدق) ہے؟)

تفسیرِ مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ بلند مرتبہ ہے جو کبھی زائل نہیں ہوگا، اور وہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

مفسرین (جیسے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور امام مجاہد رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ''قدمِ

صدق'' سے مراد حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی اور آپ ﷺ کا مقامِ شفاعت ہے۔ یعنی ایمان والوں کے لیے اللہ کے ہاں سب سے پختہ وسیلہ اور سچی سفارش حضور ﷺ ہیں۔

''قَدَمَ صِدْقٍ'' سے مراد وہ ''سچی سفارش'' ہے جو قیامت کے دن صرف آپ ﷺ ہی فرمائیں گے۔ یہ وہ قدم ہے جو میدانِ حشر میں مومنوں کو سہارا دے گا اور انھیں جنت کی طرف لے جائے گا۔

آپ ﷺ کا ہر قدم سچائی پر مبنی تھا۔ بچپن سے لے کر وصال تک آپ ﷺ نے جو بھی قدم اٹھایا، وہ عدل، صدق اور رضائے الٰہی کے لیے تھا۔ آپ ﷺ وہ 'قَدَمَ صِدْقٍ' ہیں جن کے نقشِ قدم پر چلنا ہی صراطِ مستقیم ہے۔

اس طرح پیشوائی اور سیادت کے اعتبار سے بھی آپ ﷺ مقام صدق پر فائز ہیں تخلیق کے اعتبار سے بھی آپ ﷺ کا نور اول ہے اور مرتبے کے لحاظ سے بھی آپ ﷺ امام الانبیاء ہیں۔

''اسمِ گرامی 'قَدَ مَ صِدْقٍ' اس اٹل حقیقت کا عنوان ہے کہ نجات کا راستہ صرف اور صرف ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سے ہو کر گزرتا ہے۔ یہ نام ہمیں یقین دلاتا ہے کہ جس کا تعلق اس 'صادق و امین' نبی سے جڑ گیا، اس کا قدم دنیا و آخرت کی کسی آزمائش میں نہیں ڈگمگائے گا۔ آپ ﷺ وہ 'سچی بشارت' ہیں جن کی پیروی انسان کو فنا سے نکال کر ابدی بقا کے راستے پر ڈال دیتی ہے۔''

سَیِّدُنَا رَحْمَةٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مجسم رحمت، سراپا رحمت

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک ''رَحْمَةٌ'' (سراپا رحمت) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا وہ جوہرِ خاص ہے جس نے کائنات کے ذرّے ذرّے کو اپنی آغوش میں لے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی ربوبیت کو تمام جہانوں کے لیے عام فرمایا (رَبِّ الْعَالَمِينَ)، وہیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کو بھی تمام جہانوں کے لیے عام فرمادیا (رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے صرف ''رحیم'' نہیں بلکہ خود ''رَحْمَة'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ علمِ بلاغت کی رو سے جب کسی ہستی کو صفت کے بجائے خود ''عینِ صفت'' قرار دیا جائے، تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ہستی سر سے پاؤں تک وہی صفت بن چکی ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف رحم کرنے والے نہیں، بلکہ ''سراپا رحمت'' ہیں۔

سورہ الانبیاء (آیت 107)

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

(اور (اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ میں رحمت مجسم بن کر آیا ہوں جو اللہ کی طرف اہل جہان کے لیے ایک ہدیہ ہے۔

یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''عالمگیر شفقت'' کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت صرف مسلمانوں کے لیے نہیں، بلکہ کافر، منافق، حیوانات، نباتات اور جمادات تک

کے لیے ہے۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے دنیا سے وہ عذاب ٹل گئے جو پہلی قوموں پر آیا کرتے تھے۔ جب تک آپ ﷺ دنیا میں موجود ہیں اور جب تک آپ ﷺ کی سنت پر عمل ہوتا رہے گا، اللہ اس امت پر عمومی عذاب نازل نہیں فرمائے گا۔ آپ ﷺ وہ ''رحمت'' ہیں جو امت اور غضبِ الٰہی کے درمیان حائل ہے۔

آپ ﷺ مومنین کے لیے دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ ﷺ کے ذریعے انھیں ہدایت نصیب ہوئی اور آخرت میں رحمت ہیں کہ آپ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ علماء کے نزدیک اللہ کی صفت رحمانیت کا سب سے پہلا اور کامل ظہور ''حقیقتِ محمدیہ ﷺ'' ہے۔ اور کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس لیے قائم ہے کہ اسے حضور ﷺ کی رحمت کا سایہ حاصل ہے۔

''اسمِ گرامی 'رحمت' اس ٹھنڈی چھاؤں کا عنوان ہے جس نے جلتی ہوئی انسانیت کو سکون بخشا۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام سختی کا نہیں بلکہ سراسر نرمی اور محبت کا دین ہے۔ آپ ﷺ وہ 'بارانِ رحمت' ہیں جن کے قدموں کی برکت سے بنجر دل آباد ہوئے اور جن کی غلامی کا رشتہ ہی انسان کو رب کی رحمتوں کا مستحق بناتا ہے۔''

سَیِّدُنَا بُشْرٰی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کی طرف سے انسانیت کے لیے بھیجی گئی خوشخبری

لفظ ''بُشریٰ'' کے معنی ہیں ''خوشخبری'' یا ''وہ خبر جو سننے والے کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑا دے''۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی وہ ''خوش نصیب خبر'' ہیں جس کا انتظار صدیوں سے انسانیت کر رہی تھی۔ ''بُشرٰی'' وہ رسول ہے جس کی آمد کی خوشخبری تمام سابقہ انبیاء نے اپنی امتوں کو دی تھی۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''مژدہِ جانفزا'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجودِ مسعود ہی دراصل اللہ کی طرف سے اہل زمین کے لیے سب سے بڑی خوشخبری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''بشریٰ'' ہیں جن کا انتظار صدیوں سے انسانیت کر رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی رحمت کی وہ خوشخبری ہیں جو گناہگاروں کو بخشش کی، مظلوموں کو انصاف کی اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو منزل کی نوید سناتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری ذاتِ مبارکہ مومنین کے لیے بشارت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر چلنا دلوں کو وہ فرحت بخشتا ہے جو کسی دنیاوی دولت سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مایوس انسانیت کو یہ خوشخبری دی کہ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔

اس اسمِ مبارک کی جڑیں قدیم انبیاء کی پیش گوئیوں میں ملتی ہیں۔ سیدنا آدمؑ سے لے کر سیدنا عیسیٰؑ تک ہر نبی نے اپنی قوم کو یہ ''بشریٰ'' سنائی کہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں

گے جو کائنات کے دکھوں کا مداوا کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام الہامی کتابوں کی اصل ''خوشخبری'' ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا:

''وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ''

ترجمہ: ''اور ایک ایسے رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئیں گے، جن کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوگا۔'' (الصّف:6)

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا ہوں اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت (بشریٰ) ہوں۔''

علماء نے اسمِ ''بشیر'' اور ''بشریٰ'' میں لطیف فرق بیان کیا ہے۔

بَشِیْرٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس ہستی کو کہتے ہیں خوشخبری سناتی ہے اور بُشْرٰی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ ہستی ہے جو بذاتِ خود مجسم خوشخبری ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود ہی انسانیت کے لیے سب سے بڑا انعام اور خوشی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہالت اور ظلم میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو صراطِ مستقیم اور کامیابی کی نوید سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغفرت اور جنت کی بشارتیں عطا فرمائیں، گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشارتِ الٰہی کا وہ مظہر ہیں جنھوں نے ناامیدی کو امید میں بدل دیا۔

''اسمِ گرامی 'بشریٰ' اس ابدی مسرت کا عنوان ہے جس کا ظہور صبحِ بہار کی مانند ہوا۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ اسلام سراسر خیر اور خوشی کا پیغام ہے، ڈر یا خوف کا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'خوشخبریِ اعظم' ہیں جس نے کائنات کے اداس چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دی اور جن کی غلامی کا مژدہ ملتے ہی انسان دنیا و آخرت کے تمام خوف سے آزاد ہو جاتا ہے۔''

سَیِّدُنَا غَوْثٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

فریادرس، جو پکارنے والے کی پکار سنتے ہیں

لفظ ''غوث'' کا لغوی مطلب ہے ''فریادرس''، ''مددگار'' یا ''وہ ہستی جسے انتہائی سختی اور مصیبت کے وقت پکارا جائے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''غوثِ اعظم'' ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کی فریادرسی کے لیے مبعوث فرمایا۔ اگرچہ حقیقی مددگار اللہ ہی کی ذات ہے، مگر اللہ نے اپنی مخلوق کی مدد کا وسیلہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو بنایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی وہ ''اعظم فریادرس'' ہستی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی مدد کے لیے مرکز بنایا۔ ''غَوْث'' وہ رسول ہے جس کا در ہر پریشان حال کے لیے کھلا ہے، خواہ وہ دنیاوی تکالیف ہوں یا اخروی نجات۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''کائناتی دستگیری'' کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ اصل وسیلہ ہیں جن کے ذریعے اللہ کی مدد بندوں تک پہنچتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ ''غوثیت'' کا یہ عالم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف انسانوں بلکہ چرند، پرند اور حیوانات کی فریاد بھی سنتے اور ان کی دادرسی فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا در وہ ہے جہاں ہر پکارنے والے کی پکار سنی جاتی ہے اور ہر سائل کی جھولی بھری جاتی ہے۔

میدانِ محشر میں جب تمام انبیاء ''نفسی نفسی'' کہہ رہے ہوں گے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ ''غوث'' ہوں گے جو امت کی فریادرسی کرتے ہوئے سجدے میں گر جائیں گے اور امت کی بخشش کروائیں گے۔ اسمِ غوث کا تعلق دراصل اسمِ رحمت سے ہے، رحمت صفت ہے اور غوث اس صفت کا عملی ظہور ہے جو کسی دکھی انسان کی پکار پر اسے سہارا دیتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'غوث' اس ابدی دستگیری کا عنوان ہے جو کبھی تنہا نہیں چھوڑتی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب دنیا کے تمام سہارے ٹوٹ جائیں اور کوئی راستہ نظر نہ آئے، تو اس 'مرجعِ خلائق' کی طرف متوجہ ہو جاؤ جسے اللہ نے رحمت اور مدد کا سمندر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'فریادرس' ہیں جن کی پکار پر اللہ کے فرشتے بھی آسمان سے اتر آتے ہیں اور جن کا دامن تھام لینے والا کبھی بے یار و مددگار نہیں رہتا۔''

سَیِّدُنَا غَیۡثٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

رحمت کی بارش کی طرح فائدہ پہنچانے والے

عربی لغت میں ''مطر'' اس بارش کو کہتے ہیں جو خواہ عذاب کی ہو یا رحمت کی مگر ''غیث'' اس بارش کو کہتے ہیں جو قحط کے بعد برسے اور جس سے پودے اور سبزہ اگنے لگے۔ یہ لفظ ''نفع بخش بارش'' کے لیے مخصوص ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ روحانی ''غیث'' ہیں جن کی تشریف آوری سے کائنات کا قحط ختم ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت وہ بارش ہے جس نے دلوں کی بنجر زمین کو ایمان کی ہریالی سے بھر دیا۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی وہ ''روحانی بارش'' ہیں جس نے جہالت کے قحط میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو نئی زندگی بخشی۔ ''غَیۡث'' وہ رسول ہے جس کی تعلیمات نے مرجھائے ہوئے دلوں کو معرفتِ الٰہی سے ہرا بھرا کر دیا۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''حیات آفریں'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ جس طرح بارش زمین کی پیاس بجھاتی ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجودِ مسعود روحوں کی پیاس بجھانے کا واحد ذریعہ ہے۔

جس طرح بارش رنگ، نسل اور مقام کا فرق کیے بغیر ہر زمین پر برستی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت بھی عام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجودِ مسعود وہ بادل ہے جو پیاسی انسانیت پر برسا اور انھیں ابدی زندگی (ایمان) کی مٹھاس عطا کی۔ ''غیث'' میں یہ تاثیر ہوتی ہے کہ وہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے، بالکل اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام نے مردہ دلوں کو زندہ کر دیا۔

عرب کا معاشرہ جہالت کی وجہ سے ایک خشک ریگستان بن چکا تھا جہاں انسانیت دم توڑ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ''غیثِ رحمت'' بن کر برسے، تو اسی ریگستان سے ابوبکرؓ، عمرؓ،

عثمانؓ اور علیؓ جیسے ہدایت کے گلاب مہکنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے نہ صرف ظاہری بارشیں ہوئیں (جیسے استسقاء کے واقعات)، بلکہ باطنی علم کی ایسی بارش ہوئی جس سے آج بھی پوری دنیا سیراب ہورہی ہے۔

''غیث'' صرف پانی نہیں بلکہ اپنے ساتھ رزق اور برکت لاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''مبارک غیث'' ہیں کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پڑے وہاں خیر و برکت کی ریل پیل ہو گئی۔ (جیسے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گھر اور مدینہ منورہ میں برکات کا ظہور)۔

علماء نے غوث اور غیث میں ایک لطیف فرق بتایا ہے کہ غوث اس ہستی کو کہتے ہیں جس کی طرف مصیبت میں رجوع کیا جائے اور غیث اس رحمت، مدد یا بارش کو کہتے ہیں جو پکارنے پر فوراً پہنچ کر پیاس بجھائے۔

''اسمِ گرامی 'غیث' اس ابرِ کرم کا عنوان ہے جو ناامیدی کے موسم میں امید بن کر برسا۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ ایمان کوئی خشک فلسفہ نہیں بلکہ ایک ایسی ہریالی ہے جو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارش سے پیدا ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'سلطانِ باراں' ہیں جن کی یاد روح کی تپش کو ختم کردیتی ہے اور جن کی پیروی انسان کے وجود کو اخلاق کے پھولوں سے مہکا دیتی ہے۔''

سَیِّدُنَا غِیَاثٌ (ﷺ)

بے سہاروں کا سہارا اور مددگار

لفظ ''غیاث'' کا لغوی مطلب ہے ''فریاد رسی کرنے والا''، ''سختی دور کرنے والا'' یا ''وہ ہستی جس کے ذریعے مدد حاصل کی جائے''۔

'غیاث' کا لغوی معنی ہے ''شدید ضرورت کے وقت پہنچنے والی فریادرسی'' یا ''وہ ہستی جس کے ذریعے مدد حاصل کی جائے''۔ یہ لفظ 'غوث' سے زیادہ گہرا اور وسیع ہے، کیونکہ 'غیاث' اس مدد کو کہتے ہیں جو اس وقت پہنچے جب انسان بالکل ناامید ہو چکا ہو اور کوئی دوسرا راستہ باقی نہ رہے۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کائنات کی وہ ''واحد جائے پناہ'' ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی فریادرسی کے لیے مبعوث فرمایا۔ ''غِیَاث'' وہ رسول ہے جس کی طرف ہر وہ شخص دوڑتا ہے جو زمانے کے مظالم سے تھک چکا ہو۔ یہ نام آپ ﷺ کی اس ''سایہ دار'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ ہی وہ وسیلہ ہیں جن کے ذریعے بندوں کی پکار اللہ کی بارگاہ میں سنی جاتی ہے۔

آپ ﷺ وہ ''غیاثِ کائنات'' ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات (انسانوں، جنوں، اور یہاں تک کہ حیوانات) کی تنگی اور پریشانی کو دور کرنے کا وسیلہ بنایا ہے۔

اگرچہ حقیقی ''غیاث المستغیثین'' (فریاد کرنے والوں کی فریاد سننے والا) اللہ تعالیٰ ہے، لیکن نبی کریم ﷺ اللہ کی عطا سے وہ مظہرِ غیاث ہیں جنھیں اللہ نے اپنی مخلوق کی مشکل کشائی کا وسیلہ بنایا ہے۔ یعنی جن کوئی ٹوٹا ہوا دل آپ ﷺ کو پکارتا ہے تو آپ ﷺ کی توجہ اسے سنبھال لیتی ہے۔ قرآن میں اللہ نے فرمایا:

''وَمَا نَقَمُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ اَغۡنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ''

ترجمہ: ''اور انھیں (منافقین کو) کسی بات کا برا نہ لگا سوائے اس کے کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے فضل سے انھیں غنی (مالا مال) کر دیا تھا۔'' (سورہ التوبہ: 74)

یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ اللہ کا فضل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے ہی تقسیم ہوتا ہے۔

''غوث'' اور ''غیاث'' میں ایک لطیف فرق یہ ہے کہ ''غیاث'' میں شدتِ ضرورت کا پہلو زیادہ نمایاں ہے۔ جب کوئی پیاس سے تڑپ رہا ہو یا ڈوب رہا ہو اور اسے فوری بچاؤ کی ضرورت ہو، تو اس وقت پہنچنے والی مدد کو ''غیاث'' کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جو دنیا اور آخرت کی ہر کڑی گھڑی میں امت کی دستگیری فرمانے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف انسانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ پوری کائنات کے لیے غیاث ہیں، جانوروں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کی تکالیف کو دور کرنا سیرت کا ایک روشن باب ہے۔

میدانِ محشر کی تپش میں جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور لوگ پریشانی میں ہر نبی کے پاس جائیں گے، تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ ''غیاث'' ثابت ہوں گے جو امت کو اپنی کملی کے سائے میں لیں گے اور اللہ کے حضور شفاعت فرما کر اس کی سختی کو دور کریں گے۔ دنیاوی زندگی میں بھی، جب کبھی کسی مظلوم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تمام تر توانائیاں اس کی دادرسی کے لیے وقف کر دیں۔

''اسمِ گرامی 'غیاث' اس ابدی دستگیری کا عنوان ہے جو کبھی کسی کو تنہا نہیں چھوڑتی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب زندگی کے طوفان انسان کو گھیر لیں، تو اسے اس 'مرجعِ خلائق' کی طرف رجوع کرنا چاہیے جسے اللہ نے کائنات کے لیے سہارا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'نجات دہندہ' ہیں جن کی یاد غموں کا مداوا ہے اور جن کا دامن تھام لینے والا کبھی ناامید نہیں ہوتا۔''

سَیِّدُنَا نِعْمَۃُ اللہِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کی طرف سے دیا گیا انعام

'نعمت' کا لغوی معنی ہے "خوشگوار چیز، بخشش یا انعام"۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں (جیسے ہوا، پانی، زندگی)، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو 'نِعْمَۃُ اللہ' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ "عظیم ترین انعام" ہیں جس کے ذریعے باقی تمام نعمتوں کی قدر و پہچان ملی اور جس کے صدقے ایمان و ہدایت کی دولت میسر آئی۔

اللہ نے دین کی تکمیل کو اپنی نعمت کی تکمیل سے جوڑا: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ"۔ (سورۃ المائدہ: آیت 3) گویا جب تک رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار نہ ہوا، اللہ کی نعمتیں ادھوری تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے نعمتوں کی معراج ہوگئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی وہ نعمتِ کبریٰ ہیں جس کا بدل کائنات میں کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا: "يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللہِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا" (وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کرتے ہیں) (النحل: ۸۳)

مفسرین کے نزدیک یہاں نعمت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے، کیونکہ اللہ نے اپنی باقی نعمتوں کا ذکر تو فرمایا مگر احسان نہیں جتایا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو مومنین پر اپنا احسانِ عظیم قرار دیا: "لَقَدْ مَنَّ اللہُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا" (آل عمران: ۱۶۴)

بے شک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں سے ایک رسول مبعوث فرمائے جو انھی میں سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس تمام نعمتوں کی اصل ہے،

کائنات میں ہدایت، ایمان، عقل اور زندگی جیسی جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی بدولت ممکن ہوئیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعمۃ اللہ العظمٰی (اللہ کی سب سے بڑی نعمت) کہا جاتا ہے۔

کائنات کی تمام نعمتیں (رزق، صحت، زندگی) فانی ہیں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں جو نعمت ہمیں ملی وہ دائمی اور ابدی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نعمت ہیں جو دنیا میں ہدایت، قبر میں انیس اور آخرت میں شفاعت کا ذریعہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں اللہ نے ہمیں جینے کا ڈھنگ، بولنے کا سلیقہ اور خالق کو پہچاننے کا نور عطا فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے: ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی وہ نعمت ہیں جو زمین والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجی گئی''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجودِ مسعود وہ نعمت ہے جس نے غلاموں کو عزت، عورتوں کو مقام اور معاشرے کو امن بخشا۔

اسمِ گرامی 'نِعْمَةُ اللهِ' اس خدائی تحفے کا عنوان ہے جس نے کائنات کی تقدیر بدل دی۔ یہ نام ہمیں بتاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات محض ایک شخصیت نہیں بلکہ اللہ کے احسانِ عظیم کا مجسم روپ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'سلطانِ نعمت' ہیں جن کے در کا سوالی کبھی خالی نہیں رہتا اور جن کی محبت کا شکر ادا کرنا ہی دراصل بندگی کی معراج ہے۔''

سَیِّدُنَا ھدِیَّةُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کی طرف سے بھیجا گیا انمول تحفہ

لفظ ''ہدیہ'' کا مطلب ہے ''تحفہ'' یا ''وہ عطیہ جو کسی کو بغیر کسی معاوضے اور صلے کے عزت و محبت کے طور پر دیا جائے''۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی وہ ''مبارک سوغات'' ہیں جسے خالقِ کائنات نے اہلِ زمین کو اپنی خاص محبت کے اظہار کے طور پر عطا فرمایا۔ ''هَدِيَّةٌ'' وہ رسول ہے جس کی آمد کا مقصد انسانیت کو محرومیوں سے نکال کر فیوض و برکات سے مالا مال کرنا تھا۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''عطیہِ خداوندی'' والی حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بے مثل تحفہ ہیں جس کا شکر ادا کرنا کائنات کی ہر مخلوق پر لازم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فرماتے ہیں: ''إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ'' (بے شک میں تو اللہ کی طرف سے بھیجا گیا تحفہِ رحمت ہوں)۔ (مستدرک حاکم) ''ہدیہ'' اور ''صدقہ'' میں فرق یہ ہے کہ صدقہ ضرورت مند کو دیا جاتا ہے، جبکہ ہدیہ کسی معزز کو پیار اور اکرام کے لیے دیا جاتا ہے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومنین کے لیے بطورِ تحفہ منتخب فرمایا۔

تحفہ دینے والے کی عظمت اس کے تحفے سے پہچانی جاتی ہے۔ کائنات کے رب نے جب کائنات کو سب سے قیمتی چیز دینی چاہی، تو اپنی سب سے پیاری تخلیق یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطورِ ہدیہ بھیج دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ تحفہ ہیں جس نے زندگی کو معنی، روح کو قرار اور انسان کو وقار بخشا۔

کائنات کی ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وہ خاص عنایت ہے جس پر اللہ نے ''احسان'' کا لفظ استعمال کیا۔ جس طرح ایک قیمتی تحفہ گھر کی رونق بدل دیتا ہے،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد نے اس دنیا کی تقدیر اور رونق بدل دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی اللہ کی طرف سے ملنے والا وہ انعام ہے جس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔

''اسمِ گرامی 'ہدیہ' اس عظیم حقیقت کا عنوان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کائنات پر بوجھ نہیں بلکہ رب کا بھیجا ہوا سب سے حسین 'گفٹ' ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب ہمیں کوئی قیمتی تحفہ ملتا ہے تو ہم اسے آنکھوں سے لگاتے اور اس کی قدر کرتے ہیں؛ تو اس 'ہدیہ الٰہی' کی قدر کا حق یہ ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھال لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'تحفۂ بے بہا' ہیں جس کی قیمت کائنات کی کوئی شے ادا نہیں کر سکتی۔''

سَیِّدُنَا عُرْوَةُ وُثْقٰی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ مضبوط سہارا جو کبھی نہ چھوڑے

''عروہ'' کے لغوی معنی ہیں ''کڑا''، ''حلقہ'' یا وہ ''مضبوط دستہ'' جسے پکڑا جائے۔
''وُثقیٰ'' کے معنی ہیں ''نہایت مضبوط'' یا ''ناقابلِ شکست''۔

جس طرح ایک زنجیر کا کڑا دوسری کڑیوں کو جوڑتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''عروہ'' ہیں جو زمین کو آسمان سے اور مخلوق کو خالق سے جوڑتے ہیں۔ اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کا وہ ''مضبوط ترین سہارا'' ہیں جسے تھامنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا اور نہ ہی وہ کبھی ناکام ہوسکتا ہے۔ ''عُرْوَةُ الْوُثْقٰی'' وہ رسول ہے جس کی غلامی اور جس کا دامنِ محبت بندے کو اللہ کی رضا کے ساتھ پختگی سے جوڑ دیتا ہے۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''مرکزی پناہ گاہ'' کو ظاہر کرتا ہے کہ زندگی کے تلاطم اور فتنوں کے دور میں نجات کا واحد راستہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورہ البقرہ (آیت 256) میں فرمایا

... فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (256)

''...تو جو کوئی شیطان (باطل) کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے، اس نے یقیناً ایسا مضبوط سہارا (عروہِ وثقیٰ) تھام لیا جس کے لیے کبھی ٹوٹنا نہیں؛ اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔''

مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ اس ''مضبوط حلقے'' سے مراد کلمہِ طیبہ اور صاحبِ کلمہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے، جن کی پیروی اللہ تک پہنچنے کا واحد اور مضبوط ترین راستہ ہے۔

کائنات کے تمام سہارے فانی ہیں اور ٹوٹ سکتے ہیں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا رشتہ وہ ''عروہ وثقیٰ'' ہے جو دنیا سے لے کر آخرت تک مومن کا ساتھ دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ وسیلہ ہیں جو بندے کو اس کے خالق سے اس طرح جوڑ دیتے ہیں کہ پھر کوئی شیطانی قوت اسے الگ نہیں کر سکتی۔ دنیا کے تمام رشتے اور سہارے وقت کے ساتھ کمزور ہو کر ٹوٹ جاتے ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشتہ وہ ''وثقیٰ'' (انتہائی مضبوط) ہے جو قبر، حشر اور پل صراط پر بھی ٹوٹنے والا نہیں۔

جس طرح ایک ڈوبتا ہوا انسان اگر کسی مضبوط چٹان یا کڑے کو تھام لے تو وہ لہروں کی نذر ہونے سے بچ جاتا ہے، اسی طرح فتنوں کے اس سمندر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت وہ ''عروہ وثقیٰ'' ہے جسے تھامنے والا باطل کی لہروں میں نہیں بہتا۔ صحابہ کرامؓ نے اسی کڑے کو تھاما تو وہ زمین کے حکمران بن گئے اور آخرت کے کامیاب ٹھہرے تمام بزرگانِ دین نے اسی ''مضبوط حلقے'' سے فیض پایا۔ تو انھیں دنیا و آخرت کی کامیابی نصیب ہوئی

''اسمِ گرامی 'عروۃ الوثقیٰ' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ انسان کی نجات کسی فلسفے میں نہیں بلکہ ایک ہستی کے دامن سے وابستہ ہونے میں ہے۔ یہ نام ہمیں یقین دلاتا ہے کہ جس نے اپنا ہاتھ 'دستِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' میں دے دیا، اس نے کائنات کا سب سے محفوظ سہارا پا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مضبوط گرفت' ہیں جو اپنے غلام کو لغزشوں کے غار سے نکال کر قربِ الٰہی کے آسمانوں تک لے جاتی ہے۔''

سَیِّدُنَا صِرَاطُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کی خوشنودی تک پہنچنے کا واحد راستہ

لفظ ''صراط'' کے معنی ہیں ''راستہ''، اور ''صراط اللہ'' کا مطلب ہے ''اللہ کا راستہ''۔ عربی میں ایسے چوڑے، صاف اور سیدھے راستے کو کہتے ہیں جس پر چلنے والا منزل سے نہ بھٹکے۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس وہ ''زندہ جاوید راستہ'' ہے جس پر چل کر انسان اپنے خالق تک پہنچ سکتا ہے۔ ''صِرَاطُ اللّٰہِ'' وہ رسول ہے جس کا اسوہ، جس کی سنت اور جس کی تعلیمات ہی اصل میں وہ شاہراہ ہے جو گمراہی کے گڑھوں سے بچا کر جنت کی منزل تک لے جاتی ہے۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''ہادیِ برحق'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم سے ہٹ کر کوئی دوسرا راستہ اللہ کی رضا تک نہیں پہنچاتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

... وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٢﴾ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ... ﴿٥٣﴾ (سورہ الشوریٰ، آیت: 52-53)

(... اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اے حبیبؐ!) ضرور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت فرماتے ہیں؛ (یعنی) اللہ کے راستے کی طرف، جس کے لیے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے...)

مفسرین فرماتے ہیں کہ اگرچہ صراطِ مستقیم سے مراد اسلام ہے لیکن اسلام ایک نظریاتی راستہ ہے جبکہ اسکی عملی اور مجسم صورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اس لیے علماء فرماتے ہیں کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل پڑا وہ درحقیقت ''صراط اللہ'' پر گامزن

ہو گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مجسم راستہ ہیں جس پر چل کر بندہ اپنے رب کو پا تا ہے۔

دنیا میں بہت سے راستے ہیں جو بظاہر پرکشش معلوم ہوتے ہیں،لیکن وہ منزل سے دور کر دیتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''صراطِ الٰہی'' ہیں جہاں بھٹکنے کا کوئی ڈر نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا ہی حقیقت میں اللہ کے حکم پر چلنا ہے۔مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنی ذات تک پہنچنے کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کو شاہراہ بنا دیا ہے؛ جو اس شاہراہ سے ہٹ گیا وہ منزل سے بھٹک گیا۔

جس طرح ایک مسافر کسی انجان ملک میں کسی تجربہ کار رہنما کے پیچھے چل کر باحفاظت اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے، اسی طرح یہ دنیا ایک اجنبی جگہ ہے اور آخرت ہماری منزل ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''صراط'' ہیں جن کے پیچھے چلنے والا موت کی گھاٹیوں اور محشر کی ہولناکیوں سے گزر کر جنت کے دروازے تک پہنچ جائے گا۔، اسی لئے اللہ کی محبت پانے کے لیے ''صراطِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم '' پر چلنا شرط ہے۔قرآن کہتا ہے: ''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ''(اے نبی! کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو)۔آل عمران:31

''اسمِ گرامی 'صراطِ اللہ' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ راستہ وہی معتبر ہے جو منزل (اللہ) تک پہنچا دے۔یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض ایک رسم نہیں بلکہ زندگی کا وہ سفر ہے جس کا ہر قدم ہمیں اپنے رب کے قریب کر دیتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'شاہراہِ نجات' ہیں جس پر چلنے والا کبھی تھکتا نہیں اور جس کی منزل اللہ کا دیدار اور اس کی دائمی جنت ہے۔''

سَیِّدُنَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ سیدھا راستہ جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں

''صراط'' کا مطلب ہے ''راستہ'' اور ''مستقیم'' کا مطلب ہے ''بالکل سیدھا''۔ ایسا راستہ جو اپنی منزل تک پہنچانے کے لیے مختصر ترین اور واضح ہو۔ لغوی طور پر اس کا مطلب ہے ''وہ سیدھا راستہ جو منزلِ مقصود (اللہ کی رضا) تک پہنچانے میں مختصر ترین اور واضح ترین ہو۔'' اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس وہ ''مجسم ہدایت'' ہے جس پر چلنے والا کبھی بھٹک نہیں سکتا۔ ''صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ'' وہ رسول ہے جس کا قول، فعل اور خاموشی (سنت) حق و باطل کے درمیان ایک ایسی لکیر ہے جو واضح طور پر جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''ہادیِ برحق'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ کائنات میں نجات کی جتنی بھی راہیں ہیں، وہ سب ادھوری ہیں؛ کامل اور سیدھا راستہ صرف اسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

سورۃ فاتحہ میں ہم ہر نماز میں ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' کی دعا مانگتے ہیں۔ مفسرینِ کرام (جیسے حضرت جابرؓ اور دیگر) فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا دین ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ شاہراہِ ہدایت ہیں جو بندے کو سیدھا اللہ کی رضا اور جنت تک لے جاتی ہے۔ اسی طرح سورۃ یس میں بھی فرمایا گیا ہے کہ: ''اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (3) عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ'' (4)

(یس: ۳) ''بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسولوں میں سے ہیں اور سیدھے راستے پر ہیں۔''

کائنات میں بہت سے راستے افراط و تفریط (کمی یا زیادتی) کا شکار ہو جاتے ہیں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت ''اعتدال'' کا نمونہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''صراطِ مستقیم'' ہیں جو دنیا اور آخرت، جسم اور روح، اور فرائض و حقوق کے درمیان ایک کامل توازن

پیدا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے والا کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا کیونکہ یہ راستہ وحیِ الٰہی سے منور ہے۔

جس طرح ایک مسافر اگر سیدھی سڑک چھوڑ کر پگڈنڈیوں پر نکل جائے تو وہ تھک بھی جاتا ہے اور بھٹک بھی جاتا ہے، اسی طرح انسانیت جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کو چھوڑ کر فلسفوں اور نظریات کی پگڈنڈیوں پر چلی، وہ تباہی کا شکار ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ چاہے وہ تجارت ہو، جنگ ہو، گھر ہو یا مسجد صراطِ مستقیم کی ایک عملی تصویر ہے۔ ''صراطِ مستقیم'' دو نقطوں (بندہ اور خالق) کے درمیان مختصر ترین فاصلہ ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''شاہراہِ مستقیم'' ہیں جس پر چل کر بندہ بہت جلد اپنے رب کا قرب پا لیتا ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ صراطِ مستقیم صرف ایک سڑک کا نام نہیں بلکہ ایک حالت کا نام ہے جو اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیدا ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مرکز ہیں جن سے ہٹ کر ہر راستہ گمراہی کی طرف جاتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'صراطِ مستقیم' اس سچائی کا عنوان ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ ہدایت صرف معلومات کا نام نہیں بلکہ ایک ہستی کی پیروی کا نام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'راستہ' ہیں جس کی ابتدا 'اتباع' ہے اور جس کی انتہا 'دیدارِ الٰہی' ہے۔ جو اس سیدھے راستے سے ہٹ گیا وہ خواہشات کے جنگل میں کھو گیا، اور جس نے اس شاہراہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قدم رکھ دیا وہ بامراد ہو گیا۔''

سَیِّدُنَا ذِکْرُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کی یاد کا ذریعہ اور خود ذکرِ الٰہی

لفظ ''ذکر'' کا مطلب ہے ''یاد''، ''چرچا'' یا ''بیان''۔عربی لغت میں ذکر کے چند بنیادی مفہوم ہیں۔ ذکر کا مطلب ہے کسی ہستی کو دل میں بسانا اور یاد کرنا، اور فراموش نہ کرنا۔ ذکر کا مطلب ہے کسی چیز کا باعث عزت ہونا۔ذکر کا ایک مطلب کسی کا زبان اور اس کی صفات بیان کرنا بھی ہے۔اس لیے سیدنا ذکر ایک ایسی ہستی ہیں جو کائنات میں اللہ کی یاد کا سب سے بڑا ذریعہ ہوں اور جنکا وجود ہی اللہ کی یاد دلانے والا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا وہ ''ذکر'' ہیں جو کبھی خاموش نہیں ہوتا۔قرآنِ کریم سورہ الطلاق (آیت 10-11) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قَدْ اَنْزَلَ اللهُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا ﴿۱۰﴾ رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللهِ'' (بیشک اللہ نے تمھاری طرف ایک ذکر اتارا ہے، یعنی وہ رسول جو تم پر اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں)۔ یہاں مفسرین کے مطابق اللہ نے خود اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''ذکر'' قرار دیا ہے۔

قرآنِ کریم نے خود کو بھی ''ذکر'' کہا ہے: (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ)۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''خلقہ القرآن'' (مجسم قرآن) ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ''ذکرِ اللہ'' ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی یاد کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔اللہ نے اپنے ذکر کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کے ساتھ ایسا جوڑ دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''ذکرِ الٰہی'' ہیں کہ جب تک کوئی شخص اپنی زبان سے ''محمد رسول اللہ'' نہ کہے، اس کا ''لا الہ الا اللہ'' (ذکرِ خدا) مکمل نہیں ہوتا۔اللہ نے اذان، نماز اور کلمہ میں اپنے ذکر کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جوڑ دیا۔کہ کائنات کی کوئی اذان، کوئی نماز اور کوئی کلمہ تب تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اللہ کے نام کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

نام نہ آئے۔ ''وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' کے تحت اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرچے کو قیامت تک کے لیے سربلند کر دیا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ ''بہترین وہ لوگ ہیں جنھیں دیکھ کر اللہ کی یاد آجائے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ اس صفت کی اعلیٰ ترین مثال ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشست و برخاست، کلام و خاموشی، ہر ادا اللہ کی یاد دلاتی ہے۔

صحابہ کرامؓ کی زندگی اس اسم کی عملی تفسیر تھی۔ وہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخِ انور کو دیکھتے تو انھیں اللہ یاد آجاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس ''ذکرِ الٰہی'' کی مجلس ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اٹھنا، بیٹھنا، کلام کرنا اور خاموشی سب کچھ اللہ کی یاد میں ڈوبا ہوا تھا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا ''ذکرِ خدا'' تھے۔ اسی لیے علماء نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکرِ حقیقی ہیں یعنی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتا ہے اس کا دل خود بخود اللہ کی یاد کا مرکز بن جاتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'ذکر اللہ' اس حقیقت کا عنوان ہے کہ خالق اور مخلوق کے درمیان رابطے کی مضبوط ترین کڑی ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جو زبان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے تر رہتی ہے، وہ کبھی اللہ کی یاد سے خالی نہیں ہوسکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'یادِ الٰہی' کا مجسم روپ ہیں جس کی خوشبو سے کائنات کا گوشہ گوشہ مہک رہا ہے اور جس کا تذکرہ ہی بندگی کی اصل روح ہے۔''

سَیِّدُنَا سَیْفُ اللّٰہِ (ﷺ)

باطل کو کاٹ دینے والی اللہ کی تلوار

لفظ ''سیف'' کے معنی ہیں ''تلوار''، اور ''سیف اللہ'' کا مطلب ہے ''اللہ کی تلوار''۔

آپ ﷺ اللہ کی وہ ''تلوار'' ہیں جو باطل کو کاٹنے کے لیے اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے نیام سے نکلی اور جس کے ذریعے کفر و شرک کی تاریکیوں کا خاتمہ ہوا۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کائنات کی وہ ''قاطعِ کفر'' ہستی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے شرک اور ظلم کی بنیادیں کاٹنے کے لیے مبعوث فرمایا۔ ''سَیْفُ اللّٰہِ'' وہ رسول ہے جس کی دعوت اور جس کا جہاد حق و باطل کے درمیان واضح لکیر کھینچ دیتا ہے۔ یہ نام آپ ﷺ کی اس ''غالب'' اور ''فاتحانہ'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ کا وہ ہتھیار ہیں جس کے سامنے کوئی باطل طاقت ٹھہر نہیں سکتی۔

اگرچہ تاریخی طور پر یہ لقب حضرت خالد بن ولیدؓ کو عطا کیا گیا، لیکن حقیقت میں تمام انبیاء اور مجاہدین کی قوت کا منبع حضور ﷺ کی ذات ہے۔ آپ ﷺ وہ شمشیرِ برہاں ہیں جس نے ظلم و ستم کے اندھیروں کو چاک کیا اور عدل و انصاف کا اجالا پھیلایا۔ آپ ﷺ کی شخصیت میں جہاں رحمت کا کمال تھا وہاں باطل اور ظلم کے خلاف آپ ﷺ اللہ کی وہ تلوار تھے جس کے سامنے کوئی کھڑا نہ ہو سکتا تھا۔ آپ ﷺ کا رعب مہینوں کی مسافت سے دشمن پر حاوی ہو جاتا تھا۔

آپ ﷺ کی یہ ''تلوار'' صرف ظاہری جنگوں تک محدود نہ تھی، بلکہ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک اور قرآنِ کریم اللہ کی وہ تلواریں تھیں جنھوں نے کفر کے دلائل کو پاش پاش کر

دیا۔آپ ﷺ کا جلال ایسا تھا کہ بڑے بڑے جابر حکمران آپ ﷺ کا نام سن کر لرز جاتے تھے۔آپ ﷺ نے جہاد کے ذریعے انسانیت کو انسانوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل کیا۔

غزوہ بدر سے لے کر فتح مکہ تک،آپ ﷺ کی شجاعت اور بہادری اس اسم کی عملی تفسیر ہے۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ''جب جنگ کی شدت بڑھ جاتی تو ہم حضور ﷺ کی پناہ لیا کرتے تھے''۔آپ ﷺ وہ نڈر سپہ سالار تھے جنھوں نے اپنی قوت کو کبھی ذاتی بدلے کے لیے نہیں، بلکہ ہمیشہ کلمہ حق کی سربلندی کے لیے استعمال فرمایا۔آپ ﷺ نے نہ صرف ظاہری دشمنوں کے خلاف شمشیر زنی کی بلکہ انسان کے اندر چھپے ہوئے نفس اور شیطان کے خلاف سیفِ باطنی (ذکر وتقویٰ) سے کام لے کر اسے پاک کیا۔

''اسمِ گرامی 'سیف اللہ' اس غیرتِ ایمانی کا عنوان ہے جو باطل کے سامنے سر نہیں جھکاتی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام محض صلح جوئی کا نام نہیں بلکہ ضرورت پڑنے پر حق کی خاطر سینہ سپر ہو جانے کا نام بھی ہے۔آپ ﷺ وہ 'تیغِ بے نیام' ہیں جس کی چمک نے کفر کی تاریکیوں کو چاک کر دیا اور جس کے سائے تلے انسانیت نے امن اور آزادی کا حقیقی مفہوم پایا۔''

سَیِّدُنَا حِزْبُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کی جماعت کے قائد

لفظ ''حزب'' کے معنی ہیں ''جماعت''، ''گروہ'' یا ''لشکر''۔ ''حزب اللہ'' کا مطلب ہے ''اللہ کا گروہ'' یا ''اللہ کا لشکر''

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی اس ''مقدس جماعت'' کے بانی اور قائد ہیں جسے اللہ نے حق کی نصرت کے لیے منتخب فرمایا۔ ''حِزْبُ اللّٰہِ'' وہ رسول ہے جس کی معیت میں رہنے والا کبھی مغلوب نہیں ہوسکتا۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''فتح مند'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہی وہ گروہ ہیں جن کے نصیب میں اللہ نے ابدی کامیابی لکھ دی ہے۔۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کا ذکر فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہے: ''اَلَآ اِنَّ حِزبَ اللّٰہِ ھُمُ المُفلِحُونَ'' (خبردار! بے شک اللہ ہی کا گروہ کامیاب ہونے والا ہے) (المجادلۃ: ۲۲)۔

''وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ'' (سورۃ المائدہ: 56) ''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ایمان والوں سے دوستی کرے، تو (وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہے اور) بیشک اللہ ہی کی جماعت (حزب اللہ) غالب آنے والی ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جماعتِ الٰہی کے روحِ رواں اور مرکز و محور ہیں، جن کی اطاعت ہی کسی انسان کو ''حزب اللہ'' میں شامل کرتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''حزب اللہ'' اس لیے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منتشر انسانیت کو توحید کے جھنڈے تلے اکٹھا کر کے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا۔

اللہ نے قرآن میں وعدہ فرمایا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت کا حصہ بن جائے، غلبہ اسی کا مقدر ہے۔ ''اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' (خبردار! بے شک اللہ ہی کا گروہ کامیاب ہونے والا ہے) (المجادلۃ: ۲۲)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی ہی وہ واحد راستہ ہے جو انسان کو مغلوبیت سے نکال کر فاتح بنا دیتا ہے۔

قرآن پاک کی سورہ المائدہ (آیت 56) میں ارشاد ہوتا ہے،

وَمَن يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ

(اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان والوں کو اپنا ولی (سرپرست) بنا لے، تو (یقیناً) اللہ ہی کی جماعت (حزب اللہ) غالب آنے والی ہے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ شخصیت ہیں جنھوں نے بکھری ہوئی انسانیت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور انھیں ''اللہ کی جماعت'' بنا دیا۔ یہ وہ گروہ ہے جس کا مقصدِ زندگی صرف رضائے الٰہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جماعت کے سپہ سالار ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں آنے والا شخص اللہ کے خاص لشکر کا سپاہی بن جاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کی زندگی اس اسم کی بہترین عملی تصویر ہے۔ انھوں نے رنگ، نسل اور قبیلے کی تقسیم کو ختم کر کے صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں ''حزب اللہ'' بن کر دکھایا۔ یہاں تک کہ باپ بیٹے کے خلاف اور بھائی بھائی کے خلاف اللہ کی خاطر کھڑا ہو گیا، کیونکہ ان کا تعلق کسی دنیاوی رشتے سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت سے مضبوط تھا۔

''اسمِ گرامی 'حزب اللہ' اس غیرتِ ایمانی کا عنوان ہے جو کسی غیر اللہ کے سامنے جھکنا نہیں جانتی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ طاقت تعداد میں نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'سالارِ لشکرِ حق' ہیں جن کی قیادت میں چلنے والا دنیا کی ہر آزمائش میں سرخرو ہوتا ہے اور جس کا تعلق اس گروہ سے جڑ جائے، اسے پھر کسی اور سہارے کی حاجت نہیں رہتی۔''

سَیِّدُنَا اَلنَّجمُ الثَّاقِبُ (ﷺ)

وہ چمکتا ہوا ستارہ جو جہالت کے اندھیروں کو چیر دے

لفظ ''النجم'' کے معنی ہیں ''ستارہ'' اور ''الثاقب'' کے معنی ہیں ''چیر دینے والا'' یا ''انتہائی چمکدار''۔ یعنی ایسا روشن ستارہ جس کی تیز روشنی اندھیروں کے سینے کو چیرتی ہوئی آر پار نکل جائے، شدتِ نور اور غلبہ روشنی کی علامت ہے۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کائنات کے وہ ''نورانی ستارہ'' ہیں جن کی آمد نے کفر، شرک اور جہالت کی صدیوں پرانی تاریکی کو جڑ سے ختم کر دیا۔ ''اَلنَّجْمُ الثَّاقِبِ'' وہ رسول ہے جس کی تعلیمات دلوں کے زنگ کو کاٹ دیتی ہیں اور گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں حق کا راستہ دکھاتی ہیں۔ یہ نام آپ ﷺ کی اس ''بلند و بالا'' اور ''ہدایت پاش'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ جس طرح مسافر ستاروں سے رستہ پاتے ہیں، کائنات کے مسافر آپ ﷺ سے منزل پاتے ہیں۔

سورہ الطارق کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی ہے۔

''وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ، وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ، النَّجْمُ الثَّاقِبُ''

(سورۃ الطارق: 1-3) ''قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی، اور آپ کو کس نے بتایا کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا کیا ہے؟ (وہ) چمکتا ہوا ستارہ (النجم الثاقب) ہے۔''

مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ صفتِ رسالت کے اعتبار سے حضور ﷺ وہ روشن ستارہ ہیں جس نے کفر و شرک کی تاریکیوں کو اپنی ضیا پاشیوں سے چاک کر دیا۔ آپ ﷺ کی روشنی محض ظاہری نہیں بلکہ ایسی قوی ہے کہ وہ دلوں کے اندھیروں اور شیطانی وسوسوں کو ختم کر دیتی ہے۔

جس طرح ایک چمکتا ہوا ستارہ رات کے مسافروں کے لیے سمت کا تعین کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گمراہ انسانیت کے لیے ہدایت کا راستہ متعین فرمایا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ نجم الثاقب ہیں جنہیں دیکھ کر انسانیت کو منزلِ مقصود (خالق) کا راستہ مل جاتا ہے۔ ''ثاقب'' اس روشنی کو کہتے ہیں جو رکاوٹوں کو عبور کر جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور عرب کے ریگستانوں سے نکل کر قیصر و کسریٰ کے محلات اور پوری دنیا کے سینوں میں سرایت کر گیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ کی وادی میں مبعوث ہوئے، تب ہر طرف جہالت کا اندھیرا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات گرامی ایک ایسے ستارے کی مانند طلوع ہوئی جس نے نہ صرف راستہ دکھایا بلکہ باطل کے تمام پردوں کو چاک کر کے حقیقتِ الٰہیہ کا مشاہدہ کرا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہیبت اور چمک سے شیاطین کے ٹھکانے لرز گئے اور حق غالب آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ نجم الثاقب ہیں جن کا نور بندے کے دل کے پردوں کو چیر کر اسے معرفتِ الٰہیٰ سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'نجمِ ثاقب' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ حق کی روشنی کو باطل کے بادل کبھی چھپا نہیں سکتے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب بھی زندگی میں پریشانیوں اور وسوسوں کے اندھیرے چھانے لگیں، تو اس 'روشن ستارے' کی طرف رجوع کرنا چاہیے جس کی ضیاء پاشیوں سے روح منور ہو جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'آسمانِ ہدایت کے درخشاں ماہتاب' ہیں جن کی چمک قیامت تک انسانیت کے لیے مشعلِ راہ رہے گی۔''

سَیِّدُنَا مُصطَفٰی (ﷺ)

تمام مخلوق میں سے چنے ہوئے اور خالص کئے گئے

لفظ ''مصطفیٰ'' عربی لفظ ''اصطفاء'' سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں ''چن لینا'' یا ''صاف کر لینا''۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کائنات کی تمام مخلوقات (فرشتوں، انسانوں اور جنوں) میں سے اللہ تعالیٰ کے ''خاص پسندیدہ اور منتخب'' بندے ہیں۔ ''مُصطَفٰی'' وہ رسول ہے جسے رب نے اپنے پیغام اور اپنی قربت کے لیے خود چنا۔ یہ نام آپ ﷺ کی اس ''بے مثل'' اور ''اعلیٰ ترین'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی تخلیق اور آپ ﷺ کا انتخاب کسی انسانی کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ خالصتاً عطائے الٰہی ہے۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات میں سے چن لیا ہو۔ جس طرح ڈھیروں غلے میں سے بہترین دانے کو الگ کر لیا جاتا ہے یا سونے کو آگ میں تپا کر خالص کر لیا جاتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں سے حضور ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو ہر عیب سے پاک کر کے اپنی رسالت کے لیے منتخب فرمایا۔ آپ ﷺ مصطفیٰ ہیں کیونکہ آپ ﷺ کا ظاہر اور باطن ہر قسم کی بشری لغزشوں اور آلودگیوں سے پاک ہے۔ آپ ﷺ کے پیدائش سے لے کر وصال تک کی پوری زندگی اللہ کے خاص انتخاب کا نمونہ ہے۔ آپ ﷺ مصطفیٰ ہیں اسی لیے اللہ نے آپ ﷺ کو اپنی قربت کے لیے منتخب کیا اور معراج کے موقع پر کعبہ قوسین کے مقام تک رسائی عطا فرمائی۔ آپ ﷺ کے مصطفیٰ ہونے کی نسبت سے ہی آپ ﷺ کی امت کو بھی بہترین امت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

آپ ﷺ کی یہ ''اصطفائیت'' (چناؤ) کائنات کی تخلیق سے بھی پہلے کی ہے۔

حدیثِ مبارکہ کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ان میں سے بہترین گروہ (عرب) کو چنا، پھر ان میں سے بہترین قبیلے (قریش) کو چنا، پھر ان میں سے بہترین گھرانے (بنو ہاشم) کو چنا اور پھر ان میں سے سب سے بہترین شخصیت یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے وہ ''چنے ہوئے'' نبی ہیں جن پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے خاتمہ کے لیے چنا گیا، قرآن کے نزول کے لیے چنا گیا جو کہ بائیس سال تک کے عرصہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر حضرت آدمؑ سے لے کر تمام انبیاء دیتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کے لیے چنا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمتیں اور برکات عطا فرمائی گئیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے روز شفاعت کے لیے چنا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حوضِ کوثر کے لیے چنا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقامِ محمود کے لیے چنا گیا اور جو اس سے پہلے کسی کو عطا نہین کیا گیا۔

''مصطفیٰ'' ہونے کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ادا اللہ کی پسند بن گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بولنا، خاموش رہنا، چلنا اور سونا سب کچھ اللہ کے ہاں اس قدر مقبول ہوا کہ اسے قیامت تک کے لیے انسانیت کے لیے نمونہ (اسوہ حسنہ) بنا دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے وہ انتخاب ہیں جن پر ربِ کائنات خود درود بھیجتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'مصطفیٰ' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ قیادت اور سیادت محنت سے نہیں بلکہ مشیتِ الٰہی سے ملتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کا وہ 'انتخاب' ہیں جس پر ربِ کائنات کو ناز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'برگزیدہ ہستی' ہیں جن کی پیروی کرنا دراصل اللہ کے انتخاب کی لاج رکھنا ہے اور جن کی غلامی کا تمغہ ہی انسان کو زمانے میں معتبر بناتا ہے۔''

سَیِّدُنَا مُجْتَبٰی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تمام مخلوق میں سے چنے ہوئے اور پسندیدہ

لفظ ''مجتبیٰ''، مادہ ''جبیٰ'' سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں ''چن لینا'' یا ''جمع کرنا''۔ ''مجتبیٰ'' وہ برگزیدہ ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص عنایت کے لیے کائنات سے الگ کر کے چن لیا۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کے انتخاب کے لیے ''اجتباء'' کا لفظ استعمال فرمایا:

''وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ'' (سورۃ آل عمران: 179)

''لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے (یجتبیٰ)۔''

''اجتباء'' اللہ تعالیٰ کی وہ خاص عنایت ہے جس میں وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بلا محنت ومشقت، محض اپنے فضل وکرم سے اپنے قرب کے لیے منتخب فرما لیتا ہے۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے وہ ''مقبولِ بارگاہ'' بندے ہیں جن کا انتخاب کسی ظاہری سبب کے بغیر محض اللہ کے فضلِ خاص سے ہوا۔ ''مُجتبیٰ'' وہ رسول ہیں جنھیں رَبّ نے اپنے قرب کے لیے خود پسند فرمایا۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''خصوصی نسبت'' کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی اور منصبِ رسالت اللہ کی طرف سے ایک ایسا انتخاب ہے جس میں کسی دوسرے کا کوئی دخل نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''مجتبیٰ'' ہیں جنھیں اللہ نے اپنی تمام نعمتوں اور کمالات کو عطا کرنے کے لیے کائنات میں سب سے پہلے منتخب فرمایا۔

دین اسلام ایک ایسی عظیم امانت تھی جس کا امین دنیا کا اعلیٰ ترین، برگزیدہ اور منتخب شدہ انسان ہونا ضروری تھا۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو شرف قبولیت بخشتے

ہوئے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین اسلام کے ترویج کے لیے چنا گیا، قرآن کے نزول کے لیے چنا گیا، ختم رسالت کے لیے چنا گیا، رب تعالی سے ملاقات کے لیے چنا گیا، اعلیٰ اخلاق کے لیے چنا گیا، مقام محمود کے لیے چنا گیا اور روز محشر شفاعت کے لیے چنا گیا۔

مصطفی اور مجتبی میں فرق یہ ہے کہ مصطفیٰ میں صفائی اور نکھار کا پہلو ہے جبکہ مجتبی میں انتخاب اور قرب نمایاں ہے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام کمالات کا مرکز بنا کر اپنی طرف کھینچ لیا اور اپنا حبیب بنالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ چنے ہوئے نبی ہیں جنھیں کائنات کی سرداری کے لیے اللہ نے خود پسند فرمایا۔

شبِ معراج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''مجتبیٰ'' ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ جب تمام انبیاء اپنی اپنی جگہوں پر تھے، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمین سے اٹھا کر عرشِ بریں تک بلایا اور وہ قرب عطا کیا جو کسی بشر یا فرشتے کو نصیب نہ ہوا۔ یہ اللہ کا اپنے بندہِ خاص کو ''چن لینا'' ہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقامِ محمود پر فائز فرمایا گیا۔

''اسمِ گرامی 'مجتبیٰ' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کا وہ خلاصہ ہیں جسے رب نے اپنی بارگاہ کے لیے خاص کرلیا۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ بندگی کا اصل کمال یہ ہے کہ انسان اللہ کا 'پسندیدہ' بن جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقبولِ اعظم' ہیں جن کی پیروی انسان کو بھی اللہ کا محبوب بنا دیتی ہے اور جن کا دامن تھامنے والا کبھی رد نہیں کیا جاتا۔''

سَیِّدُنَا مُنْتَقٰی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

نہایت ہی چیدہ اور چنیدہ

لفظ ''منتقٰی''، مادہ ''نقی'' سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں ''صاف کرنا''، ''چھانٹنا'' یا ''خالص کر لینا''۔ جس طرح اناج کو صاف کر کے اس میں سے بہترین اور عمدہ حصہ الگ کر لیا جاتا ہے، اسے ''منتقٰی'' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کائناتِ انسانی کے بہترین جوہر کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو منتقٰی فرمایا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ہستی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات میں سے نتھار کر، ہر قسم کے عیب، نقص اور میل کچیل سے پاک کر کے اپنی رسالت اور محبت کے لیے چنا ہے۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کائنات کی تخلیق کا ''اصل جوہر اور خلاصہ'' ہیں۔ ''مُنْتَقٰی'' وہ رسول ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت، بلکہ تمام انبیاء کے کمالات کو جمع کر کے ان میں سے سب سے عمدہ اور خالص ترین شخصیت کے طور پر منتخب فرمایا۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس ''جوہرِ کائنات'' والی حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی وہ اصل مغز ہیں جس کے گرد یہ پوری بزمِ کائنات سجائی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ''منتقٰی'' نبی ہیں جن کے ظاہر و باطن پر اللہ نے پاکیزگی کی مہر لگا دی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تین اسما گرامی مصطفی، مجتبی، اور منتقی اگرچہ ایک ہی معنی چنا ہوا میں شمار کیئے جاتے ہیں لیکن علما کے نزدیک ان تینوں اسما میں لطیف فرق موجود ہے۔

مصطفی کا لغوی معنی ہے چنا ہوا، منتخب کیا ہوا، صاف کیا ہوا، یعنی کسی چیز کو ملاوٹ اور کثافت سے پاک کر لینا، یعنی مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ہستی ہیں جن کو اللہ تعالی نے تمام کائنات

میں سے رسالت کے لیے خالص اور منتخب کر لیا ہے۔ اس اسم میں طہارت اور پاکیزگی کا پہلو بھی ہے۔

مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لغوی معنی ہیں چنیدہ، پسندیدہ، جسے کسی خاص مقصد کے لیے چنا گیا ہو، اس میں انتخاب کے ساتھ ساتھ قرب کا مفہوم بھی شامل ہے، یعنی وہ ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے چنا اور پھر اپنے خاص قرب سے نوازا۔ قرآن مجید میں بھی اللہ کے منتخب بندوں کے لیے اجتبٰی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

منتقیٰ کے لغوی معنی ہیں منتخب کیا گیا، چھانٹا گیا، وہ جس کا انتخاب بہت باریک بینی سے کیا گیا ہو، اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب بہت سی اچھی چیزوں میں سے بہترین کا انتخاب کیا جائے۔

''اسمِ گرامی 'منتقیٰ' اس حقیقت کا عنوان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کا وہ بہترین انتخاب ہیں جس سے بہتر کا تصور ناممکن ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب رب نے اپنے لیے بہترین کا انتخاب کیا تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'جوہرِ نایاب' ہیں جن کی چمک سے پوری انسانیت معتبر ہوئی اور جن کا دامن تھامنے والا خود بھی اللہ کے برگزیدہ بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔''

سَیِّدُنَا اُمِّیٌّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ ہستی جنھوں نے کسی انسان سے کچھ نہیں سیکھا بلکہ خود اللہ ان کا معلم ہے

لفظ ''اُمّی'' کے کئی علمی ولغوی پہلو ہیں۔

اُمّ (ماں) کی طرف نسبت ہے یعنی وہ جو اپنی پیدائشی حالت پر قائم ہو جس نے دنیا میں کسی سے کچھ نہ سیکھا ہو، بلکہ اپنی پیدائشی (خداداد) فطرت پر ہو۔

اُمّ القریٰ (مکہ) کی طرف نسبت: چونکہ مکہ کا ایک نام ''اُمّ القریٰ'' ہے، اس لیے مکہ کے رہنے والے کو بھی اُمّی کہا جاتا ہے۔

بے مثال اور بے عیب: اصطلاحی طور پر اس سے مراد وہ ہستی ہے جس نے دنیا کے کسی انسان کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہ کیا ہو۔'' جو دنیاوی واسطوں سے پاک ہو کر براہِ راست اللہ سے علم حاصل کرے۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی دنیاوی استاد سے شاگردی اختیار نہ کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقص نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہترین کمال اور معجزہ ہے۔"اُمّیؐ" وہ رسو ہے جس کا استاد کوئی انسان نہیں بلکہ خود ربِ ذوالجلال ہے۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس "علمِ لدنی" والی حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کے کسی مدرسے میں قلم نہیں اٹھایا، مگر پوری دنیا کو علم وحکمت کے سمندر عطا کر دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''اُمّی'' ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: ''الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ '' (یہ وہ لوگ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی، جو نبیِ امی (لکھنا پڑھنا نہ جاننے والے) ہیں۔''۔(سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 157)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی انسان سے ایک حرف نہ پڑھا، تاکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قرآن جیسا بے مثل کلام پیش کریں، تو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی استاد سے سیکھا ہے یا پچھلی کتابوں سے نقل کیا ہے۔ اس کی حکمت عملی بھی سورۃ العنکبوت کی آیت ۴۸ میں اس طرح بیان کی گئی ہے، ''وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ''، ''اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس قرآن سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے ورنہ یہ باطل پرست ضرور شک کرتے''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُمّی ہونا دراصل ''معلمِ کائنات'' ہونے کی دلیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا استاد کوئی انسان نہیں بلکہ خود ربِ کائنات ہے (''عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ '' اسے بڑے زور آور (اللہ) نے سکھایا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ اُمّی ہیں جنھوں نے پوری دنیا کو علم و حکمت، تہذیب اور اخلاق کے وہ سبق پڑھائے جو بڑے بڑے فلاسفر نہ پڑھا سکے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُمّی اس لیے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام علوم کی اصل (اُمّ) ہیں۔ جس طرح ''اُمّ الکتاب'' تمام کتابوں کی اصل ہے، ویسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات تمام ظاہری و باطنی علوم کا منبع ہے۔

''اسمِ گرامی 'اُمّی' اس معجزے کا عنوان ہے جہاں 'بغیر پڑھے' سب سے زیادہ 'علم بانٹنے' والی ہستی کا ذکر ہوتا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ علم کا منبع کتابیں نہیں بلکہ اللہ کا فضل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'معلمِ اعظم' ہیں جن کی امی صفت نے دنیا کے بڑے بڑے دانشوروں کی عقلوں کو حیران کر دیا اور ثابت کر دیا کہ جس کا استاد اللہ ہو، اسے کسی اور سہارے کی ضرورت نہیں رہتی۔''

سَیِّدُنَا مُخْتَارٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کے عطا کردہ اختیارات کے حامل

لفظ ''مختار'' کے دو پہلو ہیں:

پسندیدہ، چُنی ہوئی یعنی وہ ہستی جسے اللہ نے تمام جہانوں میں سے اپنے لیے منتخب فرمالیا۔ تمام انبیاء کا امام بننے کے لیے چنا۔ تمام کتب میں سے بہترین کتاب (قرآن) کے لیے چنا۔ تمام امتوں میں سے بہترین امت (امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے چنا۔

صاحبِ اختیار یعنی وہ ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانۂ قدرت اور احکاماتِ شریعت میں تصرف کا اختیار عطا فرمایا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا(مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ) ''جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا (سورۃ النساء: ۸۰)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چیز کو حلال فرمادیں وہ حلال ہے اور جسے حرام فرمادیں وہ حرام ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختارِ شریعت ہونے کی دلیل ہے۔

''مُختار'' وہ رسول ہے جس کی مرضی کو اللہ نے اپنی مرضی قرار دیا۔ تحویلِ قبلہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش تھی کہ قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف بدل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کی اس تڑپ کو دیکھتے ہوئے فرمایا: ''ہم ضرور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند کرتے ہیں'' (البقرہ: 144)۔ یعنی اللہ اپنے ''مختار'' بندے کی رضا کو پورا فرماتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''مختارِ کل'' ہیں جنھیں اللہ نے کائنات کی تقسیمِ نعمت کا ذمہ دار بنایا۔

یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''قاسم'' اور ''صاحبِ امر'' والی حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے خزانوں کے وہ مختارِ کل ہیں جو رب کی عطا سے جسے چاہیں، جتنا چاہیں نواز دیں۔ حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے: ''إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي'' (تقسیم کرنے والا میں ہوں اور عطا اللہ فرماتا ہے)۔ یعنی اللہ کی ہر عطا کا راستہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''مختار'' ہیں جنھیں اللہ نے تمام انبیاء اور رسولوں میں سے اپنی خاص رسالت اور معراج کے لیے چن لیا۔ یہ انتخاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالِ مرتبت کی دلیل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مختار ہونا اس معنی میں ہے کہ اللہ نے اپنی رضا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا میں پنہاں کر دیا ہے۔ شریعت کے کئی احکامات میں اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا (مثلاً نمازوں کی تعداد، مسواک کا حکم وغیرہ)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مختار ہیں جن کے اشارے پر چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے۔

میدانِ محشر میں جب سب لوگ پریشان ہوں گے، تب اللہ تعالیٰ شفاعت کا پورا اختیار اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سونپ دے گا کہ ''اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سر اٹھائیں، مانگیں کیا مانگتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مانی جائے گی اور جسے چاہیں شفاعت کریں''۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''مقامِ مختاری'' ہے۔

''اسمِ گرامی 'مختار' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ بندگی کی معراج یہی ہے کہ بندے کی مرضی، رب کی مرضی بن جائے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض ایک پیغام رساں نہیں بلکہ اللہ کے وہ 'نائبِ اعظم' ہیں جن کے ہاتھ میں رب نے اپنی کائنات کی کنجیاں دے دی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'صاحبِ اختیار' ہیں جن کے در سے کوئی سوالی خالی نہیں جاتا اور جن کی خوشنودی میں اللہ نے اپنی خوشنودی رکھ دی ہے۔''

سَیِّدُنَا اَجِیْرٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حد سے زیادہ محنت کرنے والے

لغتِ عرب میں ''اجیر'' اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کے کام کی ذمہ داری اپنے سر لے اور اسے تندہی سے مکمل کرے۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور امت کی اصلاح کے لیے خود کو ''خدمتِ دین'' کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ''اَجِیْرٌ'' وہ رسول ہے جس نے انسانیت کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے دن رات مشقت اٹھائی۔ ی اسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''جاں فشانی'' اور ''امانتداری'' والی حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کارِ نبوت کو ایک ایسی ذمہ داری سمجھ کر پورا کیا جس کا اجر (بدلہ) صرف اللہ کے پاس ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''اجیر'' ہیں جنھوں نے امت کی خاطر ہر دکھ اور تکلیف کو برداشت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اسمِ مبارک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت اور وفاداری کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے پیغام کو پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغِ دین کے لیے طائف کی گلیاں ہوں یا شعبِ ابی طالب کی بھوک، ہر سختی کو برداشت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''اجیر'' ہیں جنھوں نے اپنی راحت کو امت کی فلاح پر قربان کر دیا۔ اور اس کے بدلے میں اپنی امت کے لیے صرف اللہ سے اجر اور محبت کا سوال کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کی نجات کا وہ عظیم کام سرانجام دیا جس کا اجر اللہ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ ہستی ہیں جو قیامت کے دن گناہگاروں کو اللہ کی پناہ (اِجارہ) میں لے کر ان کی بخشش کا سامان کریں گے۔

''اسمِ گرامی 'اجیر' اس تواضع اور محنت کا عنوان ہے جو قیادت کے لیے شرط ہے۔ یہ نام

ہمیں سکھاتا ہے کہ عظمت منصب میں نہیں بلکہ ذمہ داری کو دیانت داری سے پورا کرنے میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'خادمِ کائنات' ہیں جنھوں نے انسانیت کی کایا پلٹنے کے لیے ہر دکھ سہا اور ثابت کر دیا کہ جو اللہ کا 'اجیر' بن جاتا ہے، اللہ اسے پوری دنیا کا امام بنا دیتا ہے۔"

سَیِّدُنَا جَبَّارٌ (ﷺ)

باطل کو کچلنے والے اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے والے

لفظ ''جبار'' کے عربی میں تین اہم معنی ہیں:

اصلاح و پیوند کاری، ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا عربی میں ''جَبَرَ الْعَظْمَ'' اس وقت کہتے ہیں جب ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ دیا جائے۔ اس لحاظ سے آپ ﷺ وہ ہستی ہیں جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتے اور امت کے بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح فرماتے ہیں۔

غالب وقوی: وہ ہستی جس کی ہیبت اور رعب سے باطل مغلوب ہو جائے۔

عظیم المرتبت: وہ جو اپنی شان اور مرتبے میں سب سے بلند ہو۔

آپ ﷺ کا ''جبار'' ہونا آپ ﷺ کے جمال اور جلال کا سنگم ہے۔ جہاں آپ ﷺ یتیموں کے لیے شفیق ہیں، وہیں کفر اور سرکشی کے سامنے اللہ کی وہ طاقت ہیں جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ آپ ﷺ نے اپنے جاہ وجلال سے زمین کے بڑے بڑے متکبرین کے غرور کو خاک میں ملا دیا اور مظلوموں کے ٹوٹے ہوئے نصیبوں کو جوڑ دیا۔

فتحِ مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کا جبار ہونا پوری آب وتاب کے ساتھ ظاہر ہوا۔ وہ مکہ جہاں سے آپ ﷺ کو نکالا گیا تھا، وہاں جب آپ ﷺ فاتح بن کر داخل ہوئے تو آپ ﷺ کی ہیبت سے بڑے بڑے سردارانِ قریش لرز رہے تھے۔ لیکن وہاں آپ ﷺ کی صفتِ ''جبار'' (جوڑنے والے) نے کمال دکھایا اور آپ ﷺ نے سب کو معاف فرما کر بکھرے ہوئے دلوں کو اسلام کے رشتے میں جوڑ دیا۔

آپ ﷺ وہ ''جبار'' ہیں جن کی آمد نے کفر کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا۔ آپ ﷺ نے ظلم کے نظام کو جبر کے ساتھ ختم کر کے وہاں عدلِ الٰہی نافذ

فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رعب کا یہ عالم تھا کہ مہینوں کی مسافت پر دشمن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سن کر سہم جاتا تھا۔ یہ ''جبار'' صفت اللہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کردہ اس رعبِ نبوی کی عکاس ہے جو حق کی فتح کا ذریعہ بنا۔

''اسمِ گرامی 'جبار' اس جاہ وجلال اور کمالِ اصلاح کا عنوان ہے جو صرف منصبِ نبوت کا خاصہ ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام جہاں کمزوروں کے لیے ریشم کی طرح نرم ہے، وہاں باطل کے لیے فولاد کی طرح سخت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'عظیم مصلح' ہیں جنھوں نے کائنات کے ٹوٹے ہوئے نظام کو پھر سے جوڑ کر اسے توحید کے مرکز پر کھڑا کر دیا اور ثابت کیا کہ حقیقی طاقت وہی ہے جو عدل قائم کرے۔''

سَیِّدُنَا اَبُوْ قَاسِمٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نعمتیں تقسیم کرنے والے

لغوی طور پر اس کے معنی ہیں ''قاسم کے والد''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے صاحبزادے کا نام حضرت قاسمؓ تھا، جو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور بچپن میں ہی وصال فرما گئے۔ عربی روایت کے مطابق بڑے بیٹے کے نام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ''ابوالقاسم'' (قاسم کے والد) مشہور ہوئی۔

''بانٹنے والی ہستی''

اس نام کا ایک گہرا روحانی مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی نعمتوں کو مخلوق میں تقسیم کرنے والے ہیں۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات میں اللہ کی نعمتوں کے ''سب سے بڑے تقسیم کار'' ہیں۔ ''اَبُوالْقَاسِمِ'' وہ رسول ہے جس کے ہاتھ میں اللہ نے ہدایت، رزق، علم اور جنت کی کنجیاں دے دی ہیں۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''قاسمِ ارض وسما'' والی حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ رب عطا فرمانے والا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عطیہِ الٰہی کو مخلوق میں بانٹنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشہور فرمان ہے:

''اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ''

''بیشک میں (اللہ کی نعمتیں) تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرمانے والا ہے۔'' (صحیح بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی طرف سے ملنے والی حکمت اور وحی کو امت میں تقسیم کیا۔

قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے اذن سے مغفرت اور درجات کی تقسیم

فرمائیں گے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں جو کچھ بھی کسی کو مل رہا ہے، چاہے وہ ظاہری رزق ہو یا باطنی معرفت، وہ اللہ کی طرف سے ہے لیکن اس کا دستِ تقسیم حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی ہیں، اسی لیے آپ ﷺ ''قاسمِ نِعم'' (نعمتیں بانٹنے والے) ہیں۔

دنیا میں آپ ﷺ نے علم اور وحی کو تقسیم فرمایا۔ میدانِ محشر میں آپ ﷺ حوضِ کوثر پر کھڑے ہوں گے اور پیاسوں میں جامِ کوثر تقسیم فرمائیں گے۔ جنت میں درجات کی تقسیم بھی آپ ﷺ ہی کی شفاعت اور مرضی سے ہوگی۔

اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے آپ ﷺ بیت المال، صدقات اور غنیمت کے مال کو اللہ کے حکم کے مطابق ضرورت مندوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ اس مال کا مالک اللہ ہے اور میں اسے اللہ کی رضا کے مطابق حق داروں تک پہنچانے کا ذریعہ ہوں۔

آپ ﷺ کائنات کے سب سے بڑے معلم ہیں، اللہ نے جو وحی، حکمت اور غیب کے علوم آپ ﷺ کو عطا فرمائے آپ ﷺ نے وہ تمام علوم بنی نوع انسان میں تقسیم فرمائے۔ ہدایت کا نور اللہ کی طرف سے ہے مگر اس کی تقسیم و تشریح آپ ﷺ کے ذریعے ہوئی۔

صوفیائے کرام اور اہل علم کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی کائنات میں جتنی بھی مادی و روحانی نعمتیں یا برکتیں نازل ہوتی ہیں وہ حضور ﷺ کے دست مبارک سے تقسیم ہوتی ہیں۔ روز قیامت شفاعت کبریٰ کا اختیار بھی آپ ﷺ کو دیا جائے گا، آپ ﷺ کی شفاعت سے ہی لوگوں کے درجات بلند ہوں گے اور جنت تقسیم کی جائے گی۔

’’اسمِ گرامی ’ابوالقاسم‘ اس حقیقت کا عنوان ہے کہ خالقِ کائنات کی ہر عطا کا راستہ ’درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم‘ ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہمیں اللہ سے کچھ چاہیے تو ہمیں اس ’قاسمِ کائنات‘ کی بارگاہ میں آنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ’سخیِ اعظم‘ ہیں جن کے دستِ مبارک سے دین ودنیا کی ہر بھلائی تقسیم ہو رہی ہے اور جن کی سخاوت کا کوئی کنارہ نہیں۔‘‘

سَیِّدُنَا اَبُو الطَّاہِرِ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

پاکیزہ شخصیت کے والد

لغوی طور پر اس کے معنی ہیں "طاہر کے والد"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ایک لقب "طاہر" (پاکیزہ) تھا، جس کی نسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو "ابوالطاہر" کہا جاتا ہے۔

سیرت نگاروں (جیسے ابنِ ہشام اور امام قسطلانی) نے ذکر کیا ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صاحبزادے حضرت عبداللہ علیہ السلام کی ولادت ہوئی، تو انھیں ان کی پاکیزگی اور اعلیٰ اوصاف کی بنا پر "الطاہر" اور "الطیب" کے القاب سے پکارا گیا۔ اسی نسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کنیت "ابوالطاہر" مشہور ہوئی۔ حدیثِ قدسی اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طہارت کا ذکر ملتا ہے کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل فرمایا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "طاہر و مطہر" ہو کر دنیا میں تشریف لائے۔

"طاہر" کا مطلب ہے وہ جو خود بھی پاک ہو اور دوسروں کو بھی پاک کرنے والا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ہستی ہیں جن کا نسب، جسم، روح اور ذکر سب طاہر و مطہر ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طہارت محض جسمانی نہیں بلکہ کائناتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہر قسم کی باطنی آلودگی اور شیطانی اثر سے پیدائشی طور پر پاک رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "طاہر" بھی ہیں اور "مطہر" بھی (یعنی وہ جو گناہوں کی غلاظت میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو پاک کر دے)۔ قرآنِ کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس منصب کا ذکر یوں فرمایا گیا:

"وَيُزَكِّيهِمْ" (اور وہ انھیں پاک کرتے ہیں)۔

"ابوالطاہر" ہونا اس بات کی بھی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اصل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فرع (اولاد) دونوں ہی طہارت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود ارشاد

فرمایا کہ میرا انتقال ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں ہوا ہے۔

''اسمِ گرامی 'ابوالطاہر' اس حقیقت کا عنوان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے جڑی ہر شے پاکیزہ ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم اپنی زندگیوں، خیالات اور اعمال میں طہارت چاہتے ہیں، تو ہمیں اس 'منبعِ طہارت' سے جڑنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس ہستی' ہیں جن کا نام لینے سے زبان پاک ہو جاتی ہے اور جن کی پیروی سے دل کے نہاں خانوں سے جہالت اور گناہ کی غلاظت دور ہو جاتی ہے۔''

سَیِّدُنَا اَبُو الطَّیِّبِ (ﷺ)

نفیس اور ستھری ذات کے مالک

لغوی طور پر اس کے معنی ہیں ''طیب کے والد''۔ آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ کا ایک لقب ''طیب'' (پاک و پاکیزہ/خوشبودار) بھی تھا، جس کی نسبت سے آپ ﷺ کو ''ابوالطیب'' کہا جاتا ہے۔

عربی میں ''طیب'' اس چیز کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی ناپسندیدہ آمیزش سے پاک ہو، جس میں نفاست ہو اور جس کی خوشبو روح کو معطر کر دے۔

آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کائنات کی سب سے ''طیب'' (عمدہ) ہستی ہے۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کائنات کی ''اصل خوشبو اور عمدگی'' ہیں۔ ''اَبُوالطَّیِّبِ'' وہ رسول ہے جس کا وجودِ مسعود کائنات کے لیے سراپا خیر، برکت اور معطریت ہے۔ یہ نام آپ ﷺ کی اس ''طیب وطاہر'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات سے نکلنے والا ہر کلمہ، ہر عمل اور ہر نسبت دنیا کی غلاظتوں سے پاک اور روح کے لیے بالیدگی کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، طیب (پاک) اور خبیث (ناپاک)۔

آپ ﷺ کو ''ابوالطیب'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کائنات کی تمام ''طیب'' چیزوں کے امام اور تقسیم کرنے والے ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے: ''وہ (نبی) ان کے لیے پاکیزہ چیزوں (الطیبات) کو حلال کرتے ہیں اور گندی چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔'' (الاعراف: 157)

آپ ﷺ طیبِ نسب ہیں کہ آپ ﷺ کا حسب و نسب تمام کائنات میں سب سے اعلیٰ اور پاکیزہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طیبِ اخلاق اخلاق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق میں وہ مٹھاس اور نفاست ہے کہ دشمن بھی پکار اٹھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کوئی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طیبِ جسم ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک کائنات کی مہنگی ترین کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے کو تبرک کے طور پر خوشبو کے لیے جمع کیا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس گلی سے گزر جاتے تھے، وہ گلی معطر ہو جاتی تھی اور لوگ پہچان لیتے تھے کہ یہاں سے ''طیب و طاہر'' آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کے ہر معاملے میں ''طیب'' (حلال اور پاکیزہ) کو اختیار فرمایا اور اپنی امت کو بھی ''طیب'' رزق اور ''طیب'' کلام کی تلقین فرمائی۔

''اسمِ گرامی 'ابوالطیب' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی وہ روح پرور خوشبو ہیں جو کبھی ماند نہیں پڑتی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ ایمان کی مٹھاس اور زندگی کی خوشگواری صرف 'درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' سے وابستگی میں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'سراپا خیر و برکت' ہستی ہیں جن کی یاد سے دل معطر ہو جاتے ہیں اور جن کی پیروی انسان کے کردار کو 'طیب' (عمدہ) بنا دیتی ہے۔''

سَیِّدُنَا اَبُو اِبْرَاهِيمَ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت ابراہیم (بیٹے) کے والد

لغوی طور پر اس کے معنی ہیں ''ابراہیم کے والد''۔ یہ کنیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کی نسبت سے ہے، جو حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

نسبتی پہلو: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان الفاظ سے سلام پیش کیا: ''السلام علیک یا ابا ابراہیم''۔ یہ کنیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت محبوب تھی کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد (دادا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر تھی۔

صفاتی پہلو:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''ابوابراہیم'' ہونا دو عظیم ہستیوں کے ملاپ کی علامت ہے:

ایک پدری شفقت کیونکہ حضرت ابراہیمؓ کی وفات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، جو کہ ایک پدری شفقت کا نتیجہ تھی اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہے مگر ہم اسے ویسے ہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو''۔ جس سے امت کو یہ سبق ملا کہ غم میں آنسو بہانا فطرتِ انسانی اور رحمت ہے، لیکن زبان سے کلمہِ شکایت نہ نکلنا کمالِ بندگی ہے۔

اور دوسرے ملتِ ابراہیمی کی تکمیل کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کے نتیجے میں مبعوث ہو کر ان کے دینِ حنیف کو مکمل فرمایا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اپنے بیٹے ابراہیم کے والد نہیں بلکہ فکری طور پر اس پورے مشن کے وارث ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شروع کیا تھا۔

جب حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوا تو اتفاق سے سورج گرہن لگا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ نبی کے بیٹے کی موت کی وجہ سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً اس کی تردید کی اور فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیاں ہیں، یہ کسی کی موت یا زندگی پر نہیں گہناتے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصبِ نبوت کی سچائی اور توحید پرستی کی انتہا تھی۔

''اسمِ گرامی 'ابوابراہیم' اس عظیم نسبت کا عنوان ہے جو اسلام کو قدیم آسمانی ادیان سے جوڑتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کوئی نیا دین نہیں بلکہ وہی 'دینِ حنیف' ہے جو سیدنا ابراہیمؑ لے کر آئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'خلیل زادے' ہیں جن کی بدولت آج دنیا توحید کے نور سے منور ہے اور جن کی ذات میں تمام گذشتہ انبیاء کے کمالات جمع کر دیے گئے ہیں۔''

سَیِّدُنَا مُشَفَّعٌ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

وہ ہستی جن کی شفاعت اللہ کبھی رد نہیں کرے گا

لفظ ''مُشَفَّع'' اسمِ مفعول ہے، جس کے معنی ہیں ''وہ ہستی جس کی سفارش قبول کی جائے''۔عربی زبان میں 'شفیع' اس کو کہتے ہیں جو سفارش کرے، جبکہ 'مُشَفَّع' وہ ہوتا ہے جس کی سفارش (شفاعت) کو ہر صورت میں قبول کیا جائے۔

''شافع'' وہ ہوتا ہے جو سفارش کرے، اور ''مُشَفَّع'' وہ ہوتا ہے جس کی سفارش کو رد نہ کیا جائے بلکہ لازماً قبول کیا جائے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے وہ پیارے نبی ہیں جن کو اللہ نے قیامت کے دن ''مقامِ محمود'' پر فائز کرنا ہے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شفاعت فرمائیں گے اور اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہر شفاعت کو قبول فرمائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ''مُشَفَّع'' ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ الٰہی میں محبوبیت کی انتہا ہے۔ حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں: ''انا اول شافع واول مشفع'' (صحیح مسلم 2278)، حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں جس کا مطلب ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والے اور سب سے پہلے جن کی شفاعت قبول کی جائے گی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ یہ وہ مرتبہ ہے جو کائنات میں کسی اور نبی یا فرشتے کو اس کمال کے ساتھ حاصل نہیں کہ ان کی ہر بات مانی ہی جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وعدہ فرمایا

''عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا''، ''قریب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مقامِ محمود (وہ جگہ جہاں سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کریں گے) پر فائز فرمائے۔'' (الاسراء:79)

مفسرین کے مطابق ''مقامِ محمود'' دراصل وہ مقام ہے جہاں آپ ﷺ مُشَفَّع بن کر جلوہ گر ہوں گے اور پوری انسانیت کی سفارش فرمائیں گے۔

عبداللہ بن سلام ؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔

میں قیامت کے روز اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، میں پہلا شخص ہوں گا جو قبر سے اٹھوں گا اور میں پہلا ہوں گا جو شفاعت کرے گا اور جس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میرے ہاتھ میں الحمد کا جھنڈا ہوگا جس کے تحت تمام بنی نوع انسان ہوں گے۔ (طبرانی)

میدانِ محشر کی تپش میں جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا، تو آپ ﷺ سجدہ ریز ہو کر اپنی امت کے لیے دعا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھائیں، کہیں آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی، مانگیں آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا، اور شفاعت کریں آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی''۔ یہ آپ ﷺ کا ''مُشَفَّع'' ہونا ہی ہے جو گناہگاروں کی بخشش کا ضامن بنے گا۔ اسم مشفع امت کے لیے سب سے بڑی خوشخبری ہے کہ ہمارا راہبر وہ ہے جس کی بات اللہ کبھی نہیں ٹالتا۔

''اسمِ گرامی 'مشفع' اس لازوال رحمت کا عنوان ہے جو حشر کی دھوپ میں ٹھنڈا سایہ بنے گی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ بندگی کا عجز اپنی جگہ، مگر مصطفیٰ ﷺ کی وجاہت پر بھروسہ ہی اصل ایمان ہے۔ آپ ﷺ وہ 'وکیلِ امت' ہیں جن کی عدالتِ الٰہی میں پیش کی گئی ہر اپیل منظور ہو چکی ہے اور جن کا دامن تھامنے والا کبھی ناامید نہیں لوٹے گا۔''

سَیِّدُنَا شَفِیۡعٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

گنہگاروں کی سفارش کرنے والے

لفظ ''شفیع'' کا مادہ ''شفع'' ہے، جس کے معنی ہیں ''جوڑا۔ اصطلاح میں شفیع اس ہستی کو کہتے ہیں جو کسی اکیلے یا کمزور کے ساتھ مل جائے تا کہ اس کی مدد کرے اور اسے سزا سے بچا کر نفع پہنچائے۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی وہ عظیم ہستی ہیں جو اپنی امت کے گناہ گاروں اور خطا کاروں کی بخشش کے لیے اللہ کے حضور عرض گزاری فرمائیں گے۔ ''شَفِیۡعٌ'' وہ رسول ہے جس کی شفاعت سے ناممکن ممکن ہو جائے گا۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''غم گسار'' اور ''دستگیر'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں بھی امت کے لیے دعائے مغفرت فرماتے ہیں اور آخرت میں بھی امت کے وکیل بن کر کھڑے ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''شافعِ محشر'' ہیں جو اللہ کے حضور بندوں کی مغفرت اور بلندیِ درجات کے لیے سفارش فرمائیں گے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''مَن ذَا الَّذِی یَشۡفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذۡنِهِۦ''

کون ہے جو اس (اللہ) کے حضور سفارش کر سکے مگر اس کے حکم (اجازت) سے۔ (آیت الکرسی)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو مجھ پر درود پڑھتا ہے قیامت کے دن میں اسکا شفیع ہوں گا۔ (ابوداوود)

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شفیع ہونا اس لیے خاص ہے کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت

کا ''اذن'' (اجازت) پہلے ہی عطا فرما دیا ہے۔ آپ ﷺ وہ شفیع ہیں جن کی سفارش اللہ کی مرضی کے عین مطابق ہوگی۔

حضور ﷺ کا شفیع ہونا محض ایک عہدہ نہیں بلکہ آپ ﷺ کی فطرتِ رحیمی کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک ''دعا'' عطا فرمائی تھی جو یقیناً قبول ہوتی، تمام انبیاء نے وہ دعا دنیا میں ہی مانگ لی، مگر حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنی وہ دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھی ہے''۔ یہ آپ ﷺ کا اپنی امت پر وہ احسان ہے جس کا بدلہ کوئی نہیں اتار سکتا۔

گناہ انسان کو رب سے دور کر دیتے ہیں، آپ ﷺ وہ ''شفیع'' ہیں جو اس ٹوٹے ہوئے تعلق کو جوڑتے ہیں۔ آپ ﷺ کی شفاعت دراصل اللہ کی رحمت کا وہ دروازہ ہے جو گناہ گاروں کے لیے کھلا رہتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'شفیع' اس لازوال محبت کا عنوان ہے جو کسی حال میں اپنے غلام کو تنہا نہیں چھوڑتی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگرچہ ہم عمل کے میدان میں تہی دست ہیں، مگر ہمارا دامن اس 'شافعِ محشر' سے وابستہ ہے جس کی بات کو رب کبھی نہیں ٹالتا۔ آپ ﷺ وہ 'رحیم و کریم وکیل' ہیں جن کی عدالتِ الٰہی میں موجودگی ہی مجرموں کے لیے سب سے بڑی ڈھال اور بخشش کا مژدہ ہے۔''

سَیِّدُنَا صَالِحٌ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

سراپا نیکی اور درستگی کرنے والے

عربی زبان میں 'صلاح' فساد (بگاڑ) کی ضد ہے۔ صَالِح اس ہستی کو کہتے ہیں، جس کا ظاہر اور باطن ہر قسم کے عیب اور بگاڑ سے پاک ہو۔ جو نیکی کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہو۔ جو دوسروں کی اصلاح کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہو۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کائنات کی وہ ''کامل ترین شخصیت'' ہیں جن کے قول، فعل، حال اور اخلاق میں ذرہ برابر بھی کجی یا عیب نہیں ہے۔ ''صَالِحٌ'' وہ رسول ہے جس نے بگڑی ہوئی انسانیت کی اصلاح فرمائی اور اسے فلاح کے راستے پر لا کھڑا کیا۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس ''جامع الکمالات'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس ہر قسم کی برائی سے پاک اور سراپا خیر و صلاح ہے۔

واقعہ معراج کی احادیث میں آتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آسمانوں پر تشریف لے گئے اور مختلف انبیاء (مثلاً حضرت آدمؑ اور حضرت ابراہیمؑ) سے ملاقات ہوئی، تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان الفاظ میں خوش آمدید کہا:

''مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ''

''خوش آمدید اے نیک نبی اور اے نیک بیٹے!'' (صحیح بخاری)

یہ تمام انبیاء کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ''صالحیتِ مطلقہ'' کی گواہی ہے۔

''صالح'' اس ہستی کو کہتے ہیں جس کا ہر عمل درست ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پوری زندگی صدق، امانت، عدل اور حیا کا مرقع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ "مقدس صالح" ہیں جن کی گواہی دشمنوں نے بھی دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی اصلاح آدمیت پر مشتمل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گناہوں کی تاریکیوں میں گھرے ہوئے لوگوں کے دلوں میں روشنی کی شمع جلائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گمراہیوں میں بھٹکے ہوئے معاشرے کو صراط مستقیم دکھایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے انصافی کی جنگل میں انصاف قائم کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونچ نیچ کی بنیاد پر بننے والے معاشرے میں کامیابی کا معیار اعمال صالح کو بنایا۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک نے ابن آدم کی اخلاقی، معاشرتی، معاشی، سماجی اور سیاسی ہر طرح سے اصلاح فرمائی۔

’’اسمِ گرامی ’صالح‘ اس پاکیزہ زندگی کا عنوان ہے جہاں بگاڑ کا نام ونشان نہیں۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام کی اصل روح ’اصلاحِ نفس‘ اور ’اصلاحِ معاشرہ‘ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ’مصلحِ اعظم‘ ہیں جن کی پیروی انسان کو گناہوں کی پستی سے نکال کر صالحین کی صف میں کھڑا کر دیتی ہے اور جس کے نقشِ قدم پر چل کر ہی دنیا و آخرت کی فلاح ممکن ہے۔‘‘

سَیِّدُنَا مُصْلِحٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

معاشرے اور انسانیت کی اصلاح کرنے والے

عربی زبان میں 'مصلح' کا مادہ اصلاح ہے، جس کا مطلب ہے کسی خراب چیز کو درست کرنا، امن قائم کرنا اور فساد کو ختم کرنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصلحِ اعظم بن کر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کی دنیا میں موجود ہر قسم کے بگاڑ کی اصلاح فرمائی۔ بلکہ پوری انسانیت کی اور رہتی دنیا تک کے نظام کی اصلاح فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ معلم ہیں جنھوں نے اس معاشرے میں شرک کو توحید سے بدل دیا، ظلم وزیادتی کو عدل وانصاف نے تبدیل کر دیا، بے راہ روی، گمراہی، بے ہودگی، بے حیائی کو صراط مستقیم سے بدل دیا۔ بیٹیوں کو زندہ در گور کرنے والوں کے دلوں میں ماں، بیٹی اور بہن کی عزت اجاگر کی اور معاشرے میں عورت کے حقوق قائم کیئے، دولت، ہسب، نسب اور عہدوں اور قبیلوں کی بنا پر عزت کا معیار قائم کرنے والوں کو تقویٰ اور اخلاص کی بنا پر قائم معیار دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشی اور سیاسی نظام کی اصلاح فرمائی۔ سود، جوئے اور ناپ تول میں کمی جیسی برائیوں کو ختم کر کے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جہاں ظالم کا ہاتھ روک دیا گیا اور مظلوم کو حق دلایا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں صفتِ اصلاح اتنی کامل تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض 23 سال کے مختصر عرصے میں ایک ایسی قوم کی کایا پلٹ دی جو صدیوں سے جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی۔

نبوت سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں ''حلف الفضول'' جیسے معاہدوں کا حصہ بنے،

جس کا مقصد معاشرتی اصلاح اور مظلوموں کی مدد تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں اخلاق کی تکمیل (اصلاح) کے لیے بھیجا گیا ہوں۔''

''اسمِ گرامی 'مصلح' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ دنیا کی حقیقی ترقی مادی نہیں بلکہ اخلاقی اصلاح میں ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اصل کام 'امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' کے ذریعے معاشرے کی اصلاح کرنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'عظیم حکیم' ہیں جنھوں نے انسانیت کی دکھتی رگوں پر مرہم رکھا اور اسے وہ نظامِ حیات دیا جو قیامت تک کے لیے مینارِ نور رہے۔''

سَیِّدُنَا مُهَیْمِنٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نگران، محافظ اور گواہ

لفظ ''مہیمن'' کے تین بنیادی مفہوم ہیں:

- نگہبان جو کسی چیز کی حفاظت کرے
- گواہ، وہ جو کسی کے احوال کو جانتا ہو اور اس کی گواہی دے۔ وہ جو سچ اور جھوٹ کے درمیان امتیاز کرے اور حق کی گواہی دے۔
- وہ جس پر مکمل بھروسہ کیا جائے اور جو امانت کی حفاظت کا ذمہ دار ہو۔

جس طرح قرآنِ کریم پچھلی کتابوں کے لیے ''مہیمن'' (نگہبان و تصدیق کنندہ) ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سابقہ تمام شریعتوں، کتابوں اور انبیاء کے کمالات کے ''محافظ اور امین'' ہیں۔ ''مُهَیْمِنٌ'' وہ رسول ہے جس کی مہرِ نبوت نے پچھلے تمام ادیان کی سچائیوں کی تصدیق فرمائی اور ان کی حفاظت کی۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''جامع'' اور ''حاکمانہ'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت اب قیامت تک کے لیے انسانیت کی نگہبان ہے۔۔

قرآن میں فرمایا گیا: ''فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا'' (تو کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے)۔(النساء:41)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو پچھلی کتابوں کے لیے ''مہیمن'' قرار دیا ہے:

''اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان پر مہیمن (نگہبان و گواہ) ہے۔'' (المائدہ:48)

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحبِ قرآن ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بھی تمام

انبیائے کرام کی تعلیمات اور ان کی کتابوں کی اصل حقیقت پر مہیمن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ پچھلی کتابوں میں کیا تحریف ہوئی اور اصل دینِ الٰہی کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''مہیمن'' ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر سے اپنی امت کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے ایمان کے محافظ ہیں اور قیامت کے دن ہر نبی کی تبلیغِ دین کی گواہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ امانت دار ہیں جنھوں نے دینِ الٰہی کی حفاظت فرمائی اور اسے ہم تک صحیح سلامت پہنچایا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''مہیمن'' وہ ہے جو دوسروں کے خوف کو امن میں بدل دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لیے وہ سایہِ عاطفت ہیں جو دنیا اور آخرت کے خوف کے وقت امان عطا فرماتے ہیں۔

''اسمِ گرامی 'مہیمن' اس اقتدارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عنوان ہے جو رہتی دنیا تک حق کی پہچان بنے گا۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام اب کائنات کا واحد محفوظ اور معتبر نظام ہے کیونکہ اس کے نگہبان خود محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'امینِ اعظم' ہیں جن کی گواہی کے بغیر آخرت میں کسی کا ایمان معتبر نہیں ہوگا اور جن کا دامن تھامنے والا ہر فتنے سے محفوظ رہے گا۔''

سَیِّدُنَا صَادِقٌ (ﷺ)

قول وفعل میں سچے

لفظ ''صادق'' کا مادہ ''صدق'' ہے، جس کے معنی ہیں ''سچا ہونا''۔

اصطلاح میں صادق وہ ہے جس کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات حقیقت کے مطابق ہو اور جس کے قول وفعل میں ذرہ برابر تضاد نہ ہو۔ حضور ﷺ وہ ''صادق'' ہیں جن کی پوری زندگی میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جب آپ ﷺ نے (نعوذ باللہ) خلافِ حقیقت کوئی بات کہی ہو۔

آپ ﷺ کی صداقت کے دو بڑے پہلو ہیں۔

صادق قبل از نبوت: اعلانِ نبوت سے پہلے ہی اہل مکہ نے آپ ﷺ کو ''الصادق'' (سچا) کا لقب دیا تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا کردار بچپن ہی سے انسانی کمالات کی انتہا پر تھا۔

صادق فی الوحی: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبانِ مبارک کو وہ مقام عطا فرمایا کہ آپ ﷺ جو فرماتے وہ حق ہوتا۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی سچائی کی گواہی دی ہے:

''وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ''

''اور وہ اپنی خواہشِ نفس سے کلام نہیں کرتے، یہ تو صرف وحی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے۔'' (النجم:3-4)

آپ ﷺ کا ''صادق'' ہونا صرف اخلاقی نہیں بلکہ ''وحی'' کی بنیاد ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ کے بارے میں جو بتایا، جنت ودوزخ کا جو نقشہ کھینچا اور ماضی ومستقبل

کی جوخبریں دیں، وہ سب ''صدقِ مطلق'' ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہِ صفا پر کھڑے ہوکر قریش سے پوچھا: ''اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے، تو کیا تم مانو گے؟'' تو سب نے بیک زبان ہوکر کہا: ''مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا'' (ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے نہیں پایا)۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی وہ عالمگیر گواہی تھی جس نے دشمنوں کو بھی لاجواب کردیا۔

نبوت کا پہلا ستون سچائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''صادق'' ہیں جن کی سچائی کو دیکھ کر لوگوں نے بن دیکھے رب پر ایمان لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کی سب سے بڑی دلیل تھا۔ ''صادق'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں ذرہ برابر تبدیلی کے بغیر اسے امت تک پہنچا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینۂ مبارک سچائی کا وہ سمندر ہے جہاں جھوٹ کا گزر ممکن نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا یہ کمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا، اسے کر کے دکھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاموشی بھی سچ تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو بھی سچ۔ مذاق میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے حق کے سوا کچھ نہ نکلا۔

''اسمِ گرامی 'صادق' اس پاکیزہ صفت کا عنوان ہے جو دشمنوں کو بھی اعتراف پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام کی عمارت 'سچائی' پر قائم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'سچے رہبر' ہیں جن کی ہر بات ابدی حقیقت ہے اور جن کی پیروی انسان کو جھوٹ کی تاریکیوں سے نکال کر ابدی سچائی کے نور میں لے آتی ہے۔''

سَیِّدُنَا مُصَدِّقٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تصدیق کرنے والے

لفظ ''مصدق'' اسمِ فاعل ہے، جس کے معنی ہیں ''تصدیق کرنے والا'' یا ''سچا قرار دینے والا۔''

اسمِ گرامی 'صادق' اس پاکیزہ صفت کا عنوان ہے جو دشمنوں کو بھی اعتراف پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام کی عمارت 'سچائی' پر قائم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'سچے رہبر' ہیں جن کی ہر بات ابدی حقیقت ہے اور جن کی پیروی انسان کو جھوٹ کی تاریکیوں سے نکال کر ابدی سچائی کے نور میں لے آتی ہے۔ قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ صفت بیان ہوئی: سورہ البقرہ (آیت 101)

وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ...

''اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے جو ان (کتابوں) کی تصدیق فرمانے والے (مصدق) ہیں جو ان کے پاس تھیں، تو ان اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا...''

نیز فرمایا

ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ (آل عمران:۸۱)

پھر تمھارے پاس وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں، جو تمھارے پاس ہیں، اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گزشتہ تمام رسولوں کی بھی تصدیق فرمائی۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ (الصفٰت : ۳۷)

بلکہ وہ حق کو لے کر آئے ہیں اور پہلے رسولوں کی تصدیق فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''مصدق'' ہونا دین کی اکملیت کی دلیل ہے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہ لاتے اور پچھلے انبیاء کی گواہی نہ دیتے، تو دنیا آج ان کی عظمت اور پاکیزگی سے اس طرح واقف نہ ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰؑ پر لگے الزامات کی نفی کی اور حضرت موسیٰؑ کی شان بیان فرمائی۔

صدیوں کے گزرنے کے ساتھ آسمانی کتابوں میں جو تحریف (تبدیلی) ہو گئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کر بتایا کہ ان میں ''سچ'' کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''مصدق'' ہیں جنھوں نے اصل دینِ ابراہیمی اور دینِ موسوی وعیسوی کو دنیا کے سامنے واضح فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف اپنی زبان سے حق کی تصدیق کی بلکہ اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ اللہ کا دین کیا ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''مصدق'' ہیں جن کی تصدیق کے بغیر کسی کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ جب تک کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق نہیں کرتا، اس کا اللہ کی توحید پر ایمان بھی اسے نفع نہیں دیتا۔

''اسمِ گرامی 'مصدق' اس عالمگیر سچائی کا عنوان ہے جو تمام انبیاء کو ایک لڑی میں پرو دیتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام پچھلے ادیان کا دشمن نہیں بلکہ ان کی اصل روح کا محافظ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'امینِ اعظم' ہیں جن کی مہرِ نبوت نے کائنات کے ہر سچ کی تصدیق کر دی اور ثابت کر دیا کہ ہدایت کا ہر راستہ 'درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' سے ہو کر ہی گزرتا ہے۔''

سَیِّدُنَا صِدقٌ (ﷺ)

پچھلے انبیاء اور آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والے

عربی لغت میں ''صدق'' کا مطلب ہے کسی بات کا حقیقت کے عین مطابق ہونا۔ آپ ﷺ کو محض ''صادق'' (سچ بولنے والا) نہیں بلکہ خود ''صدق'' (سچائی) کہا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذات، آپ ﷺ کا قول، آپ ﷺ کا فعل اور آپ ﷺ کی ہر ادا سچائی کی وہ انتہا ہے جہاں شک کا گزر بھی ممکن نہیں۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو آپ ﷺ کی آمد اور مقام سے جوڑا ہے:

وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ

''اور عرض کیجیے: اے میرے رب! مجھے (جہاں بھی لے جا) سچائی کے ساتھ داخل فرما اور سچائی کے ساتھ باہر لا۔'' (سورۃ الاسراء:80)

آپ ﷺ کے بدترین دشمنوں نے بھی آپ ﷺ کو ''الصادق'' (سچا) تسلیم کیا۔ مکہ کے مشرکین اپنا مال آپ ﷺ کے پاس امانت رکھتے تھے کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ یہ ''سیدنا صدق'' کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے۔

آپ ﷺ کی سچائی صرف زبان تک محدود نہ تھی، بلکہ آپ ﷺ کا ہر عمل آپ ﷺ کے قول کی تصدیق کرتا تھا۔ جو آپ ﷺ نے فرمایا، وہی کر کے دکھایا۔ قرآن پاک میں سورۃ القمر کی آیات 54 اور 55 میں فرمایا گیا ہے کہ: إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿54﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿55﴾ ''کہ وہ باغات اور نہروں میں ہوں گے اور کسی بڑی عزت والی جگہ پر، ایسے بادشاہ (اللہ) کے پاس جو اقتدارِ

مطلق کا مالک ہے''

جنت کے سب سے بلند مقام کو قرآن نے ''مَقْعَدِ صِدْقٍ'' (سچائی کی نشست) کہا ہے، اور اس مقام کے اصل حقدار اور سردار ''سیدنا صدق'' صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں۔

گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سچ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکات سچ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معاملات سچ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلے سچ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشادات سچ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکامات سچ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سراپا سارے کا سارا سچ پر مبنی تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلام (قرآن) ''صدق'' ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت اس کا عملی ثبوت۔ ''صدق'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں قول اور فعل کے درمیان بال برابر بھی فرق نہیں پایا جاتا۔

دنیا کی ہر چیز بدل سکتی ہے، فلسفے اور نظریات بدل سکتے ہیں، مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لایا ہوا ''صِدق'' (دین) قیامت تک کے لیے اٹل اور غیر تبدیل شدہ حقیقت ہے۔

''اسمِ گرامی 'صِدق' اس پاکیزہ حقیقت کا عنوان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ہی حق کی سب سے بڑی پہچان ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ ایمان کی بنیاد زبان سے سچ بولنے پر نہیں بلکہ 'سراپا سچ' بن جانے پر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مجسمِ حق' ہیں جن کی زندگی کا ہر ورق گواہی دیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی وہ ابدی سچائی ہیں جس کی تلاش میں انسانیت صدیوں سے بھٹک رہی تھی۔''

سَیِّدُنَا سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تمام رسولوں کے امام اور سردار

عربی میں ''سید'' اس ہستی کو کہتے ہیں جو اپنی قوم کا سردار ہو، جس کی اطاعت کی جائے، جو سخاوت اور حلم میں سب سے بڑھ کر ہو اور جو مصیبت کے وقت پناہ گاہ ہو۔

یہ ''مرسل'' کی جمع ہے، یعنی وہ تمام برگزیدہ ہستیاں جنھیں اللہ نے رسالت دے کر مبعوث فرمایا۔

اسی طرح اسمِ مبارک کا مجموعی مفہوم تمام رسولوں کے سردار، امام اور پیشوا ہوا۔

قرآنِ مجید میں یہ لفظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی کے طور پر آیا ہے ''إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ'' (سورۃ یٰس: 3)۔

ترجمہ: ''بے شک آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رسولوں (المرسلین) میں سے ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: ''أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ'' (میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہتا)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ سیادت محض انتظامی نہیں بلکہ فضیلت کی بنیاد پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے کمالات الگ الگ انبیاء کو عطا فرمائے (مثلاً حضرت موسیٰ کا جلال، حضرت عیسیٰؑ کا جمال، حضرت ابراہیمؑ کی خلت)، وہ تمام کے تمام تنہا ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع کر دیے گئے۔

واقعۂ معراج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''سید المرسلین'' ہونے کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے۔ جب مسجدِ اقصیٰ میں تمام انبیاء و رسل جمع ہوئے، تو جبریلِ امین علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مصلّٰیِ امامت پر کھڑا کیا اور تمام انبیاء نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ یہ کائنات کا وہ منظر تھا جس نے ثابت کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اصل مقتدیٰ اور تمام

رسولوں کے امام ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام رسولوں کے سردار اس لیے بھی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ مکمل ہوا،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت تمام سابقہ شریعتوں کی ناسخ اور مکمل ترین شکل ہے۔میدانِ حشر میں تمام اولوالعزم رسول نفسی نفسی فرمار ہے ہونگے تو اس وقت سید المرسلین ہی ہوں گے جو امتی امتی فرما کر شفاعت کا آغاز کریں گے۔

''اسمِ گرامی 'المرسلین' اس عظمت کا عنوان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تمام آسمانی ہدایت کا نچوڑ ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اب نجات صرف اسی راستے میں ہے جو 'سید المرسلین' نے دکھایا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'آفتابِ رسالت' ہیں جس کے طلوع ہونے کے بعد پچھلے تمام چراغوں کی روشنی اسی ایک نور میں ضم ہوگئی ہے اور اب قیامت تک ہدایت کا سفر اسی ضیاباری میں طے ہوگا۔''

سَیِّدُنَا اِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

پرہیزگاروں کے پیشوا

''امام'' یعنی وہ ہستی جو سب سے آگے ہو، جس کی پیروی کی جائے اور جس کے نقشِ قدم پر چل کر منزل حاصل ہو۔

اور ''متقین''، ''متقی'' کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں وہ لوگ جو اللہ کی ناراضگی سے بچتے ہیں اور تقویٰ (پرہیزگاری) اختیار کرتے ہیں۔

اس اسمِ گرامی کا مجموعی مفہوم پرہیزگاروں کے قائد اور رہبر ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: ''أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَإِمَامُ الْمُتَّقِينَ'' (میں اولادِ آدم کا سردار اور متقین کا امام ہوں)۔

تقویٰ کا اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ انسان کا ہر سانس اللہ کی مرضی کے مطابق ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تقویٰ کے اس مقام پر فائز ہیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ بندگی کا نمونہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صرف تقویٰ کی تعلیم نہیں دی، بلکہ عملی طور پر وہ زندگی گزار کر دکھائی کہ قیامت تک آنے والے ہر متقی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت ہی واحد راستہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو چاہے وہ راتوں کو رو رو کر عبادت کرنا ہو، دشمنوں کو معاف کرنا ہو، یا بھوک میں پیٹ پر پتھر باندھنا ہو تقویٰ کی انتہا ہے۔ صحابہ کرامؓ، جو خود تقویٰ کے مینار تھے، فرماتے تھے کہ جب کبھی ہمیں کسی معاملے میں تقویٰ کی حقیقت جاننی ہوتی تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عمل کی طرف دیکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تقویٰ کے وہ امام ہیں جنھوں نے عمل سے بتایا کہ بازار میں، مسجد میں، جنگ کے میدان میں، گھر کی تنہائی میں الغرض زندگی کے ہر شعبے میں تقویٰ کو کیسے برقرار رکھنا ہے۔

''اسمِ گرامی 'امام المتقین' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ عظمت کا راستہ صرف تقویٰ سے ہو کر گزرتا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم اللہ کا قرب چاہتے ہیں تو ہمیں اس 'امام' کی اقتدا کرنی ہوگی جس نے بندگی کا حق ادا کر دیا۔ آپ ﷺ وہ 'ہادیِ برحق' ہیں جن کی پیروی انسان کو نفس کی غلامی سے نکال کر تقویٰ کے اس مقام پر فائز کر دیتی ہے جہاں اللہ کی رضا اسے نصیب ہوتی ہے۔''

سَیِّدُنَا قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

چمکتی ہوئی پیشانیوں اور روشن ہاتھ پاؤں والوں کے سالار

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک ''قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ'' (نورانی چہروں اور چمکدار ہاتھ پاؤں والوں کے سالار) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس خصوصی شان کو ظاہر کرتا ہے جو قیامت کے دن صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لیے مخصوص ہوگی۔ یہ اسمِ مبارک جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیادت کا بیان ہے، وہاں امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک عظیم خوشخبری بھی ہے۔

حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت قیامت کے دن اس حال میں آئے گی کہ وضو کے اثر سے ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمک رہے ہوں گے'' (صحیح بخاری و مسلم)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی چمک کی بنیاد پر اپنی امت کو لاکھوں کے مجمع میں پہچان لیں گے۔

اگرچہ یہ لقب احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، لیکن اس کی اصل قرآن کی اس آیت میں پنہاں ہے جہاں مومنین کے نور کا تذکرہ ہے:

... يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ ... (سورہ التحریم: ۸)

جس دن اللہ (اپنے) نبی کو اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا

گویا وہ لشکر جس کے اوپر اور چاروں اطراف اللہ کے نور کی برسات ہو رہی ہوگی یقینا یہ کوئی عام لوگ تو ہوں گے نہیں بلکہ تقویٰ کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوں گے۔ ان لوگوں کی خوش

نصیبی کا عالم کیا ہوگا کہ جن پر ایک کرم تو خدا کے نور کی صورت میں برس رہا ہوگا اور دوسرے ان کے رہنما و سالار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہوں گے۔

''اسمِ گرامی 'قائد الغر المحجلین' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ غلامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان مٹی میں مل کر بھی ختم نہیں ہوتی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ سنتِ نبوی (وضو و نماز) کی پیروی ہی وہ زیور ہے جو آخرت کی تاریکی میں ہمیں اپنے 'قائد' سے ملوائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'نورانی سالار' ہیں جن کا جھنڈا تھامنے والے وہ خوش نصیب ہوں گے جن کے چہرے رب کے حضور سجدوں کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے۔''

سَیِّدُنَا خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ (ﷺ)

انتہائی رحم فرمانے والی ذات (اللہ) کے دوست

خلیل، یہ لفظ ''خُلّت'' سے نکلا ہے، جس کے معنی ایسی دوستی کے ہیں جو روح کے ریشے ریشے میں سما جائے اور دل کے گوشے گوشے کو بھر دے۔ خلیل وہ دوست ہوتا ہے جس کے لیے دل میں کسی دوسرے کی جگہ باقی نہ رہے۔

الرحمن اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام جو بے انتہا رحم کرنے والا ہے۔

یعنی خلیل الرحمٰن، رحمن کا وہ خاص دوست جس کی محبت اللہ کے پورے وجودِ بندگی پر محیط ہو۔

اگرچہ ''خلیل'' کا لقب عام طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے مشہور ہے، لیکن احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کو بھی یہ مقام حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے جیسے ابراہیم (علیہ السلام) کو خلیل بنایا تھا''۔

علماء فرماتے ہیں کہ ''خلیل'' وہ ہے جو اللہ کے لیے سب کچھ چھوڑ دے، اور ''حبیب'' وہ ہے جس کے لیے اللہ (اپنی مشیئت کے مطابق) کائنات کو سنوار دے۔ آپ ﷺ میں خُلّتِ ابراہیمی اور محبتِ محمدی دونوں جمع ہیں۔

امام قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنا کر ''آگ'' (نمرود کی آگ) سے بچایا، اور محمد ﷺ کو خلیل وحبیب بنا کر ان کی امت کو ''آگ'' (جہنم) سے بچا لیا۔

آپ ﷺ کی پوری زندگی ''خلیل الرحمن'' ہونے کی گواہی ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ کی خاطر ہجرت کی، تکلیفیں اٹھائیں اور مال وجان کی پرواہ نہ کی۔ جواباً اللہ تعالیٰ نے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ قرب عطا کیا کہ معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے بلا کر اپنا دیدار کروایا اور براہِ راست کلام فرمایا اور قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو بلند فرمایا۔

''اسمِ گرامی 'خلیل الرحمان' اس والہانہ عشق اور بندگی کا عنوان ہے جو رب اور بندے کے درمیان انتہا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ ایمان کا اصل جوہر اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس دوست' ہیں جن کی وساطت سے ہمیں رحمن کی پہچان ملی اور جن کے نقشِ قدم پر چل کر ایک گناہ گار بندہ بھی اللہ کا محبوب بن سکتا ہے۔''

سَیِّدُنَا بَرٌّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نہایت نیکوکار اور مہربان

لفظ ''برّ'' کا مادہ ''بِرّ'' ہے، جس کے معنی ہیں ''انتہائی نیکی''، ''سچائی'' اور ''وسیع احسان''۔

عربی میں ''بَرّ'' اس شخص کو کہتے ہیں جو بہت زیادہ نیکی کرنے والا، والدین کا فرمانبردار اور مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنے والا ہو۔ 'بِرّ' اس وسعت کو کہتے ہیں جس نیکی اور احسان کی کوئی حد نہ ہو۔

یہ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام بھی ہے (البَرُّ)، اور جب یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس سے مراد وہ ہستی ہے جو اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ ''نیک و پارسا'' اور ''سراپا احسان'' ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''بَرّ'' ہونا کثیر الجہتی ہے:

بَرٌّ بِالْعِبَاد (بندوں پر شفیق): آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لیے اتنے مہربان ہیں کہ ان کی تکلیف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شاق گزرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پوری زندگی انسانیت کی بھلائی اور انھیں دوزخ سے بچانے کی فکر میں گزاری۔

بَرٌّ بِالْوَالِدَیْن (والدین کے فرمانبردار): اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین بچپن میں ہی وصال فرما گئے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رضاعی ماں (حضرت حلیمہ سعدیہؓ) اور دیگر بزرگوں کے ساتھ جو سلوک فرمایا، وہ ''بِرّ'' (نیکی) کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

سچائی اور وفاداری: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عہد کے پکے اور معاملے کے کھرے تھے، یہی نیکی (برّ) کا خاصہ ہے۔

قرآنی وروحانی نکتہ:

قرآن فرماتا ہے: ’’لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ‘‘ (تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ چیز خرچ نہ کرو جو تمھیں محبوب ہے)۔ حضور ﷺ نے اللہ کی راہ میں اپنی جان، مال اور وقت سب کچھ قربان کر دیا، اس لیے آپ ﷺ ہی ’’برِّ مطلق‘‘ ہیں۔

’’اسمِ گرامی ’برّ‘ اس بے پایاں خیر کا عنوان ہے جو حضور ﷺ کی ذات سے کائنات کو نصیب ہوئی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ ایمان کا لبِ لباب ’خیر خواہی‘ اور ’احسان‘ ہے۔ آپ ﷺ وہ ’سچے اور نیکوکار رہبر‘ ہیں جن کی پیروی انسان کے اخلاق کو اتنا بلند کر دیتی ہے کہ وہ زمین پر اللہ کی رحمت کا نمائندہ بن جاتا ہے۔‘‘

سَیِّدُنَا مَبَرٌّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نیکیوں کا سرچشمہ

لفظ ''مَبَرّ'' کا مادہ بھی ''بِرّ'' (نیکی) ہی ہے۔لغوی طور پر اس کے دو معنی اہم ہیں:

نیکی کا منبع: وہ ہستی یا مقام جہاں سے نیکیاں پھوٹتی ہوں۔

وہ مقام یا وہ ہستی جہاں تمام نیکیوں اور بھلائیوں کا اجتماع ہو۔''مَبَرٌّ'' اس ذات کو کہتے ہیں جس کا ہر قول، ہر فعل اور ہر خاموشی سراپا نیکی اور خیر بن جائے۔

انتہائی پارسا: وہ ذات جو ہر قسم کے عیب سے پاک اور نیکیوں میں سب سے فائق ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جن کی اتباع خود ''نیکی'' بن جاتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ وہ مرکز ہے جہاں سے کائنات کو نیکی، سچائی اور احسان کی تعلیمات ملیں۔گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف نیک (بَرّ) نہیں بلکہ نیکی کا مجسمہ (مَبَرّ) ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''مَبَرٌّ'' اس لیے ہیں کہ دنیا میں جتنی بھی نیکیاں (نماز، روزہ، سچائی، عدل، خدمتِ خلق) پائی جاتی ہیں، ان کا رستہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ہو کر گزرتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیکیوں کی وہ ''جائے وقوع'' ہیں جہاں سے ہدایت کے چشمے ابلتے ہیں۔

اللہ کی رضا پانے کے جتنے بھی نیک اعمال ہیں، ان کی قبولیت کا مرکز ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے بغیر کوئی بھی عمل ''بِرّ'' (نیکی) کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''مَبَرّ'' اس ہستی کو کہتے ہیں جس کا دیدار اور جس کا ذکر ہی انسان کے اندر نیکی کا جذبہ پیدا کر دے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا اثر یہ تھا کہ بڑے بڑے گناہگار اور ظالم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہِ انور کو دیکھ کر ''ابرار'' (نیکوکاروں) کی صف میں شامل ہو گئے۔

آپ ﷺ نیکی کا وہ سرچشمہ ہیں جن کی تعلیمات پر عمل کے بغیر نیکی کا وجود ہی ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کا ذکر نیکی بنا دیا گیا ہے۔ جس کی تکرار اللہ تعالیٰ خود اسکے فرشتے بھی کرتے ہیں اور ایمان والوں کو بھی اس کی تلقین فرمائی گئی۔

''اسمِ گرامی 'مبرّ' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ حضور ﷺ کائنات کے وہ مرکزِ خیر ہیں جہاں سے نیکی کی تقسیم ہوتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم اپنی زندگی کو 'بِرّ' (نیکی) سے بھرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس 'مبرّ' (نیکی کے مقام) یعنی ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سے جڑنا ہوگا۔ آپ ﷺ وہ 'سراپا احسان' رہبر ہیں جن کی بارگاہِ اقدس سے آج بھی انسانیت کو جینے کا سلیقہ اور اللہ کی رضا کی خیرات مل رہی ہے۔''

سَیِّدُنَا وَجِیہٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نہایت باوقار اور وجاہت والی شخصیت

لفظ ''وجیہ'' کا مادہ ''وجہ'' (چہرہ) ہے۔لغوی طور پر اس کے معنی ہیں:

باعزت اور باوقار، وہ شخص جو صاحبِ جاہ وجلال ہو۔

خوبصورت، جس کا چہرہ انور پر کشش اور روشن ہو۔

ذی مرتبہ، وہ جس کی بات مانی جائے اور جس کا معاشرے میں ایک مقام ہو۔لغتِ عرب میں ''وجاہت'' اس مرتبے کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان لوگوں کی نظروں میں محترم اور پسندیدہ بن جائے۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی وہ ''سب سے زیادہ وجیہ'' ہستی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن اور باطنی ہیبت و وقار کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز فرمایا۔ ''وَجِیہٌ'' وہ رسول ہے جسے دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو جائیں اور دل میں رعب ومحبت پیدا ہو جائے۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''مقبولیتِ عامہ'' والی حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی بارگاہ میں بھی وجیہ (عزت والے) ہیں اور مخلوق کی نظر میں بھی سب سے بلند مرتبہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ کے ہاں سب سے زیادہ معزز اور صاحبِ مرتبہ ہیں۔قرآنِ کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ''وجاہت'' تمام انبیاء سے بڑھ کر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے محبوبِ اعظم ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''وجیہ'' ہونا دو پہلوؤں پر مشتمل ہے

ظاہری وجاہت: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن و جمال ایسا تھا کہ دیکھنے والے کی نظر ٹھہر نہ پاتی۔حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چودھویں کے چاند کو دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے چہرۂ انور کو دیکھا، تو مجھے آپ ﷺ کا چہرہ چاند سے کہیں زیادہ روشن نظر آیا۔

باطنی و معنوی وجاہت: آپ ﷺ کی بارگاہِ الٰہی میں اتنی وجاہت ہے کہ آپ ﷺ جس کے لیے ہاتھ اٹھا دیں، اللہ اسے رد نہیں فرماتا۔ آپ ﷺ کی وجاہت ہی قیامت کے دن شفاعت کی بنیاد بنے گی۔

کفارِ مکہ آپ ﷺ کے دشمن ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی وجاہت اور رعب سے اس قدر متاثر تھے کہ آپ ﷺ کے سامنے اونچی آواز میں بات کرنے کی ہمت نہ رکھتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی ''وجاہتِ نبوت'' ہی تھی جس نے عرب کے سرکشوں کو آپ ﷺ کے قدموں میں جھکا دیا۔

''اسمِ گرامی 'وجیہ' اس ہمہ گیر شخصیت کا عنوان ہے جہاں حسن اور ہیبت ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حقیقی عزت اللہ کی اطاعت میں ہے، کیونکہ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو بندگی کے صلے میں وہ وجاہت عطا فرمائی جس کے سامنے دنیا کے تمام تخت و تاج ہیچ ہیں۔ آپ ﷺ وہ 'روشن چہرے' والے رہبر ہیں جن کی بارگاہ میں جھکنے والا دنیا و آخرت میں وجیہ اور معزز بن جاتا ہے۔''

سَیِّدُنَا نَصِیحٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

خالص خیر خواہی کرنے والے

لفظ ''نصیح'' کا مادہ ''نصح'' ہے، جس کے لغوی معنی ہیں ''خلوص'' اور ''صفائی''۔

عربی میں ''نصیح'' اس مخلص خیر خواہ کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کے لیے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لیے کرتا ہے اور اسے ہر قسم کے نقصان سے بچانے کی فکر کرے۔ عربی زبان میں یہ لفظ اس شہد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو بالکل خالص ہو اور اس درزی کے لیے بھی جو پھٹے ہوئے کپڑے کو سی کر جوڑ دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جنھوں نے اللہ کے دین کو خالص کر کے بندوں تک پہنچایا اور ہر موڑ پر امت کی وہ رہنمائی فرمائی جو ان کی دنیا اور آخرت کی کامیابی کی ضامن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت میں ڈانٹ ڈپٹ نہیں بلکہ درد اور تڑپ شامل ہوتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''نصیح'' ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جبلت میں شامل تھا۔ قرآنِ کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تڑپ کا ذکر یوں فرمایا گیا: ''لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ'' (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شاید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جان کھو دیں گے اس غم میں کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے) (الشعرا: ۳)۔

ایک مخلص نصیح (خیر خواہ) کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو کفر و شرک کی دلدل سے نکالا اور انھیں جنت کا راستہ دکھایا، چاہے اس کے بدلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتھر مارے گئے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھائے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: ''میری اور تمھاری مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ جلائی اور پروانے اس میں گرنے لگے، اور وہ انھیں آگ سے بچانے کے لیے پکڑ پکڑ کر

پیچھے کر رہا ہے، میں بھی تمھیں تمھاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر آگ سے بچا رہا ہوں''۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ''نصیح'' ہونے کی کامل تصویر ہے۔

''اسمِ گرامی 'نصیح' اس لازوال ہمدردی کا عنوان ہے جو خالق کو مخلوق سے جوڑتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ ایمان کا اصل جوہر دوسروں کے لیے دل میں بھلائی رکھنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'سچے ہمدرد' ہیں جن کی نصیحتیں محض الفاظ نہیں بلکہ روح کی شفا ہیں، اور جن کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہی انسانیت کی اصل فلاح ہے۔''

سَیِّدُنَا نَاصِحٌ (ﷺ)

نصیحت کرنے والے اور سیدھی راہ دکھانے والے

لفظ ''ناصح'' اسمِ فاعل ہے، جس کے معنی ہیں ''نصیحت کرنے والا'' یا ''خیر خواہی کرنے والا''۔ یعنی وہ ہستی نصیحت کرے، کھوٹ سے پاک مشورہ دے اور جس کا مقصد صرف اور صرف دوسرے کی بھلائی ہو۔

اگرچہ نصیح اور ناصح کا مادہ ایک ہی لفظ نصح (خیر خواہی) ہے لیکن علماء نے ان کے معانی میں ایک لطیف فرق بتایا ہے کہ ناصح سے مراد وہ ہستی ہے جو نصیحت کر رہی ہو یہ لفظ کسی خاص وقت یا کسی خاص معاملے میں خیر خواہی کرنے کے لیے بھی بولا جا سکتا ہے جبکہ نصیح سے مراد ہو ہستی ہے جس کی فطرت اور جبلت میں خیر خواہی رچی بسی ہو اور وہ ہمیشہ اور ہر حال میں جاری و ساری ہو۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بنیادی صفت ہی ''نصح'' (نصیحت) رہی ہے۔ قرآن میں کئی انبیاء کے حوالے سے ذکر ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ'' (اور میں تمہارا امانت دار خیر خواہ ہوں) (العراف:۶۸)۔

حضور ﷺ نے اس صفت کو کمال تک پہنچایا۔ آپ ﷺ کی نصیحت میں شفقت تھی، آپ ﷺ مخاطب کے حال کو دیکھ کر بات فرماتے تھے۔

آپ ﷺ کی نصیحت میں حکمت تھی آپ ﷺ کی بات دل میں اتر جانے والی ہوتی تھی۔

آپ ﷺ کی نصیحت میں جامعیت تھی آپ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے (عبادات، معاملات، اخلاقیات) کے بارے میں بہترین مشورے عطا فرمائے۔

آپ ﷺ نے دین کا خلاصہ ہی خیر خواہی کو قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اَلدِّينُ النَّصِيحَةُ'' (دین تو نام ہی خیر خواہی کا ہے)۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پوری زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی کسی کو ایسا مشورہ نہیں دیا جس میں اس کا نقصان ہو، بلکہ ہمیشہ وہ راستہ دکھایا جو دنیا میں سکون اور آخرت میں فلاح کا باعث ہو۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ناصح (طبیبِ روحانی) ہیں جو مریض کو کڑوی دوا شہد میں ملا کر دیتا ہے تا کہ اسے شفا ملے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ناصح ہیں جنھوں نے جہالت کے معاشرے کو اپنی نرم خوئی اور حکیمانہ نصیحتوں سے گلزار بنا دیا۔

''اسمِ گرامی 'ناصح' اس بے لوث محبت کا عنوان ہے جو ایک ہادی کو اپنی امت سے ہوتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی اصل دانائی ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر ہمارا کوئی دوسرا خیر خواہ نہیں ہوسکتا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مقدس ہمدرد' ہیں جن کی ہر بات میں ہماری دنیا کی فلاح اور آخرت کی نجات کا راز پوشیدہ ہے۔''

سَیِّدُنَا وَکِیلٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

امت کے معاملات میں اللہ کے ہاں وکیل

لفظ ''وکیل'' کا مادہ ''وکل'' ہے، جس کے معنی ہیں ''کام سپرد کرنا'' یا ''کارسازی کرنا''۔

وکیل وہ ہستی ہے جس پر مکمل بھروسہ کیا جائے اور جو اپنے موٴکل کے معاملات کو اس سے بہتر طریقے سے سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ جو کسی کے کام اپنے ذمے لے لے، اس کی طرف سے دفاع کرے اور اس کے معاملات کو سنوار دے۔

اگرچہ ''وکیلِ مطلق'' اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں (حسبنا اللہ ونعم الوکیل) فرمایا گیا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے امت کا ایسا ''وکیل'' بنا کر بھیجا ہے جو دنیا میں ان کی ہدایت کا ضامن اور آخرت میں ان کی شفاعت کا کفیل ہے۔ قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت پر ''حریص'' (بھلائی کی تڑپ رکھنے والا) کہا گیا، جو وکیل کی بہترین صفت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''وکیل'' ہونا امت کے لیے ایک بہت بڑا سہارا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام امت کے امورِ دین کے وکیل ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچانے اور ہمیں صراطِ مستقیم پر چلانے کی مکمل ذمہ داری (وکالت) نبھائی۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی قیامت کے وکیل ہوں گے جب میدانِ محشر میں کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی وکالت فرمائیں گے اور اللہ کے حضور ان کا مقدمہ پیش کر کے انھیں بخشوائیں گے۔

جس طرح ایک موکل اپنے وکیل پر بھروسہ کر کے مطمئن ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک امتی جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو اپنا لیتا ہے اور اپنا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیتا ہے، تو

وہ دنیا و آخرت کے خوف سے آزاد ہو جاتا ہے۔

لیکن یہاں ایک نقطہ قرآن نے واضح فرما دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ان کے وکیل ہیں جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر ایمان لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی۔

قرآن پاک مین ارشاد ہے کہ:

أَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ ۖ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا

کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے زمہ دار ہو سکتے ہیں؟۔ (الفرقان: ۴۳)

اور فرمایا

إِنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب لوگوں کے لیے نازل فرمائی ہے پس جو شخص راہ ہدایت پر آجائے اس کے اپنے لیئے نفع ہے اور جو گمراہ ہو جائے اس کی گمراہی کا وبال اس پر ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر ذمہ دار نہیں۔

''اسمِ گرامی 'وکیل' اس لازوال تحفظ کا عنوان ہے جو ایک امتی کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم تنہا نہیں ہیں، بلکہ کائنات کی سب سے معتبر ہستی ہماری پشت پناہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'رحیم سرپرست' ہیں جن کی وکالتِ عظمیٰ کے صدقے میدانِ محشر میں گناہ گاروں کی لاج رکھی جائے گی اور جن کا نام ہی بے سہاروں کے لیے سب سے بڑا سہارا ہے۔''

سَیِّدُنَا مُتَوَکِّلٌ (ﷺ)

ہر حال میں صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے والے

لفظ ''متوکل'' کا مادہ ''توکل'' ہے، جس کے معنی ہیں ''بھروسہ کرنا'' یا ''اپنا معاملہ کسی دوسرے کے سپرد کرنا''۔

متوکل وہ ہستی ہے جو اسباب کے استعمال کے باوجود نتیجہ صرف اللہ کی ذات پر چھوڑ دے اور ہر حال میں اسی کو حقیقی کارساز مانے۔ حضور ﷺ اللہ کے وہ بندے ہیں جنھوں نے توکل کا حق ادا کر دیا۔

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق، سابقہ آسمانی کتب (تورات) میں بھی آپ ﷺ کی یہ صفت بیان کی گئی تھی: ''أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي، سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ'' (اے محمد ﷺ! آپ ﷺ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ ﷺ کا نام 'متوکل' رکھا ہے)۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ

پھر جب آپ ﷺ کا ارادہ پختہ ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کریں بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (آل عمران: ۱۵۹)

عطا بن یسارؓ سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ملا۔ میں نے ان سے کہا کہ رسول ﷺ کا حال جو تورات میں مزکور ہے مجھ سے بیان کریں، تو انھوں نے کہا اچھا۔

اللہ کی قسم رسول ﷺ کی بعض صفات تورات میں وہی مزکور ہیں جو قرآن کریم میں ہیں۔

اے پیغمبر ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو گواہ بنا کر بھیجا اور خوشخبری سنانے والا، اور ڈرانے والا اور ان پڑھ لوگوں یعنی غریبوں کو بچانے والا، آپ ﷺ میرے بندے ہیں پیغام پہنچانے والے ہیں،، ہم نے آپ ﷺ کا نام متوکل رکھا ہے، آپ ﷺ اکھڑ ہیں نہ سخت دل، نہ بازاروں میں غل مچانے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ معاف کرنے والے اور بخشنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس پیغمبر ﷺ کو دنیا اے نہیں اٹھائیں گے جب تک ٹیڑھی شریعت کو اس سے سیدھا نہ کر لے یعنی لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہنے لگیں اس کے سبب سے اندھیں آنکھیں اور بہرے کان اور غلاف چڑھے دل کھول نہ دے۔

(صحیح البخاری؛ ۲۱۲۵) توکل کا مطلب ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنا نہیں بلکہ اپنی پوری کوشش کے بعد نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینے کا نام ہے۔ حضور ﷺ اس صفت کے کامل ترین مظہر ہیں۔

آپ ﷺ کا توکل بزدلی یا بے عملی کا نام نہیں تھا، بلکہ آپ ﷺ تدبیر پوری فرماتے (مثلاً ہجرت کے وقت غارِ ثور میں چھپنا) لیکن دل میں یقین صرف اللہ پر ہوتا۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں ہمیں توکل کے مثالیں جا بجا نظر آتی ہیں

مثلاً غارِ ثور کے مقام پر جب دشمن سر پر پہنچ گئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ پریشان ہوئے، تو آپ ﷺ نے نہایت اطمینان سے فرمایا: ''لاتحزن ان اللہ معنا'' (غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔ یہ ایک ''متوکل'' کا وہ اطمینانِ قلب تھا جس نے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔ غزوہ احد یا حنین میں جب قدم اکھڑنے لگے تو آپ ﷺ تن تنہا پہاڑ کی طرح ڈٹ گئے یہ آپ ﷺ کے اس توکل کا ثبوت تھا کہ فتح و نصرت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کئی کئی روز تک گھر میں چولہا نہ جلتا لیکن آپ ﷺ کی پیشانی پر کبھی شکن نہ آئی یہ آپ ﷺ کا توکل ہی تھا جو آپ ﷺ کو ہر حال میں غنی رکھتا۔ آپ ﷺ وہ ''متوکل'' تھے جو فرماتے

تھے کہ اگر تم اللہ پر ویسا توکل کرو جیسا حق ہے، تو تمھیں پرندوں کی طرح رزق دیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ متوکل ہیں جنھوں دنیا کو بتایا کہ اسباب کی غلامی سے نکل کر حبیب کی بندگی کیسے کی جاتی ہے۔

''اسمِ گرامی 'متوکل' اس قلبی سکون کا عنوان ہے جو صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے سے ملتا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب اسباب ناپید ہو جائیں تو ایمان کا چراغ 'توکل' سے روشن ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'عظیم بندے' ہیں جنھوں نے ثابت کیا کہ جس کا وکیل اللہ ہو، اسے دنیا کی کوئی طاقت مغلوب نہیں کر سکتی اور جس کا سہارا 'ربِ کائنات' ہو، وہ کبھی تنہا نہیں ہوتا۔''

سَیِّدُنَا کَفِیْلٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اُمت کی ذمہ داری لینے والے اور ضمانت دینے والے

لفظ ''کفیل'' کا مادہ ''کفل'' ہے، جس کے معنی ہیں ''ذمہ داری اٹھانا'' یا ''ضمانت دینا''۔

عربی میں ''کفیل'' اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کی ضرورتوں کی کفالت کرے یا کسی کے قرض یا جان کی ضمانت لے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جنھوں نے اللہ کے حضور اپنی امت کی ہدایت اور نجات کی ''کفالت'' فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے دکھوں کو بانٹنے والے اور ان کی کمزوریوں کا بوجھ اٹھانے والے کفیل ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''کفیل'' ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمتِ عالم کا خاصہ ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غریبوں کے کفیل تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اعلان فرمایا تھا کہ ''جو شخص قرض چھوڑ کر مرے اور اسے ادا کرنے کا سامان نہ ہو، تو اس کا قرض ادا کرنا میری ذمہ داری (کفالت) ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمت کے کفیل ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف امت کی مادی ضرورتوں کے نہیں بلکہ روحانی تربیت اور جہنم کی آگ سے بچانے کے بھی کفیل ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا دین انسانیت کی فلاح کا ضامن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے لیے وہ دعائیں فرمائیں اور وہ قربانیاں دیں کہ امت کو جہنم کی آگ سے بچانے کے کفیل بن گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیموں کے کفیل تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یتیم کی کفالت کرنے والے کو جنت میں اپنے ساتھ ہونے کی بشارت دی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود یتیموں کے سب سے بڑے سرپرست تھے۔

جس طرح ایک بچہ اپنے کفیل (والدین) کے ہوتے ہوئے بے فکر رہتا ہے، اسی طرح جس مسلمان کا ''کفیل'' محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بن جائے، وہ دنیاوی تنگیوں اور آخرت کے حساب وکتاب سے بے فکر ہو جاتا ہے کیونکہ اسے کائنات کے سب سے سچے ضامن کا سہارا حاصل ہوتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'کفیل' اس بے پایاں شفقت کا عنوان ہے جو ایک شفیق باپ کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہی اصل تحفظ ہے، کیونکہ جس کے وکیل اور کفیل خود محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بن جائیں، اسے نہ دنیا میں کوئی ڈر ہے اور نہ آخرت میں کوئی خوف۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'رحیم سرپرست' ہیں جنھوں نے امت کے ہر دکھ کو اپنا دکھ سمجھا اور ان کی فلاح کی ذمہ داری اپنے ذمہِ کرم پر لی۔''

سَیِّدُنَا شَفِیقٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سب سے زیادہ شفقت کرنے والے

لفظ ''شفیق'' کا مادہ ''شَفق'' ہے، جس کے معنی ہیں ''ایسی محبت جس میں ڈر شامل ہو''۔ شفق اس خوف یا تڑپ کو بھی کہتے ہیں جو کسی عزیز یا پیارے کو تکلیف میں دیکھ کر دل میں پیدا ہو۔

شفیق وہ ہستی ہے جو کسی سے اتنی محبت کرے کہ اسے ذرا سی تکلیف پہنچنے کے خیال سے بھی لرز جائے اور اسے ہر نقصان سے بچانے کی فکر میں رہے۔

قرآنِ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا: سورہ التوبہ (آیت 128)

یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ شفقت کا قرآنی خلاصہ ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲۸﴾

(بے شک تمھارے پاس تمھی میں سے وہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے جن پر تمہارا تکلیف میں پڑنا بہت گراں گزرتا ہے، جو تمھاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں اور مومنوں پر نہایت شفیق (رؤف) اور مہربان ہیں۔)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''شفیق'' ہونا کائنات کے ہر ذرے کے لیے تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت سے انتہائی شفقت فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راتوں کو اٹھ کر اپنی امت کے گناہگاروں کے لیے روتے تھے کہ کہیں وہ عذابِ الٰہی کی گرفت میں نہ آجائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کمزوروں اور ناتوانوں پر شفقت فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز پڑھاتے ہوئے کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر فرما دیتے تا کہ اس کی ماں کو پریشانی نہ ہو، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفقت کی انتہا تھی۔ حتا کہ اگر سجدہ کی حالت میں نواسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پشت پر آجاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سجدہ لمبا کر دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنے اور بیواوں کی مدد کرنے کو جنت کی ضمانت قرار دیا۔ طائف کے میدان میں لہولہان ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لیے بددعا نہ فرمائی بلکہ ان کی ہدایت کی درخواست کی یہ شفیقِ اعظم ہونے کی دلیل ہے۔

حیوانات پر شفقت: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیاسے کتے کو پانی پلانے پر بخشش کی خوشخبری دی اور چڑیوں کے انڈے اٹھانے پر صحابہؓ کو ٹوکا۔

شفقت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دل میں دوسروں کے لیے تڑپ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''شفیقِ اعظم'' ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر ہماری ان خطاؤں اور ان کے نتائج پر بھی ہے جن سے ہم خود بے خبر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفقت ہمیں جہنم کے گڑھوں سے بچانے والی ڈھال ہے۔

''اسمِ گرامی 'شفیق' اس لازوال ممتا اور پدری شفقت کا عنوان ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی امت سے ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم سے اتنی محبت کرتا ہے کہ ہماری ذرا سی تکلیف بھی ان کے قلبِ اطہر پر گراں گزرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'محسنِ اعظم' ہیں جن کی آغوشِ رحمت میں ہر گناہ گار اور پریشان حال کے لیے پناہ اور سکون موجود ہے۔''

سَیِّدُنَا مُقِیمُ السُّنَّۃِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سنت (الٰہی طریقے) کو قائم اور رائج کرنے والے

مُقِیم: قائم کرنے والا، رواج دینے والا، یا کسی چیز کو اس کی اصل حالت میں مضبوطی سے کھڑا کرنے والا۔

السُّنَّۃ: وہ راستہ یا طریقہ یا ڈھنگ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود عمل فرمایا اور امت کو اس کی ترغیب دی۔

یعنی وہ ہستی جنھوں نے دینِ حق کے عملی طریقے کو کائنات میں نافذ کیا اور اسے مٹنے سے بچانے کے لیے بنیادیں فراہم کیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث ہی اسی لیے فرمایا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراطِ مستقیم پر قائم کر دیں، قرآنِ پاک میں ارشاد ہے کہ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب:۲۱) بے شک تمھارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''مقیم السنۃ'' ہونا دین کی بقا کا ضامن ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ قرآن کی عملی تفسیر ہے اللہ نے قرآن نازل فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جینے کا طریقہ (سنت) سکھایا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنت کو قائم نہ فرماتے، تو ہمیں نماز کی رکعتیں، حج کے مناسک اور زندگی کے آداب معلوم نہ ہوتے۔

باطل کا خاتمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاہلیت کی رسموں کو مٹایا اور ان کی جگہ ''سنتِ الٰہی'' کو قائم فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف وعظ نہیں کیا، بلکہ ایک پاکیزہ معاشرہ تعمیر کر کے دکھایا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''مقیم السنۃ'' وہ ہے جو مردہ دلوں میں اپنی سنت کی محبت پیدا کر کے انھیں دوبارہ زندہ کر دے۔ حدیثِ مبارکہ ہے: ''جس نے میری سنت سے محبت کی اس

نے مجھ سے محبت کی، اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا‘‘۔

سورہ الحشر (آیت 7)

یہ آیت ’’مقیم السنۃ‘‘ کے منصب کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

...وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا...

’’...اور جو کچھ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمھیں عطا فرمائیں اسے لے لو، اور جس سے تمھیں منع فرمائیں اس سے رک جاؤ...‘‘

اور یقینا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حکم ربیّ کے مطابق ہوتی ہے، اس لیے مقیم السنۃ کا مقصد دین الٰہی کو خاتم کرنا یعنی اللہ کی سنت کو قائم کرنا ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہی کی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقیم السنۃ ہوئے۔

’’اسمِ گرامی ’مقیم السنۃ‘ اس ضابطۂ حیات کا عنوان ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں عطا فرمایا۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام محض دعووں کا نام نہیں بلکہ ’اتباعِ سنت‘ کا نام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ’عظیم معمار‘ ہیں جنھوں نے بندگی کی ایسی شاہراہ تعمیر کر دی جس پر چلنے والا کبھی بھٹک نہیں سکتا اور جس کا ہر نقشِ قدم کامیابی کی منزل کی طرف لے جاتا ہے۔‘‘

سَیِّدُنَا مُقَدَّسٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

پاک اور برتر ٹھہرائے گئے

لفظ ''مقدس'' کا مادہ ''قدس'' ہے، جس کے معنی ہیں ''پاکیزگی'' اور ''برکت''۔

مقدس، وہ ہستی جو پاک کی گئی ہو، جو سراپا طہارت ہو اور جس کی نسبت سے دوسری چیزیں بھی پاک ہو جائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے پیدائش سے لے کر وصال تک ہر اس شے سے پاک رکھا جو مقامِ نبوت کے شایانِ شان نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمِ اطہر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیالات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح سب ''مقدس'' ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''مقدس'' ہونا کائنات کے لیے برکت کا باعث ہے:

طہارتِ باطن: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلبِ مبارک اللہ کے نور کا مرکز ہے، جہاں ماسوائے اللہ کی کوئی جگہ نہیں۔

طہارتِ ظاہر: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک خوشبو دیتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر کبھی مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''مقدس'' ہونے کی نشانیاں ہیں۔

تطہیرِ کائنات: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مقدس ہستی ہیں جنھوں نے آ کر زمین کو شرک کی گندگی سے پاک کیا اور انسانوں کے نفوس کا تزکیہ فرما کر انھیں مقدس بنا دیا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''مقدس'' وہ ہے جس کی طرف منسوب ہو کر میلا بھی اجلا ہو جائے۔

ہم جیسے گناہگار امتی جب اس مقدس آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اختیار کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، تو اللہ اس کی برکت سے ہمارے گناہوں کی نجاست دور فرما دیتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'مقدس' اس نورانی حقیقت کا عنوان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہر انسانی کمزوری سے بالاتر ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دل کا پاک ہونا ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'آئینۂ صفاتِ خداوندی' ہیں جنھیں دیکھ کر انسان کو پاکیزگی کی حقیقت سمجھ آتی ہے اور جن کے ذکر کی برکت سے گناہ گاروں کے دل بھی مصفیٰ و مصلٰی ہو جاتے ہیں۔''

سَیِّدُنَا رُوْحُ الْقُدُسِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

پاکیزہ روح کے حامل

روح وہ لطیف شے جس سے زندگی وابستہ ہے۔اور القدس پاکیزگی، اللہ کی ذات، یا وہ مقام جو ہر نقص سے پاک ہو۔

اس طرح ''رُوْحُ الْقُدُسِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)'' کا مجموعی مفہوم وہ ''پاکیزہ روح'' جو کائنات کی زندگی کا اصل سبب ہے اور جو اللہ کے نورِ خالص سے پیدا کی گئی ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا (حدیث: ''اول ما خلق اللہ نوری'')۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ روح ہیں جس سے پوری کائنات کو زندگی ملی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''روح القدس'' ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی جان ہیں صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس طرح جسم روح کے بغیر مردہ ہے، اسی طرح یہ کائنات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور (روح) کے بغیر بے جان ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ روح ہیں جس کی برکت سے کائنات کا نظام چل رہا ہے۔قرآن کریم میں روح القدس کا لقب بنیادی طور پر حضرت جبرائیلؑ کے لیے استعمال ہوا ہے لیکن علماء کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس لقب کے مصداق ہیں کیونکہ حضرت جبرائیلؑ وحی لانے والے ہیں لیکن وہ وحی جس قلبِ اطہر پر نازل ہوئی وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مبارک اس قدر پاکیزہ اور مقرب تھی کہ اللہ کے کلام (وحی) کو براہِ راست قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

رکھا، جس طرح اللہ نے عیسیٰؑ کی تائید روح القدس سے فرمائی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو خود تمام روحوں کے سردار ہیں۔

''اسمِ گرامی 'روح القدس' اس نورانی جوہر کا عنوان ہے جو کائنات کے وجود کی بنیاد ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات محض ایک تاریخی شخصیت نہیں بلکہ ایک ابدی روحانی حقیقت ہے جو ہر دور میں مردہ دلوں کو زندگی بخشتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مقدس روح' ہیں جن کی خوشبو سے گلشنِ ہستی مہک رہا ہے اور جن کی نسبت سے ہی انسان کو حقیقی روحانی ارتقاء نصیب ہوتا ہے۔''

سَیِّدُنَا رُوْحُ الْحَقِّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حق کی روح اور جان

روح، زندگی کی اصل، لطافت، اور وہ قوت ہے جو کسی شے کو متحرک رکھے۔

الحق، اللہ تعالیٰ کا نام، اور وہ سچائی ہے جو کبھی زائل نہیں ہوتی۔

اس اسم مبارکہ کا مجموعی مفہوم یہ ہوا کہ وہ ہستی جو اللہ کے دین (حق) کی روح ہے، اور جس کی گواہی اور وجود ہی سچائی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔علماء تحقیق کے مطابق روح الحق وہ لقب ہے جسکا تذکرہ گزشتہ آسمانی کتابوں میں آنے والے آخری رسول کی بشارت کے طور پر کیا گیا ہے۔حضرت عیسیٰؑ نے خوشخبری دی تھی کہ میرے بعد ''روح الحق'' تشریف لائیں گے جو تمھیں تمام سچائیوں کی راہ دکھائیں گے اور گواہی دیں گے۔(انجیل یوحنا: باب ۱۴: آیت ۱۶،۱۷)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''روح الحق'' ہونا نبوت کے کمال کی علامت ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کو ''حق'' کی آمد قرار دیا:

''وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا'' (سورہ الاسراء:81)

''اور فرما دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔'' اس آیت کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''رُوحِ حق'' ہیں، یعنی وہ طاقت اور زندگی جس کے آنے سے کفر اور جھوٹ کے مردہ ڈھانچے گر گئے۔

جس طرح روح کے بغیر جسم مردہ ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے بغیر ''حق'' کی پہچان ناممکن ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کر بتایا کہ معبودِ حقیقی کون ہے اور زندگی کا

اصل مقصد کیا ہے۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق کی پہچان کرائی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باطل کی نفی کی اور حق کو قائم کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں فاتح بن کر داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر یہی کلمات تھے: ''جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ'' (حق آ گیا اور باطل مٹ گیا)۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات باطل کے لیے موت اور حق کے لیے زندگی بن کر آئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات، ہر فعل اور ہر خاموشی ''حق'' ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روحِ حق کہا جاتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی کسی خطا یا باطل کا صدور ممکن نہیں۔

اہلِ معرفت کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مبارک کو ''رُوحُ الْحَقِّ'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ کائنات کی تمام حقیقتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے ظاہر ہوئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ (جو کہ 'الحق' ہے) کی صفات کے کامل مظہر ہیں۔جس طرح جسم روح کے بغیر مردہ ہے، اسی طرح دین اور کائنات کی سچائی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے بغیر ادھوری ہے۔

''اسمِ گرامی 'روحِ حق' اس غیر متزلزل حقیقت کا عنوان ہے جو تمام انبیاء کا مقصود تھی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حق کی پہچان صرف اور صرف ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی میں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'سچی پکار' ہیں جس نے انسانیت کو وہم وگمان کی وادیوں سے نکال کر یقین کی منزل عطا فرمائی، اور جن کا اسوہ ہی وہ واحد راستہ ہے جو انسان کو سچائی کی معراج تک لے جاتا ہے۔''

سَیِّدُنَا رُوحُ الْقِسطِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

عدل وانصاف کی روح اور پیکرِ انصاف

روح، زندگی کی بنیاد، قوت اور لطافت۔

عربی زبان میں ''قسط'' کے دو اہم معنی ہیں عدل وانصاف، مساوات اور حقدار کو اس کا حق دینا، قرآن کریم میں قسط کا لفظ ترازو اور توازن کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔

حقوق کی ایسی تقسیم کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

وہ پیمانہ جس سے سچ اور جھوٹ، کھرے اور کھوٹے میں تمیز کی جائے۔

جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''رُوحُ الْقِسطِ'' کہتے ہیں، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''انصاف کی روح'' ہیں؛ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر عدل کا تصور ہی مردہ ہے۔

یعنی وہ ہستی جو عدل وانصاف کی جان ہے اور جس کے ذریعے دنیا میں ظلم کا اندھیرا ختم ہوا اور انصاف کا نور پھیلا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روح القسط ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف انصاف کا درس ہی نہیں دیا بلکہ ایسا معاشرہ قائم کیا جہاں ایک عام انسان بھی وقت کے حکمران سے اپنا حق مانگ سکتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''روح القسط'' ہونا معاشرتی نظام کی بقا کی دلیل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مساوات قائم کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کالے کو گورے پر اور عربی کو عجمی پر فضیلت کے بت توڑ کر تقویٰ اور عدل کو معیار بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدل اپنوں اور بیگانوں کے لیے برابر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح فرمایا کہ ''اگر (بالفرض) میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا''۔ یہ ''قسط'' (انصاف) کی وہ روح ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشرے میں پھونکی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود کو حرام قرار دے کر اور زکواۃ کا نظام رائج کر کے دولت کا توازن قائم کیا تا کہ غریب کا حق اسے باعزت طریقے سے مل سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدور کی مزدوری پسینہ سوکھنے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا اور عورتوں، یتیموں اور غلاموں کو وہ حقوق دیے جن کا تصور جاہلیت کے دور میں محال تھا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''روح القسط'' اس لیے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کائنات کے ظاہری و باطنی نظام میں توازن پیدا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قبل انسانیت افراط و تفریط کا شکار تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کر عدل کا وہ راستہ دکھایا جو سیدھا اللہ کی رضا کی طرف جاتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'روحِ قسط' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ امن صرف انصاف سے ہی ممکن ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم دنیا میں سکون چاہتے ہیں تو ہمیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے 'میزانِ عدل' کو اپنانا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'عادلِ برحق' ہیں جن کی عدالت میں شاہ و گدا برابر ہیں اور جن کا اسوۂ حسنہ ہی انسانیت کو ظلم کی زنجیروں سے نجات دلا کر حقیقی فلاح کی راہ دکھاتا ہے۔''

سَیِّدُنَا کَافٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کی مدد سے اپنی امت کے لیے کافی

لفظ ''کافی'' (جو گرامر کی رو سے ''کافٍ'' لکھا جاتا ہے) کا مادہ ''کفایت'' ہے، جس کے معنی ہیں ''پورا پڑ جانا''، ''حاجت روا ہونا'' یا ''کسی دوسری چیز کی ضرورت نہ چھوڑنا''۔ یعنی وہ ہستی جو کافی ہو جائے ضرورتوں کو پورا کرے مصیبتوں کو ٹال دے اور اپنے پیچھے آنے والوں کی حفاظت کرے۔

اگرچہ حقیقی ''کافی'' (حاجت روا) صرف اللہ کی ذات ہے، لیکن اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی عطاؤں کا ایسا مرکز بنایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے لیے ہدایت، شفاعت اور تحفظ کے لحاظ سے ''کافی'' قرار پائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''کافی'' ہونا مختلف جہتوں سے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت کے لیے کافی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت قیامت تک کے انسانوں کی رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ اب کسی نئے نبی یا نئی کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجات کے لیے کافی ہیں، مومن کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن تھام لینا آخرت کی ہولناکیوں سے بچنے کے لیے کافی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسکینِ قلب کے لیے کافی ہیں، پریشان حال امتی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اس کے غموں کے مداوے کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ فرمایا:

''أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ'' (سورہ الزمر: 36)

''کیا اللہ اپنے (اس مخلص) بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے کافی نہیں ہے؟''، مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہر دشمن کے مقابلے میں کافی پایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مخلوق کے لیے ہدایت کا ایسا سرچشمہ بنایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ہی اللہ کی محبت کے لیے کافی قرار دی گئی۔

''اسمِ گرامی 'کاف' اس بے نیازی کا عنوان ہے جو عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نصیب ہوتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب انسان کا رشتہ 'کافیِ کائنات' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جڑ جاتا ہے، تو اسے دنیا کے سہارے ہیچ نظر آنے لگتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'کامل واکمل' ہستی ہیں جن کی غلامی کا پٹہ گلے میں ہو تو بندہ دو جہان کی محتاجی سے آزاد ہو جاتا ہے اور اسے یقین مل جاتا ہے کہ میرا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے ہر حال میں کافی ہے۔''

سَیِّدُنَا مُکْتَفٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کی رضا پر قناعت کرنے والے

لفظ ''مکتف'' کا مادہ ''کفایت'' ہے، جس کے معنی ہیں ''قناعت کرنا'' یا ''کافی سمجھنا''۔

اس کے لغوی معنی ہیں ''کفایت کرنے والا''، ''قناعت کرنے والا'' اور ''وہ جو اپنے رب کی عطا پر ایسا بھروسہ کرے کہ اسے کسی اور کی حاجت نہ رہے۔'' یعنی وہ ہستی جو اللہ کے وعدے اور اس کی مدد کو اپنے لیے کافی سمجھے اور اسے کسی دوسرے سہارے یا اسباب کی حاجت نہ رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جنھوں نے دنیا کی آسائشوں، مال و دولت اور ظاہری طاقت کے بجائے صرف اللہ کی رضا اور اس کی نصرت پر اکتفا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توکل اس درجے پر تھا کہ بڑے سے بڑا طوفان بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اطمینانِ قلب میں لرزش نہ لا سکا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ فرمایا: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (سورۃ الزمر: ۳۶) کیا اللہ اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کافی نہیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذکر کی بلندی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے غلبے کی ذمہ داری خود اٹھالی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ کے سرداروں۔ مال و دولت یا دنیاوی تخت و تاج کی ضرورت نہ تھی، اللہ کی رضا ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کافی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''مکتف'' ہونا امت کے لیے زہد و قناعت کا سبق ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بادشاہت کے مقابلے میں ''بندہ رسول'' ہونے کو پسند فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر پر اکتفا کیا تاکہ غریب امتیوں کے لیے نمونہ بن سکیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل اللہ کی معرفت سے اتنا مال و مال تھا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں

کوئی وقعت نہ رکھتے تھے۔

ہجرت ہو یا میدانِ جنگ، جب بظاہر اسباب کم ہوتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصرتِ الٰہی اور اللہ کی غیبی مدد پر اکتفا فرماتے اور وہی مدد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کافی ہو جاتی۔ قرآن کی اس آیت کا عملی نمونہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے: ''حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ'' (سورۃ التوبہ:129) ''مجھے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ کیا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کے ہر معاملے میں صرف وحیِ الٰہی کی رہنمائی پر اکتفا فرمایا اور اپنی طرف سے کوئی ایسی بات نہ کہی جو حکمِ الٰہی کے خلاف ہو۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''مکتف'' وہ ہے جس کا دل اللہ کے ذکر سے اتنا بھر جائے کہ اسے دنیا کی کسی تعریف، عہدے یا مال کی طلب نہ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''مکتفِ اعظم'' ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک تجلیاتِ الٰہی کا مرکز تھا، جس کے بعد کائنات کی ہر شے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں ہیچ (کمتر) تھی۔

''اسمِ گرامی 'مکتف' اس قلبی غنا اور روحانی بالیدگی کا عنوان ہے جو صرف اور صرف بندگیِ الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب انسان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کو اپنے لیے کافی سمجھ لیتا ہے، تو وہ زمانے کی ٹھوکروں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'کامل ہستی' ہیں جن کی پیروی ہمیں ہر باطل نظریے سے بے نیاز کر کے حق کی منزل تک پہنچانے کے لیے کافی ہے۔''

سَیِّدُنَا بَالِغٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کمال اور عروج کی انتہا کو پہنچے ہوئے

لفظ ''بالغ'' کا مادہ ''بلوغ'' ہے، جس کے معنی ہیں ''پہنچنا''، ''انتہا کو چھو لینا'' یا ''مکمل ہو جانا''۔ لغتِ عرب میں ''بلاغت'' اس کلام کو کہتے ہیں جو سیدھا دل میں اتر جائے اور ''بلوغ'' اس حد کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز اپنی تکمیل کو پہنچ جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جو کمالاتِ علمی و عملی کی اس سرحد پر پہنچے جہاں جبرائیل کے پر بھی جلتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پوری دنیا تک پہنچی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت نے تمام پچھلی شریعتوں کے کمال کو خود میں سمیٹ کر اسے مکمل (بالغ) کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''بالغ'' ہونا کئی پہلوؤں سے نمایاں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام یعنی ''قاب قوسین'' (معراج) کائنات کا کوئی دوسرا بشر اس مقام تک نہیں پہنچ سکا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلسلہِ نبوت کی وہ آخری کڑی ہیں جس پر نبوت کی عمارت مکمل ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''مقامِ محمود'' تک پہنچنے والے واحد نبی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کا پیغام (دین) اس طرح پہنچایا کہ اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ نے گواہی دی: ''اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ'' (آج میں نے تمھارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا)۔

انسانی عقل جس بلند ترین مقام تک پہنچ سکتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے کہیں آگے کی خبر لانے والے اور ''عقلِ کل'' کے مرتبے پر فائز ہیں۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''بالغ'' وہ ہے جس کا فیض کائنات کے ہر کونے اور ہر ذرے تک پہنچ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور عالمِ امکاں کی آخری حدوں

تک پہنچا ہوا ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی حقیقی معنوں میں ''بالغ'' ہیں۔

''اسمِ گرامی 'بالغ' اس حقیقت کا عنوان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہر اعتبار سے 'کامل و اکمل' ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم اپنے کردار اور ایمان کو کمال تک پہنچانا چاہتے ہیں تو ہمیں اس 'ہادیِ بالغ' کی پیروی کرنی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'بلند مرتبہ' رہبر ہیں جن کی تعلیمات انسانی فطرت کی گہرائیوں تک پہنچ کر اسے کندن بنا دیتی ہیں اور جن کا لایا ہوا نور کائنات کے ہر اندھیرے گوشے تک پہنچنے کے لیے کافی ہے۔''

سَیِّدُنَا مُبَلِّغٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کا پیغام جوں کا توں انسانیت تک پہنچانے والے

لفظ ''مبلغ'' کا مادہ ''ب ل غ'' (تبلیغ) ہے، جس کے معنی ہیں ''پہنچانا''۔

مبلغ وہ ہستی ہے جو کسی پیغام یا امانت کو اس کے اصل حقدار تک جوں کا توں پہنچا دے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص طور پر اس لقب اور ذمہ داری سے مخاطب فرمایا:

''يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ'' (سورہ المائدہ:67)

''اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتارا گیا ہے، اسے (لوگوں تک) پہنچا دیجیے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے وہ مبلغِ اعظم ہیں جنھوں نے اللہ کی توحید اور احکامات کو انتہائی کٹھن حالات کے باوجود ذرے ذرے تک پہنچا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''مبلغ'' ہونا بے مثال صفات کا مجموعہ تھا:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کے ایک ایک لفظ کو بغیر کسی کمی بیشی کے امت تک پہنچایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندازِ تبلیغ اتنا موثر تھا کہ سخت دل بھی پگھل جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخاطب کی ذہنی سطح کے مطابق بات فرماتے تھے۔

تبلیغ کے راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر برسائے گئے، طائف کی وادی میں لہولہان کیا گیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے استقلال میں لرزش نہ آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغام پہنچاتے رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی آیات پڑھ کر سنائیں اور ان کی تشریح فرمائی،

اللہ کے احکامات پر خود عمل کر کے دکھایا (مثلاً فرمایا: ''نماز ویسے پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھتے ہو'')۔

اپنے بہترین اخلاق سے دشمنوں کے دل جیت کر انھیں اسلام کی طرف راغب کیا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جب ایک لاکھ سے زائد صحابہ کا مجمع تھا، آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟'' سب نے یک زبان ہو کر گواہی دی: ''ہاں! آپ ﷺ نے حق ادا کر دیا''۔ تب آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر فرمایا: ''اے اللہ! گواہ رہنا''۔

''اسمِ گرامی 'مبلغ' اس مقدس مشن کا عنوان ہے جس کے لیے انبیاء مبعوث کیے گئے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حق کا پیغام دوسروں تک پہنچانا صرف لفظوں کا کھیل نہیں بلکہ کردار کی قوت کا نام ہے۔ آپ ﷺ وہ 'بے مثال پیغام رساں' ہیں جن کی پکار نے صدیوں کی نیند میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو بیدار کر دیا اور جن کے نقشِ قدم پر چل کر آج بھی لاکھوں مبلغین اسلام کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔''

سَیِّدُنَا شَافٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

روحانی اور جسمانی بیماریوں سے شفا کا ذریعہ

لفظ ''شافی'' (جو گرامر کی رو سے ''شَافٍ'' لکھا جاتا ہے) کا مادہ ''شفا'' ہے، یعنی وہ ہستی جو ''بیماری سے صحت یاب کرے یا مصیبت کو دور کرے۔ دکھوں کا مداوا کرنے والے۔

اگرچہ حقیقی ''شافی'' اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لیکن جس طرح اللہ نے شہد اور قرآن کو شفا کہا، (واذا مرضت فھو یشفین) اسی طرح قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب کو شفاء کہا گیا، (وننزل من القران ماھوا شفاء) چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کتاب کے مفسر اور عملی نمونہ ہیں۔ اسی لیے صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کو بھی ''شافی'' (باعثِ شفا) بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ معالجِ اعظم ہیں جنھوں نے روحوں کے فساد اور دلوں کے زنگ کو مٹا کر انھیں صحتِ ایمانی عطا فرمائی۔

انسانیت شرک، جہالت، حسد اور کینہ جیسی باطنی بیماریوں میں مبتلا تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مہلک باطنی بیماریوں کا علاج فرمایا اور مردہ انسانیت کو ہدایت کی زندگی دی۔

کتبِ احادیث میں بے شمار واقعات موجود ہیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن یا دستِ مبارک کی برکت سے بیماروں کو شفا ملی۔ غزوۂ خیبر میں حضرت علیؓ کی آنکھوں کا درد ہو یا جنگِ احد حضرت قتادہؓ کی باہر نکلی ہوئی آنکھ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لمس نے انھیں شفا یاب کر دیا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طبِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں امت کو صحت کے وہ اصول عطا فرمائے جو انسانی صحت کے لیے اکسیر ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پریشان حال دلوں کے لیے بہترین مرہم اور شفا ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''شافی'' وہ ہے جس کے پاس بیٹھنے سے ہی غم غلط ہو جائیں۔ صحابہ کرامؓ جب دنیا کے مصائب سے تھک جاتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت کر لیتے، جس سے ان کی تمام تھکن اور ذہنی بیماریاں دور ہو جاتیں۔

''اسمِ گرامی 'شاف' اس مسیحائی کا عنوان ہے جس کا فیض رہتی دنیا تک جاری ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم اپنی روح کو گناہوں کی بیماریوں سے بچانا چاہتے ہیں تو ہمیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کا سہارا لینا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس طبیب' ہیں جن کے ذکر سے غم دور ہوتے ہیں اور جن کی غلامی میں انسان کو وہ دائمی صحت نصیب ہوتی ہے جسے 'ایمان کی حلاوت' کہا جاتا ہے۔''

سَیِّدُنَا وَاصِلٌ (ﷺ)

اللہ کی ذات سے واصل (ملے ہوئے)

لفظ ''واصل'' کا مادہ ''وصل'' ہے، جس کے معنی ہیں ''ملنا''، ''جڑنا'' یا ''منزل تک پہنچنا''۔ وہ ہستی جو دو جدا چیزوں کا آپس میں ملا دے، جو کسی کو منزل تک پہنچا دے اور جو تعلق کو جوڑنے والی ہو۔ وہ جو ملا ہوا ہو، یا وہ جو دوسروں کو ملانے کا ذریعہ بنے۔

آپ ﷺ وہ ہستی ہیں جنھوں نے معراج کی رات مقامِ ''قاب قوسین'' پر پہنچ کر اللہ سے وہ قرب حاصل کیا جس کی مثال کائنات میں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان وہ پل (وسیلہ) ہیں جس کے بغیر بندہ اپنے خالق تک نہیں پہنچ سکتا۔

آپ ﷺ کا ''واصل'' ہونا امت کے لیے سب سے بڑی خوشخبری ہے۔

انسان گناہوں کی وجہ سے اللہ سے دور ہو چکا تھا، آپ ﷺ نے ہدایت کا راستہ دکھا کر اور توبہ کا طریقہ سکھا کر بندوں کو دوبارہ ان کے رب سے ''واصل'' کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حکم دیا۔ ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا'' (آل عمران: ۱۰۳) ''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔'' مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ حبل اللہ (اللہ کی رسی کا ذریعہ وصل) حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی ہیں۔ یعنی آپ ﷺ وہ راہبر ہیں جنھوں نے انسانیت کا ہاتھ پکڑ کر اسے معرفتِ الٰہی کی منزل تک پہنچا دیا آپ ﷺ کے وسیلے کے بغیر اللہ تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں اسی لیے آپ ﷺ واصل ہیں۔

آپ ﷺ نے ٹوٹے ہوئے انسانی رشتوں کو جوڑا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''واصل وہ نہیں جو بدلے میں صلہ رحمی کرے، بلکہ واصل (جڑنے والا) وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑے''۔ آپ ﷺ اس صفت کے سب سے بڑے مظہر ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رہبانیت کو ختم کیا اور بتایا کہ دنیا میں رہ کر حقوق العباد ادا کرتے ہوئے بھی اللہ سے کیسے ''واصل'' رہا جا سکتا ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''واصل'' وہ ہے جو خود فنا فی اللہ ہو چکا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہر سانس اور ہر لمحہ اللہ کی یاد اور اس کے قرب میں گزرا۔ اب جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دامن سے وابستہ ہوتا ہے، وہ خود بخود اللہ سے واصل ہو جاتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'واصل' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی وہ پل ہیں جو زمین کو آسمان سے جوڑتے ہیں۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم اللہ تک پہنچنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس 'واصلِ برحق' کا دامن تھامنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مقدس واسطہ' ہیں جن کی پیروی ہمیں تنہائی اور دوری کے عذاب سے نکال کر رب کی قربت اور رضوان کی ابدی منزل تک پہنچا دیتی ہے۔''

سَیِّدُنَا مَوْصُوْلٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

جنھیں اللہ کا خاص قرب حاصل ہے

لفظ ''موصول'' کا مادہ ''وصل'' ہے، یہ اسمِ مفعول ہے جس کے معنی ہیں ''وہ جسے جوڑ دیا گیا ہو'' یا ''وہ جو مسلسل جڑا ہوا ہو''۔ واصل وہ ہے جو خود ملائے، جبکہ موصول وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص انوار، وحی اور قرب کے ساتھ دائمی طور پر جوڑ دیا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جن کا تعلق اپنے رب سے کبھی منقطع نہیں ہوا۔ عام انسانوں پر غفلت کی حالت طاری ہو سکتی ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا''۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر وقت اللہ سے ''موصول'' (جڑے ہوئے) ہونے کی دلیل ہے۔ قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو اپنا کلام قرار دے کر اس اتصال کی گواہی دی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰیؕ (۳) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰیۙ (۴) ''اور وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے، وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو ان پر نازل ہوتی ہے'' (سورۃ الانعام؛ 3، 4) معراج کا واقع اس موصول صفت کی معراج ہے جہاں خالق اور مخلوق کے درمیان تمام حجابات اٹھا دیئے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''موصول'' ہونا کائنات کے نظام کے لیے رحمت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مبارک عالمِ قدس سے اس طرح موصول ہے کہ ایک لمحے کے لیے بھی فیضانِ الٰہی کا سلسلہ نہیں رکتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ وحیِ الٰہی کے ذریعے اللہ سے جڑے رہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی خواہش بھی حکمِ الٰہی کے تابع ہو گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک شان یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت سے ہمیشہ جڑے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہماری خوشیوں اور غموں کی خبر رہتی ہے اور امت کا درود و سلام

آپ ﷺ تک مسلسل پہنچتا رہتا ہے۔

اس لقب کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اور اپنی محبت کو حضور ﷺ کی ذات سے جوڑ دیا ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے: ''مَنۡ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ اللَّهَ'' (سورۃ النساء: 80) ''جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

گویا اللہ تک پہنچنے کا کوئی راستہ آپ ﷺ سے جڑے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ جو آپ ﷺ سے کٹ گیا، وہ اللہ سے کٹ گیا، اور جو آپ ﷺ سے موصول (منسلک) ہو گیا، وہ اللہ سے مل گیا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ کائنات کی ہر شے اللہ سے جڑنے کے لیے حضور ﷺ کی محتاج ہے، لیکن حضور ﷺ کا اللہ سے جڑنا کسی دوسرے واسطے کا محتاج نہیں۔ آپ ﷺ وہ ''موصولِ حقیقی'' ہیں جو کبھی جدا نہیں ہوتے۔

''اسمِ گرامی 'موصول' اس اٹوٹ رشتے کا عنوان ہے جو خالق اور اس کے سب سے پیارے محبوب ﷺ کے درمیان ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا تعلق بھی اللہ سے جڑ جائے، تو ہمیں اس 'موصولِ برحق' ﷺ کا دامن تھامنا ہوگا۔ آپ ﷺ وہ 'مقدس واسطہ' ہیں جن سے جڑ کر ایک گناہ گار بندہ بھی اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے موصول (منسلک) ہو جاتا ہے۔''

سَیِّدُنَا سَابِقٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کمالات اور مدارج میں سبقت لے جانے والے

لفظ ''سابق'' کا مادہ ''سبقت'' ہے، جس کے معنی ہیں ''پہل کرنا''، ''آگے نکل جانا'' یا ''سب سے پہلے ہونا''۔ سبقت کا مطلب صرف وقت میں پہلے ہونا نہیں بلکہ رتبے اور معیار میں بھی سب سے بلند ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جن کا نور سب سے پہلے تخلیق کیا گیا (اول الخلق) اور جنھوں نے نیکی، علم، عمل اور قربِ الٰہی کے ہر میدان میں کائنات کی تمام مخلوق کو پیچھے چھوڑ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''سابق'' ہونا کئی جہتوں سے ہے۔

حدیثِ مبارکہ کا مفہوم ہے کہ ''اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا''۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے (جامع ترمزی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجود میں تمام انبیاء سے پہلے ہیں۔

روزِ الست جب تمام ارواح سے ''الست بربکم'' کا سوال ہوا، تو سب سے پہلے ''بلیٰ'' (ہاں!) کہنے والی روح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقرارِ توحید میں بھی سابق ہیں۔

اخلاق، جود و سخا، شجاعت اور بندگی میں کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردِ پا کو نہیں پا سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمالاتِ انسانی کی آخری سرحد سے بھی آگے ہیں۔

قیامت کے دن سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور شق ہوگی، سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے اور سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی جنت

میں داخل ہوں گے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوں گے جو شفاعت کا دروازہ کھولیں گے اور جن کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''سابق'' وہ ہوتا ہے جو دوسروں کے لیے راستہ بنائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت اور قربِ خداوندی کے وہ راستے سابق ہو کر دکھائے جن پر چل کر امت آج اپنی منزلیں طے کر رہی ہے۔

''اسمِ گرامی 'سابق' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ کائنات کی ہر شے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے منور ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تمام کمالات کے سرخیل ہیں۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم خیر کی دوڑ میں جیتنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس 'سابقِ اعظم' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'اولین و آخرین' ہستی ہیں جن کی عظمت کا سورج کبھی غروب نہیں ہوتا اور جن کی سبقت ہی پوری کائنات کے لیے مایہِ افتخار ہے۔''

سَیِّدُنَا سَائِقٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

لوگوں کو جنت کے راستے کی طرف لے جانے والے

لفظ ''سائق'' کا مادہ ''سوق'' ہے، جس کے معنی ہیں ''چلانا'' یا ''آگے کی طرف لے جانا۔''

عربی میں ''سائق'' اس رہنما کو کہتے ہیں جو قافلے کے پیچھے رہ کر اسے منزل کی طرف بڑھاتا ہے اور اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ کوئی پیچھے نہ رہ جائے۔ سائق صرف راستہ بنانے والا رہنما نہیں ہوتا بلکہ وہ مسافروں کے ساتھ رہ کر انھیں منزلِ مقصود تک پہنچانے کی ذمہ داری اٹھاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مہربان قائد ہیں جو امت کو دوزخ کی آگ سے بچا کر اپنی شفقت اور تعلیمات کے ذریعے جنت کی طرف لے جا رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''سائق'' ہونا امت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانِ عظیم کی دلیل ہے:

احادیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے آگے ہوں گے اور ان کے لیے راستہ صاف فرماتے ہوئے انھیں جنت میں لے کر جائیں گے۔

ایک اچھا سائق وہی ہوتا ہے جو قافلے کو راستے کی سختیوں اور دشمنوں کے شر سے بچا کر نکال لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کے دور میں سنت کا وہ راستہ دکھایا جو ہر شر سے بچانے والا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''سوق'' (چلانا) جبری نہیں بلکہ محبت اور رغبت والا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اخلاقِ کریمہ سے دلوں کو اس طرح جیتا کہ لوگ خود بخود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چلنے لگے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''سائق'' وہ ہوتا ہے جو قافلے کے آخر میں کھڑا ہوتا کہ

کمزوروں کی خبر گیری کر سکے۔ حضور ﷺ کی یہ صفت بتاتی ہے کہ آپ ﷺ اپنے ادنیٰ اور گناہگار امتیوں کو بھی نہیں چھوڑتے، بلکہ انھیں بھی اپنی شفاعت اور رحمت کے سائے میں منزل تک پہنچاتے ہیں۔

''اسمِ گرامی 'سائق' اس فعال رہبری کا عنوان ہے جو منزل تک پہنچائے بغیر چین سے نہیں بیٹھتی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اتباعِ رسول ﷺ دراصل ایک سفر ہے جس کے رہبر خود مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ وہ 'مقدس پیشوا' ہیں جن کی پکار پر چلنے والا کبھی تھکتا نہیں اور جس کے قدموں کے نشان ہمیں خاکِ ہستی سے اٹھا کر عرشِ الٰہی کی قربت تک پہنچا دیتے ہیں۔''

سَیِّدُنَا ھَادٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

صحیح راستہ دکھانے والے رہنما

لفظ ''ہادی'' (جو گرامر کی رو سے ''ہَادٍ'' لکھا جاتا ہے) کا مادہ ''ہدایت'' ہے، جس کے معنی ہیں ''لطف و مہربانی کے ساتھ راستہ دکھانا''۔ وہ ہستی جو راستہ دکھائے، جو بھٹکے ہوئے کو منزل کا پتہ بتائے۔ ھادی اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی کو ایسی رہنمائی فراہم کرے جو اسے کسی نقصان سے بچا کر نفع کی طرف لے جائے۔

قرآن کریم میں واضح طور پر فرمایا گیا

اِنَّمَآ اَنتَ مُنذِرٌ وَّلِكُلِّ قَومٍ هَادٍ

اور اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خبردار کرنے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما ہوا کرتا ہے۔ (الرعد:۷)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں واضح طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شان کا ذکر فرمایا

وَاِنَّكَ لَتَهدِيٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّستَقِيمٍ

''اور بیشک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت عطا فرماتے ہیں'' (سورہ الشوریٰ:52)

اس ضمن میں ایک خوبصورت واقع جو سفر ہجرت کے دوران پیش آیا، کہ سفر ہجرت کے دوران سامنے سے ایک دشمن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گیا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا ہوا تھا لیکن صدیق اکبرؓ کو جانتا تھا، اس نے فورا صدیق اکبرؓ سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے اگر اب آپؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتے تو خطرہ تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے ادبی نہ کر دے تو آپؓ نے کمال سجھداری کا مظاہرہ کیا اور فرمایا (ھذا رجل یھدی) یہ مجھے راستہ دکھانے والے ہیں۔

اس سے اس شخص نے یہ سمجھا کہ شاید ابوبکرؓ راستہ بھول گئے ہیں اور آپؓ نے رہنمائی کے لیے کسی کو ساتھ لے لیا ہے اور آپؓ نے جھوٹ بھی نہیں بولا بلکہ دل کی بات بیان کر دی جو کہ سچ تھی اور صدیق کی صدیقیت کے عین مطابق تھی۔

''اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے (راہ دکھاتے) ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو بت پرستی اور جہالت کے راستوں سے ہٹا کر توحید اور فلاح کے راستے پر لگا دیا۔

اگرچہ دلوں میں ہدایت ڈالنا اللہ کا کام ہے، لیکن اس راستے کی نشان دہی کرنا اور اس پر چلا کر منزل تک لے جانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''ہادی'' ہونا ایک کامل رہبر کی نشانی ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف عبادات کی نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے (معیشت، معاشرت، سیاست اور اخلاقیات) میں انسانیت کی ہدایت فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہالت، شرک اور ظلم کے اندھیروں میں بھٹکی ہوئی انسانیت کا ہاتھ تھاما اور اسے نورِ ایمان کی طرف مائل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو عزت دی، یتیموں کو سہارا دیا اور غلاموں کو برابری کا مقام عطا کیا۔ یہ معاشرتی ہدایت کا وہ نمونہ ہے جس کی مثال تاریخِ عالم میں نہیں ملتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کا انداز نہایت شفیق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی پر سختی نہیں کی بلکہ اپنے کردار اور گفتگو سے لوگوں کے دلوں کے رخ بدل دیے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''ہادیِ برحق'' ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت صرف زبان تک محدود نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر عمل ہدایت کا ایک روشن چراغ ہے۔ جو شخص

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کی پیروی کرتا ہے، وہ کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا۔

''اسمِ گرامی 'ہادٖ' اس نورِ بصیرت کا عنوان ہے جو بھٹکے ہوئے مسافروں کو منزل کا سراغ دیتا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ زندگی کے پر پیچ راستوں میں اگر ہمیں ٹھوکروں سے بچنا ہے تو ہمیں اس 'ہادیِ برحق' صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقشِ قدم کو اپنانا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مقدس رہبر' ہیں جن کی پکار پر لبیک کہنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا اور جس کی انگلی تھامنے والا اللہ کی رحمتوں کے سائے میں منزلِ مراد تک پہنچ جاتا ہے۔''

سَیِّدُنَا مُهْدٍ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

تحفہ دینے والے (یا دوسروں کو ہدایت یافتہ بنانے والے)

لفظ ''مُہْدٍ'' کا مادہ ''ھ د ی'' (ہدایت یا ہدیہ) ہے، جس کے معنی ہیں ''تحفہ دینا'' یا ''ہدیہ پیش کرنا''۔

مُہْدٍ، وہ ہستی جو دوسروں کے لیے سراپا تحفہ بنا کر بھیجی گئی ہو، یا وہ جو خود تحائف بانٹنے والا ہو۔ اور وہ ذات جو کسی کو راستہ دکھائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اپنی اس صفت کا اعلان فرمایا: ''اے لوگو! میں تو بس ایک تحفہ بنا کر بھیجی گئی رحمت ہوں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتوں کو سمیٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت میں انسانیت کو ایک ''گفٹ'' کے طور پر عطا کر دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ''مُہْدٍ'' ہونا خالق اور مخلوق کے درمیان تعلق کی بنیاد ہے۔

جس طرح کوئی عزیز اپنے کسی پیارے کو سب سے بہترین چیز تحفے میں دیتا ہے، اسی طرح اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق کو اپنا سب سے محبوب بندہ ''ہدیہ'' کر دیا۔

تحفہ محبت کی علامت ہوتا ہے اور دلوں کو جوڑتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری کائنات کے ٹوٹے ہوئے دلوں کے لیے اللہ کی طرف سے محبت کا سب سے بڑا پیغام تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صرف خود تحفہ نہیں ہیں، بلکہ کائنات میں جو کچھ بھی بانٹا جا رہا ہے (ایمان، رزق، شفا) وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے ہاتھوں تقسیم ہو رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انسانیت کو ایمان، قرآن، اخلاق اقر جنت کی صورت میں وہ لازوال تحائف دیئے جنکا کوئی نعم البدل نہیں اور انہی تحائف کی بدولت خلقِ خدا رہنمائی حاصل کر رہی ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''مُہْدٍ'' اس ہستی کو کہتے ہیں جس کا وجود ہی احسان ہو۔ ہم پر اللہ

کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ہمیں اس عظیم تحفے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا امتی بنایا، جس کی تمنا انبیاءِ سابقین نے بھی کی تھی۔

''اسمِ گرامی 'مُصَدِّق' اس الٰہی عطیے کا عنوان ہے جس نے کائنات کا مقدر بدل دیا۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات محض ایک رہبر نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے وہ قیمتی سوغات ہے جس کی قدر کرنا ہی بندگی کا تقاضا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'رحمتِ مجسم' ہیں جن کے دم سے دنیا و آخرت کی ہر خوشی اور ہر نعمت جڑی ہوئی ہے، اور جن کا اسوۂ حسنہ ہی انسانیت کے لیے دائمی سکون کا ضامن ہے۔''

سَیِّدُنا مُقَدَّمٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تمام کائنات اور انبیاء پر مقدم

لفظ ''مقدم'' کا مادہ ''قدیم'' یا ''تقدم'' ہے، جس کے معنی ہیں ''آگے کیا گیا''، ''ترجیح دیا گیا'' یا ''سب سے اوّل''۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی وہ ہستی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء، فرشتوں اور پوری مخلوق پر ''مقدم'' (برتر و فائق) رکھا ہے۔ ''مُقَدَّمٌ'' وہ رسول ہے جو خلقت میں سب سے پہلے، رتبے میں سب سے اعلیٰ اور بارگاہِ الٰہی میں سب سے معزز ہے۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''سیادت'' اور ''امامت'' والی حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ کائنات کا ہر کمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے شروع ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تمام کمالات کے پیش رو ہیں ۔۔ ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے ہیں، ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، ''اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جن کا ذکر اللہ نے اپنی کتابوں میں سب سے پہلے کیا، جن سے عہدِ میثاق سب سے پہلے لیا گیا، اور جنھیں قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کا حق دیا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''مقدم'' ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیادتِ مطلقہ کی دلیل ہے۔

شبِ معراج تمام انبیاء کرام علیہم السلام موجود تھے، لیکن اللہ کے حکم سے حضرت جبرائیلؑ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امامت کے لیے مقدم کیا (آگے بڑھایا)۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام رسولوں کے امام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام جوڑا (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)۔

جہاں خالق کا ذکر آتا ہے، وہاں مخلوق میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ آتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتبے میں مقدم ہیں کیونکہ کائنات کا پورا نقشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے نورِ مبارک کے گرد بُنا گیا ہے۔

میدانِ محشر میں جب سب لوگ پریشان ہوں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ ہستی ہوں گے جن کے لیے جنت کا دروازہ سب سے پہلے کھولا جائے گا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو ہر چیز پر مقدم (ترجیح) رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی ہر خیر میں اس شخص کو دوسروں پر مقدم فرما دیتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'مقدم' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کائنات کے اصل مرکز اور محور ہیں۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم اپنی زندگی کو درست سمت میں چلانا چاہتے ہیں تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اتباع کو ہر رشتے اور ہر مفاد پر 'مقدم' رکھنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'عظیم پیشوا' ہیں جن کے قدموں کی دھول بھی عرشِ بریں کے لیے سرمہ ہے اور جن کی غلامی ہی انسان کو بلندترین مراتب تک پہنچانے کے لیے کافی ہے۔''

سَیِّدُنَا عَزِیزٌ (ﷺ)

غالب، طاقتور اور نہایت معزز

لفظ ''عزیز'' کے بنیادی معنی ہیں غالب آنا، قوت والا، نہایت قدر و منزلت والا، اور وہ جو نایاب ہو۔ عزت کا مطلب ''قوت'' ہے اور دوسرا مطلب ''محبت و قدر'' ہے، یعنی عزیز وہ ہے جو طاقور بھی ہو اور دلوں کو محبوب بھی ہو۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کائنات کی وہ ''باوقار'' ہستی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے غلبہ اور عزتِ دوام عطا فرمائی ہے۔ ''عَزِیزٌ'' وہ رسول ہے جس کی دعوت کو اللہ نے تمام ادیان پر غالب کیا اور جس کی محبت کو مومنین کے لیے اپنی جانوں سے بھی زیادہ ''عزیز'' بنا دیا۔ یہ نام آپ ﷺ کی اس ''شانِ استغنا'' اور ''رقتِ قلبی'' والی حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ امت کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہیں۔

سورہ التوبہ کی آیت 128 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ...''

(بیشک تمھارے پاس تمھی میں سے ایک رسول تشریف لائے، جن پر تمہارا تکلیف میں پڑنا بہت گراں (شاق) گزرتا ہے)۔

اس آیت کی روشنی میں آپ ﷺ کے ''عزیز'' ہونے کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت کے لیے اتنے شفیق ہیں کہ اگر امت کو کوئی تکلیف پہنچے، تو وہ آپ ﷺ کے قلبِ مبارک پر بہت بھاری اور شاق گزرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ عزت اور وقار عطا فرمایا ہے کہ کوئی آپ ﷺ پر غالب نہیں آ سکتا۔ آپ ﷺ دینِ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے جس نے تمام باطل ادیان کو

مغلوب کر دیا۔

''عزیز'' اس شے کو بھی کہتے ہیں جس کی مثال نہ ملے (یعنی بے مثل)۔ کائنات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی کوئی دوسری ہستی موجود نہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفتِ الٰہی کے ظل کے طور پر ''عزیز'' ہیں۔ عزیز اسے بھی کہتے ہیں جو جان سے پیارا ہو، مومن کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اپنی جان و مال اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ایمان کی روح ہے۔

اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ عزت عطا فرمائی کہ زمین و آسمان کا ہر ذرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر درود پڑھتا ہے۔ کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کمی کرنے کی کوشش کرے تو وہ خود مٹ جاتا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''عزیز'' (غالب) ہیں۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''عزیز'' وہ ہے جو اللہ کی عزت کا مظہر ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اختیار کرنے والا ذلیل نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کی نسبت اس ہستی سے جڑ جاتی ہے جو کائنات میں سب سے زیادہ معزز ہے۔

''اسمِ گرامی 'عزیز' اس جاہ و جلال اور مہر و وفا کا عنوان ہے جو صرف ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یکجا ملتے ہیں۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حقیقی عزت صرف اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے اور اللہ کا قرب پانے کے لیے ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر دنیاوی محبت پر 'عزیز' رکھنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس ہستی' ہیں جن کے در سے وابستگی انسان کو ذلت کے گڑھوں سے نکال کر عزت کی معراج پر فائز کر دیتی ہے۔''

سَیِّدُنَا فَاضِلٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

فضیلت، بزرگی اور برتری والے

لفظ ''فاضل'' کا مادہ ''فضل'' ہے، جس کے معنی ہیں ''زیادتی''، ''برتری'' اور ''بزرگی''۔

لغوی طور پر ''فَاضِل'' اس ہستی کو کہتے ہیں جو بزرگی اور برتری میں دوسروں سے بڑھ کر ہو، جس میں خوبیاں حدِ کمال کو پہنچی ہوئی ہوں، اور جو فضیلت و بزرگی کا مالک ہو۔

اصطلاح میں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''فاضل'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تمام مادی و روحانی خوبیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں جمع کر دی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء اور مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فضل کسی ایک شعبے تک محدود نہیں بلکہ علم، عمل، اخلاق، نسب، اور عبادت؛ ہر میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کائنات سے برتر اور فاضل ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جن کا فضل پوری کائنات پر محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے درجات میں بھی فرق رکھا جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ''یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی'' (البقرۃ: ۲۵۳) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے اعلیٰ درجہ عطا فرما کر ''افضل الانبیاء'' بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم تمام اولین و آخرین کے علوم سے زیادہ ہے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ کچھ سکھایا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ اس بلند ترین مقام پر ہیں جس کا کوئی دوسرا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں کے لیے بھی سراپا خیر و برکت تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک تمام عیوب سے پاک اور تمام کمالات سے آراستہ

ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ’’فاضل‘‘ ہونا عارضی نہیں بلکہ دائمی اور ازلی ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ’’فاضل‘‘ اس لیے ہیں کہ اللہ نے جو خیر کسی دوسرے کو عطا کی، وہ سب کی سب اور اس سے کہیں زیادہ تنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں جمع فرما دی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمالات کا وہ سمندر ہیں جہاں سے تمام انبیاء اور اولیاء نے فیض پایا ہے۔

’’اسمِ گرامی ’فاضل‘ اس بے مثال عظمت کا عنوان ہے جو اللہ نے صرف اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مخصوص فرمائی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ کائنات میں اگر کوئی شخصیت اپنی ذات میں ہر اعتبار سے مکمل اور دوسروں سے برتر ہے تو وہ صرف ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ’گوہرِ نایاب‘ ہیں جن کی فضیلت کا اعتراف دوست تو کیا، دشمنوں کو بھی کرنا پڑا، اور جن کا اسوہ ہی انسانیت کے لیے حقیقی فلاح اور بلندی کا راستہ ہے۔‘‘

سَیِّدُنَا مُفَضَّلٌ (ﷺ)

جسے دوسروں پر برتری عطا کی گئی ہو

لفظ ''مفضل'' اسمِ مفعول ہے، جس کا مادہ ''فضل'' ہے۔ اس کے معنی ہیں ''وہ جسے فضیلت دی گئی ہو'' یا ''وہ جسے دوسروں پر فوقیت دی گئی ہو''۔ اس اسمِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کائنات کی وہ ہستی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات، فرشتوں اور انبیاء پر ''فوقیت'' اور ''فضیلتِ کبریٰ'' عطا فرمائی ہے۔ ''مُفَضَّلٌ'' وہ رسول ہے جس کے فضائل کا تذکرہ خود خالقِ کائنات نے کیا اور جسے ہر کمال میں اولیت بخشی۔ یہ نام آپ ﷺ کی اس ''مقبولیت'' اور ''عظمتِ منصب'' والی حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ ہی تمام فضائل کے اصل حق دار اور مرکز ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں سورۃ بقرہ آیت 253 میں فرمایا: ''تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ'' (یہ وہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی)۔ مفسرین کا اتفاق ہے کہ تمام رسولوں میں سب سے زیادہ فضیلت حضورِ اکرم ﷺ کو دی گئی، اسی لیے آپ ﷺ ''مفضلِ کائنات'' ہیں۔

آپ ﷺ کا ''مفضل'' ہونا اللہ کی خاص عنایت ہے۔

آپ ﷺ کو امام الانبیاء بنایا گیا، آپ ﷺ پر نبوت ختم کی گئی اور آپ ﷺ کی شریعت کو قیامت تک کے لیے نافذ کیا گیا۔ اور آپ ﷺ کو سنت عطا فرما کر مفضل بنا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ کی وجہ سے ہی اس امت کو ''خیرِ امت'' (بہترین امت) کا خطاب ملا۔ جو فضیلت اصل (نبی ﷺ) کو ملی، اس کا کچھ حصہ آپ ﷺ کی نسبت سے امت کو بھی ملا۔ جس کی وفہ

سے امتِ محمدیہ ﷺ کو تمام امتوں پر مفضل (فضیلت والا) بنا دیا گیا۔ آپ ﷺ وہ مفضل ہیں جن کی نسبت نے صحابہ اکرامؓ کو وہ مقام عطا فرمایا کہ بڑے بڑے اولیا ان کی گرد کو نہیں پا سکے۔

قیامت کے دن جب تمام لوگ پریشان ہوں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ صرف آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز فرما کر وہ فضیلت عطا فرمائے گا کہ اولین و آخرین آپ ﷺ پر رشک کریں گے۔ آپ ﷺ کی برکت سے اس امت کی تھوڑی عبادت کو سابقہ امتوں کی زیادہ عبادات سے افضل قرار دیا گیا۔ آپ ﷺ نے امت کو ''شبِ قدر'' جیسا تحفہ دے کر ایک ہزار مہینوں پر فضیلت دلائی۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ''مفضل'' اس لیے ہیں کہ اللہ نے اپنی تمام صفات کے انوار کا سب سے بڑا حصہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو عطا فرمایا۔ آپ ﷺ اللہ کی نعمتوں اور فضیلتوں کے سب سے بڑے امین ہیں۔ آپ ﷺ نے غلاموں کو اپنی نگاہ التفات سے گمنامی کے اندھیروں سے نکال کر شہرت اور عزت کے آسمانوں پر پہنچا دیا، حضرت بلالِ حبشیؓ اور حضرت سلیمان فارسیؓ کی عزت افزائی آپ ﷺ کے مفضل ہونے کی روشن مثال ہے۔

''اسمِ گرامی 'مفضل' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ حضور ﷺ ہی کائنات کے اصل 'سرمایہِ فضیلت' ہیں۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو وہ مقام عطا فرمایا ہے جہاں کسی دوسرے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ﷺ وہ 'برگزیدہ ہستی' ہیں جن کی پیروی کرنا ہی دراصل اللہ کے فضل کو پانا ہے، اور جن کا ذکرِ خیر ہی مومن کے لیے دنیا و آخرت میں بلندیِ درجات کا ضامن ہے۔''

سَیِّدُنَا فَاتِحٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کامیاب وکامران، بند راستوں کو کھولنے والے

لفظ ''فاتح'' کا مادہ ''فتح'' ہے، جس کے معنی ہیں ''کھولنا''، ''فتح کرنا'' اور ''مشکل کو دور کرنا''۔

وہ ہستی جو بند راستوں کو کھول دے اور مشکلات کو حل کر دے فتح وکامرانی کا پرچم بلند کرے۔ اور کسی نئی راہ کی ابتداء کرے۔ فتح کا مطلب صرف جنگ جیتنا نہیں بلکہ علم سے بند دروازے کو کھولنا، بند دلوں میں ایمان کی شمع روشن کرنا اور رحمتِ الٰہی کے راستے وا کرنا بھی فتح کہلاتا ہے۔

اصطلاح میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''فاتح'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفر و شرک کے تالوں کو توڑا اور انسانیت کے لیے ہدایت کے بند دروازے کھول دیے۔ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مبین کی بشارت دی، قرآن کریم میں پوری سورت (سورۃ الفتح) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفت کی مظہر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتح قلوب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اپنے اخلاق اور پیغام سے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا۔ جو قوم ایک دوسرے کے خون کی پیاسی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں ''اخوت'' (بھائی چارے) کے رشتے میں جوڑ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے ہدایت کا راستہ وا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے کائنات پر چھائی جہالت کی تاریکی ختم ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقل وشعور کے بند دروازے کھولے اور انسان کو اپنے خالق سے ملنے کا راستہ دکھایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتح بابِ رحمت ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کائنات کے لیے اللہ کی رحمت

اور مغفرت کے وہ دروازے کھولے جو پہلے بند تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے کائنات پر اللہ کی رحمت کے وہ دروازے کھلے جو اس سے پہلے کبھی نہ کھلے تھے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتح اعظم ہیں، تاریخِ اسلام میں فتحِ مکہ اس اسم کی سب سے بڑی عملی تصویر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر خون بہائے مکہ کو فتح کیا اور ثابت کر دیا کہ ''فاتح'' وہ ہوتا ہے جو طاقت کے باوجود معاف کر دے۔

قیامت کے دن جنت کا دروازہ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہی کھولا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''أنا أول من يفتح باب الجنة'' (میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت کا دروازہ کھولے گا)۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''فاتح'' ہونے کی سب سے بڑی ابدی دلیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ پہلے ''فاتح'' ہوں گے جو اپنی امت کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''فاتح'' وہ ہے جو بندہ اور خدا کے درمیان حائل رکاوٹوں کے تالے کھول دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معرفتِ الٰہی کا وہ راستہ کھولا جس پر چل کر ایک عام انسان بھی قربِ خداوندی پا سکتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'فاتح' اس ابدی غلبے کا عنوان ہے جو حق کو باطل پر حاصل ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حقیقی فتح زمینیں جیتنے میں نہیں بلکہ دلوں کو جیتنے اور اللہ کی رضا پانے میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'عظیم فاتح' ہیں جن کی پکار نے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں کو ہلا دیا اور جن کا لایا ہوا دین آج بھی کروڑوں سینوں میں فتح و کامرانی کا پرچم بلند کیے ہوئے ہے۔''

سَیِّدُنَا مِفْتَاحٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کامیابی اور برکتوں کی کنجی

لفظ ''مفتاح'' کا مادہ ''فتح'' ہے، جس کے معنی ہیں ''چابی'' یا ''وہ آلہ جس سے بند تالا کھولا جائے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''مِفتاح'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ کائنات کی ہر خیر، ہر ہدایت اور ہر برکت کا دروازہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے ذریعے کھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کے خزانوں کی کنجی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں عطا فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جن کے ذریعے اللہ نے بندوں پر اپنی معرفت کے دروازے کھولے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''مفتاح الرحمۃ'' (رحمت کی چابی) اور ''مفتاح الجنۃ'' (جنت کی چابی) ہیں۔

حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے: ''أُوتِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ'' (مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں)۔ صحیح البخاری:6998

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''مفتاح'' ہونا کائنات کے وجود کی بنیاد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مفتاحِ وجود ہیں، اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ مبارک نہ ہوتا، تو کائنات کا تالا نہ کھلتا اور یہ دنیا وجود میں نہ آتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کائنات کی تخلیق کا سبب اور چابی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مفتاحِ ہدایت ہیں۔ انسانی عقلیں شرک اور جہالت کے تالوں میں جکڑی ہوئی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہِ توحید کی چابی سے ان تالوں کو کھول کر دلوں کو منور فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مفتاحِ دعا ہیں۔ اللہ کے ہاں دعاؤں کی قبولیت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا ایک ایسی چابی ہے جس کے بغیر دعا عرش تک نہیں پہنچتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مفتاحِ جنت ہیں۔ قیامت کے دن جنت کا دروازہ اس وقت تک نہیں کھلے گا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے نہیں کھولیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِفتاحُ الرحمۃ ہیں۔ اللہ کی رحمتیں ہر وقت برس رہی ہیں، لیکن ان رحمتوں کے حصول کا راستہ ''اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی ہی وہ کنجی ہے جس سے اللہ کی خوشنودی کا تالا کھلتا ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''مفتاح'' وہ ہے جس کے بغیر رسائی ممکن نہ ہو۔ اللہ تک پہنچنے کے جتنے بھی راستے ہیں، ان سب کا تالا صرف ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے نام کی چابی سے کھلتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'مفتاح' اس اٹل حقیقت کا عنوان ہے کہ بارگاہِ الٰہی تک پہنچنے کا واحد راستہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم پر رحمت و مغفرت کے دروازے کھلیں، تو ہمیں اس 'مقدس کنجی' کو تھامنا ہوگا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'لازوال چابی' ہیں جس نے بندہِ خاکی کا رشتہ عرشِ بریں سے جوڑ دیا اور انسانیت کو ابدی کامیابی کا پتا بتا دیا۔''

سَیِّدُنَا مِفْتَاحُ الرَّحْمَۃِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کی رحمتوں کے خزانے کھولنے والے

اگر ''مِفتاح'' کنجی ہے، تو ''مِفتاحُ الرحمۃ'' وہ خاص کنجی ہے جس نے اللہ کی صفتِ رحمت کے بند دروازوں کو پوری کائنات کے لیے کھول دیا۔

وہ ہستی جس کے وسیلے سے اللہ کی رحمتیں نازل ہونا شروع ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مبارک کنجی ہیں جس نے انسانیت کے لیے رب ذوالجلال کے فضل وکرم کے خزانوں کو وا کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''مفتاح الرحمۃ'' ہونا کائنات کی ضرورت ہے۔

اللہ کی رحمت تو ہمیشہ سے تھی، لیکن کائنات نے اسے چکھا اور دیکھا تب جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے دنیا ظلم اور جہالت کے اندھیروں میں قید تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کر ان قید خانوں کے تالے کھولے اور رحمت کی بارش فرمائی۔ قرآن مجید اللہ کی سب سے بڑی رحمت ہے جو ہدایت بن کر آئی۔ اس رحمت کے دروازے کو کھولنے والی شخصیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو انسانیت اللہ کے کلام کی برکتوں سے محروم رہتی۔

گناہگاروں کے لیے اللہ کی بخشش اور توبہ کا دروازہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور تعلیمات کی کنجی سے کھلتا ہے۔

سابقہ امتوں پر ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے فوراً عذاب آ جاتا تھا (جیسے قومِ نوح یا قومِ عادؑ)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''مِفتاح الرحمہ'' ہونے کی برکت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں اللہ نے اس امت پر سے عام عذاب کا دروازہ بند کر دیا اور توبہ و رحمت کا دروازہ کھول دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات صرف آخرت کی رحمت کی چابی نہیں بلکہ دنیا میں بھی امن،

سکون اور برکت کے دروازے کھولنے والی کنجی ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''مفتاح الرحمۃ'' اس لیے کہا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ''۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سراپا رحمت ہیں، تو اللہ کی کسی بھی رحمت تک پہنچنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در کی کنجی ناگزیر ہے۔

''اسمِ گرامی 'مفتاح الرحمہ' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ اللہ کی رحمت تک پہنچنے کا راستہ صرف اور صرف ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری زندگیوں میں سکون، برکت اور عافیت کے دروازے کھلیں، تو ہمیں اس 'مقدس کنجی' کو اپنے عمل میں لانا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'رحمتِ مجسم' ہیں جن کے در سے وابستگی انسان کو ہر تنگی سے نکال کر رب کے وسیع فضل و کرم کی وادیوں میں پہنچا دیتی ہے۔''

سَیِّدُنَا مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

جنت کی کنجی اور دارِ سلامتی کا دروازہ کھولنے والے

''مِفتاح'' چابی کو کہتے ہیں، تو ''مِفتاحُ الجنۃ'' کا مطلب ہے: ''جنت کی کنجی''۔

وہ ہستی جس کے بغیر جنت کا دروازہ نہ کھلے۔ حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے، تو دربانِ جنت پوچھے گا: ''آپ کون ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمائیں گے: ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)''۔ فرشتے عرض کریں گے: ''مجھے حکم دیا گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے یہ دروازہ کسی کے لیے نہ کھولوں''۔ (صحیح مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ''مفتاح الجنۃ'' ہونا امت کے لیے سب سے بڑی ڈھارس ہے:

کائنات کی تمام مخلوقات میں سے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی جنت میں داخل ہوں گے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت داخل ہوگی۔

جنت کی بنیادی شرط ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے، یعنی توحید کے ساتھ ساتھ رسالت کا اقرار ہی وہ چابی ہے جو جنت کا تالا کھولتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع ہی وہ راستہ ہے جو سیدھا جنت کی طرف جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''میری تمام امت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا''۔ صحابہ نے پوچھا: ''انکار کس نے کیا؟'' فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (جنت سے) انکار کیا''۔

عارفین فرماتے ہیں کہ جنت محض ایک مکان نہیں بلکہ اللہ کا قرب ہے، اور اللہ کے قرب کا دروازہ صرف ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' نامی کنجی سے کھلتا ہے۔ جس کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ہے، اس کے پاس جنت کی چابی موجود ہے۔

''اسمِ گرامی 'مفتاح الجنۃ' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ جنت محض تمناؤں سے نہیں

بلکہ غلامیِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ حشر کی تپش کے بعد ہمارے لیے جنت کے ٹھنڈے دروازے کھلیں، تو ہمیں اپنی زندگیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'لازوال کنجی' ہیں جن کے نام کی برکت سے کائنات کا مقدر چمک اٹھا اور جن کے نقشِ قدم پر چل کر ہی بندۂ خاکی عرشِ بریں کی وسعتوں اور جنت کی ابدی نعمتوں کا حق دار ٹھہرتا ہے۔''

سَیِّدُنَا عَلَمُ الْاِیْمَانِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ایمان کا نشان اور علامت

عَلَم عربی میں ''علم'' کے دو معنی ہیں؛ ایک ''جھنڈا یا نشان'' اور دوسرا ''بلند پہاڑ یا راستہ دکھانے والا نشان''۔

عَلَمُ الْاِیْمَان وہ ہستی جو ایمان کی علامت ہو۔ جس کو دیکھ کر ایمان کی حقیقت واضح ہو جائے اور جس کی ذات ایمان کے لشکر کا بلند ترین پرچم ہو جس طرح کسی لشکر کی پہچان اس کے جھنڈے (علم) سے ہوتی ہے، اسی طرح مومن کی پہچان اور ایمان کی حقیقت حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس سے جڑی ہوئی ہے۔

ریگستانوں میں بلند نشان (عَلَم) اس لیے لگائے جاتے تھے تاکہ مسافر راستہ نہ بھٹکیں۔ انسانیت جب کفر و شرک کی تاریکیوں میں بھٹک رہی تھی، تو اللہ نے آپ ﷺ کو ''عَلَمُ الْاِیْمَانِ'' بنا کر بھیجا تاکہ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ کر صراطِ مستقیم پا سکیں۔

آپ ﷺ کا ''عَلَمُ الْاِیْمَانِ'' ہونا دین کی بنیاد ہے

ایمان نام ہی حضور ﷺ کی تصدیق کا ہے۔ اللہ پر ایمان تب تک مکمل نہیں ہوتا جب تک ''محمد رسول اللہ ﷺ'' پر ایمان نہ لایا جائے۔ جیسے کسی فوج کا جھنڈا (عَلَم) یہ بتاتا ہے کہ یہ لشکر کس کا ہے، اسی طرح آپ ﷺ کی ذات یہ بتاتی ہے کہ ایمان کیا ہے۔ آپ ﷺ ہی وہ معیار ہیں جس سے کفر اور ایمان کے درمیان تمیز ہوتی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے نزدیک ایمان کا بلند ترین درجہ آپ ﷺ کی محبت تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔

جس طرح اندھیری رات میں بلند پہاڑ یا روشن نشان مسافر کو راستہ دکھاتا ہے، اسی طرح فتنوں کے دور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت وہ ''علَم'' (نشان) ہے جسے دیکھ کر انسان گمراہی سے بچ سکتا ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ایمان ایک جسم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت اس کی روح ہے۔ ''عَلَمُ الْإِيمَانِ'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر اور اتباع ہے، وہیں ایمان کی موجودگی کی علامت ہے۔

''اسمِ گرامی 'عَلَمُ الْإِيمَانِ' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ ایمان کی عمارت کی بنیاد اور اس کا بلند ترین مینارہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم اپنے ایمان کو پرکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ہمارا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سے کتنا گہرا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مقدس نشان' ہیں جو ہمیں ہر شک و شبہ سے نکال کر یقین کی اس منزل تک پہنچا دیتے ہیں جہاں بندہ اپنے رب کا محبوب بن جاتا ہے۔''

سَیِّدُنَا عَلَمُ الْیَقِیْنِ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

یقین کا مرکز اور پہچان

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ "عَلَم" کے معنی نشان، علامت یا بلند مینار کے ہیں، تو "عَلَمُ الْیَقِیْنِ" کا مطلب ہوا: "یقین کا نشان" یا "وہ ہستی جس کے ذریعے یقین کی منزل تک پہنچا جائے"۔

وہ پختہ علم جس میں شک کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ مفسرین یقین کے تین درجے بتاتے ہیں: علم الیقین (سن کر یقین)، عین الیقین (دیکھ کر یقین) اور حق الیقین (تجربہ کر کے یقین)۔

یہ تینوں مدارج آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی میں طے ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ نشان ہیں جو علم کو یقین میں بدل دیتے ہیں۔

یقین وہ کیفیت ہے جس میں کسی حقیقت کے بارے میں کوئی ادنیٰ سا شک بھی باقی نہ رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو "عَلَمُ الْیَقِیْنِ" اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غیب کی خبروں (اللہ کی ذات، جنت، دوزخ، ملائکہ) کو اس طرح بیان فرمایا اور اپنی زندگی سے ثابت کیا کہ وہ محض خبریں نہ رہیں بلکہ مومنین کے لیے "عین الیقین" بن گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ہستی ہیں جو یقین کے ان تمام درجوں پر فائز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شب معراج کے سفر میں جنت، دوزخ اور عرشِ الٰہی کا مشاہدہ فرمایا (عین الیقین) رب ذوالجلال کو دیدار کیا اور کائناتی اسرار کا مشاہدہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عین الیقین اور حق الیقین کے اس بلند مقام پر فائز کر دیا گیا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہر بات یقین کی معیار بن گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دی ہوئی خبر ہی امت کے لیے "یقین" کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا "عَلَمُ الْیَقِیْنِ" ہونا شک کے بادلوں کو چھٹانے والا ہے

معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام حقیقتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جن پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی محض سنی سنائی بات نہیں بلکہ ''عین الیقین'' پر مبنی ہے۔

جس کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جڑ گیا، اس کے دل سے کفر اور وسوسوں کے اندھیرے ختم ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت خود اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ حق ہے اور اس کا دین برحق ہے۔

جس طرح میدانِ جنگ میں جھنڈا (عَلَم) سپاہیوں کو یہ یقین دلاتا ہے کہ ان کا قائد موجود ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مومنوں کو ہر مشکل میں اللہ کی نصرت پر یقین دلاتی ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ یقین کا سورج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ مبارک سے طلوع ہوتا ہے۔ جو جتنا زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوتا ہے، اس کا اللہ پر یقین اتنا ہی پختہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی ہی وہ راستہ ہے جو ''حق الیقین'' کی منزل تک لے جاتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'عَلَمُ الْيَقِينِ' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ واحد ہستی ہیں جن کی پیروی ہمیں اندھیروں سے نکال کر نورِ یقین تک پہنچاتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ایمان کی شمع کبھی مدھم نہ ہو، تو ہمیں اس 'نشانِ حق' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لو لگانی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس مینارہ' ہیں جس کی روشنی میں آخرت کے پوشیدہ حقائق بھی سورج کی طرح روشن نظر آنے لگتے ہیں اور بندۂ مومن کو وہ سکون نصیب ہوتا ہے جو صرف سچے یقین کا خاصہ ہے۔''

سَیِّدُنَا دَلِیْلُ الْخَیْرَاتِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تمام بھلائیوں اور نیکیوں کی طرف رہنمائی کرنے والے

دلیل: راستہ دکھانے والا، رہبر، یا وہ حجت و ثبوت جس سے منزل کا پتہ چلے۔

الخیرات: ''خیر'' کی جمع، جس میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں، برکتیں، نیکیاں اور راحتیں شامل ہیں۔ سیدنا دلیل الخیرات کا مطلب بھلائیوں کی طرف رہنمائی کرنے والے، نیکیوں کی دلیل اور خیر کے تمام راستوں کے رہنما، یعنی وہ عظیم ہستی جو انسانیت کے لیے خیر کے تمام بند راستوں کو کھولنے والی اور اللہ کی رضا و جنت کی ظرف لے جانے والے ہر عمل کہ نشاندہی کرنے والی ہو۔

آپ ﷺ کو ''دلیل الخیرات'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ کائنات میں خیر اور بھلائی کا کوئی ایسا راستہ نہیں ہے جس کی نشاندہی آپ ﷺ نے نہ فرمائی ہو۔ آپ ﷺ وہ رہبر ہیں جو انسانیت کا ہاتھ پکڑ کر اسے دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ: وَ یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (العمران: ۱۰۴) وہ نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ہر سنت ہر حدیث (خیر) کی طرف ایک مستقل دلیل ہے۔

آپ ﷺ کا ''دَلِیْلُ الْخَیْرَاتِ'' ہونا ہر مومن کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

آپ ﷺ نے امت کو وہ تمام کام بتا دیے جو اللہ کی رضا کا سبب ہیں اور ان تمام شرور سے آگاہ کر دیا جو انسان کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے صرف زبان سے خیر کی طرف نہیں بلایا، بلکہ اپنی زندگی کو ''خیرِ محض'' بنا کر دکھا دیا تا کہ لوگ آپ ﷺ کے نقشِ قدم پر چل کر خیر پا سکیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت معیشت میں برکت، معاشرت میں امن اور آخرت میں جنت کی ''دلیل'' (رہنما) ہے۔

اسی نام کی مناسبت سے امام جزولی رحمۃ اللہ علیہ نے درود و سلام کا مشہور مجموعہ ''دلائل الخیرات'' تالیف کیا، جسے صدیوں سے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں۔ اس کتاب کا نام ہی اس بات کا اعتراف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا خیرات تک پہنچنے کی سب سے بڑی دلیل اور ذریعہ ہے۔ امام جزولی نے یہ ثابت کیا کہ اللہ تک پہنچنے کے جتنے بھی راستے ہیں ان سب کی دلیل اور کنجی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور درود بھیجنا ہے،

عارفین فرماتے ہیں کہ ''خیر'' دراصل اللہ کی صفت ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صفت کے سب سے بڑے مظہر ہیں۔ جو شخص خیر کا طلبگار ہے، اسے ''دلیل الخیرات'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ کر کہیں بھی خیر نہیں مل سکتی۔

''اسمِ گرامی 'دلیل الخیرات' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ واحد ہستی ہیں جن کی پیروی ہمیں ہر قسم کے شر سے بچا کر خیرِ کثیر تک پہنچاتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم اپنی زندگیوں کو برکتوں اور نیکیوں سے بھرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس 'مقدس رہبر' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلی تھامنی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'عظیم رہنما' ہیں جن کے نقشِ قدم پر چلنے والا کبھی ناامید نہیں ہوتا اور جسے منزلِ مراد تک پہنچنے کے لیے کسی دوسرے سہارے کی ضرورت نہیں رہتی۔''

سَیِّدُنَا مُصَحِّحُ الْحَسَنَاتِ (ﷺ)

نیکیوں کو درست کرنے اور ان کا اجر دلانے والے

مُصَحِّح: لفظ ''صحت'' سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں ''درست کرنے والا''، ''تقسیم کرنے والا''، ''غلطیوں کو دور کرنے والا'' یا ''عیب سے پاک کرنے والا''۔

الحسنات ''حسنہ'' کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں ''نیکیاں، خوبیاں اور بھلائیاں''۔

یعنی ''مُصَحِّحُ الْحَسَنَاتِ'' وہ ہستی جو اعمال کی تصحیح فرمائے۔ جو انسانیت کے اعمال کی نوک پلک سنوارنے والی ہو، اور نیکی کے تصورات کو جاہلانہ رسومات سے پاک کر کے اسے رضائے الٰہی کے سانچے میں ڈھال دے، یعنی وہ اعمال جن میں انسانی کوتاہی یا ریاکاری شامل ہو، آپ ﷺ کی سنت کی اتباع انھیں خالص اور قبولیت کے قابل بنا دیتی ہے۔

آپ ﷺ کا ''مُصَحِّحُ الْحَسَنَاتِ'' ہونا امت پر ایک بڑا احسان ہے

آپ ﷺ کو ''مُصَحِّحُ الْحَسَنَاتِ'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے آ کر نیکیوں اور اچھے کاموں (حسنات) کے تصور کو درست فرمایا۔ جاہلیت کے دور میں لوگ بہت سے کاموں کو اچھا سمجھتے تھے لیکن ان کی بنیاد غلط تھی، آپ ﷺ نے ان کاموں کی اصلاح فرمائی اور انھیں اللہ کی بارگاہ میں قبولیت کے لائق بنایا۔ قرآنِ پاک میں فرمایا گیا: لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ (البقرۃ: ۱۷۷) نیکی صرف یہ نہیں کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو۔

لوگ پہلے بھی سخاوت کرتے تھے، لیکن شہرت کے لیے۔ آپ ﷺ نے بتایا کہ نیکی تب ''حسنہ'' (خوبی) بنتی ہے جب اس میں اخلاص ہو۔ آپ ﷺ نے نیت کی تصحیح کر کے عام اعمال کو بھی عظیم نیکی بنا دیا۔ آپ ﷺ نے سکھایا کہ نیکی صرف ظاہری عمل کا نام نہیں بلکہ

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔ یوں آپ ﷺ نے امت کی نیکیوں کی بنیاد کو درست فرمایا۔

آپ ﷺ سے پہلے بھی لوگ خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے، لیکن مشرکانہ طریقے سے۔ آپ ﷺ نے ان کی اصلاح فرمائی اور عبادت کا وہ درست طریقہ سکھایا جو اللہ کو پسند ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا''۔ آپ ﷺ نے عبادات کے طریقوں کو عیب اور بدعت سے پاک کر کے درست فرمایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں''۔ آپ ﷺ نے انسانی خوبیوں کو جلا بخشی اور انھیں رضائے الٰہی کے سانچے میں ڈھالا۔ قیامت کے دن بندوں کی نیکیاں آپ ﷺ کی سنت کے ترازو میں تولی جائیں گی۔ جس نیکی کی تصحیح آپ ﷺ کی مہر سے ہو چکی ہوگی، وہی بارگاہِ الٰہی میں ''حَسَنہ'' تسلیم کی جائے گی۔

علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی غلامی اور آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا وہ عمل ہے جو ہمارے ٹوٹے پھوٹے اور ناقص اعمال کی بھی ''تصحیح'' کر دیتا ہے۔ یعنی جب ایک گنہگار امتی آپ ﷺ کے وسیلے سے نیکی کرتا ہے، تو آپ ﷺ کی برکت سے اللہ اس کی خامیوں کو نظر انداز فرما کر اسے بہترین نیکی (حَسَنہ) بنا دیتا ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ کوئی بھی نیکی اس وقت تک اللہ کی بارگاہ میں ''حسنہ'' (خوبی) نہیں بنتی جب تک وہ حضور ﷺ کے لائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ ہو۔ آپ ﷺ کی مہرِ تصدیق ہی کسی عمل کو ''مقبول نیکی'' بناتی ہے۔

''اسمِ گرامی 'مصحح الحسانات' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ نیکی وہی ہے جسے محمد عربی ﷺ 'نیکی' قرار دیں۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ ہمیں اپنی مرضی کی نیکی کرنے کے بجائے آپ ﷺ کی مرضی کی اتباع کرنی چاہیے۔ آپ ﷺ وہ 'مقدس معیار' ہیں جن کی پیروی ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادتوں کو بھی اللہ کی رضا کا ذریعہ بنا دیتی ہے اور ہمارے اخلاق کو وہ جلا بخشتی ہے کہ انسان فرشتوں سے بھی بلند مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے۔''

سَیِّدُنا مُقِیلُ الْعَثَرَاتِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

لغزشوں سے درگزر کرنے والے

لفظ ''مُقِیل'' کا مادہ ''اقالہ'' ہے، جس کے معنی ہیں: کسی کی لغزش یا غلطی کو درگزر کرنا، بوجھ ہٹا دینا، یا گرے ہوئے کو اٹھانا۔ اور ''الْعَثَرَات'' عثرۃ کی جمع ہے، جس کا مطلب ہے: ٹھوکر لگنا، لغزشیں یا خطائیں ہونا یا نادانی میں کوئی غلطی ہو جانا۔

چنانچہ ''مُقِیلُ الْعَثَرَاتِ'' وہ ہستی جو ٹھوکر کھا کر گرنے والوں کو سنبھال لے اور ان کی خطاؤں سے چشم پوشی فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''مُقِیلُ الْعَثَرَاتِ'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گناہگاروں کی ٹھوکروں کو معاف کرنے والے اور ان کی لغزشوں سے درگزر فرما کر انھیں دوبارہ عزت کا مقام عطا کرنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وہ ہے جو مایوس انسانوں کو سہارا دے کر انھیں اللہ کی رحمت سے جوڑ دیتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''مُقِیلُ الْعَثَرَاتِ'' ہونا امت کے لیے جائے پناہ ہے

تاریخ گواہ ہے کہ بڑے سے بڑے دشمن جب اپنی خطاؤں کا بوجھ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی ٹھوکروں (عثرات) کو معاف فرما دیا اور انھیں ماضی کی ندامت سے نکال کر مستقبل کی امید عطا کی۔ فتحِ مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام معافی کا اعلان اس اسم کی عملی تصویر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتحِ مکہ کے دن ان لوگوں کو بھی ''لا تثریب علیکم الیوم'' کہہ کر معاف فرما دیا جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لہولہان کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمنوں کی بڑی سے بڑی لغزشوں پر معافی کا قلم پھیر دیا۔

یہ اسمِ مبارک بتاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے گناہگاروں کو ان کے حال پر

نہیں چھوڑتے، بلکہ اپنی دعاؤں اور شفاعت کے ذریعے انھیں گناہوں کی پستی سے نکال کر بلندی کی طرف لے جاتے ہیں۔

جب ایک امتی اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر آپ ﷺ کا وسیلہ لیتا ہے، تو اسے یہ اطمینان ہوتا ہے کہ میرا آقا ﷺ میری لغزشوں کو معاف کرانے والا (مقیل) ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ کائنات میں اللہ کے بعد اگر کوئی ہستی بندے کی پردہ پوشی کرتی ہے اور اسے گرنے سے بچاتی ہے، تو وہ حضور ﷺ کی ذات ہے۔ آپ ﷺ کی نسبت ہی وہ سہارا ہے جو ہمیں ناامیدی کی کھائی میں گرنے سے بچائے رکھتی ہے۔ شفیق یعنی مقیل العثرات اس باپ کی مانند ہے جو بچے کو ٹھوکر لگنے پر ڈانٹنے کی بجائے اسے گلے سے لگا کر جھاڑتا ہے اور دوبارہ چلنا سکھاتا ہے، آپ ﷺ نے انسانیت کی وہ مٹی جھاڑی جو صدیوں کی جہالیت سے لگی تھی اور اسے اشرف المخلوقات کے رتبے پر دوبارہ فائز کر دیا۔

''مُصَحِّحُ الْحَسَنَاتِ'' کے طور پر آپ ﷺ ہماری نیکیوں کی اصلاح فرماتے ہیں تا کہ وہ قبول ہو جائیں۔ ''مُقِیْلُ الْعَثَرَاتِ'' کے طور پر آپ ﷺ ہماری برائیوں اور لغزشوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں تا کہ ہم ہلاک نہ ہوں۔

''اسمِ گرامی 'مقیل العثرات' اس بے پایاں رحمت کا عنوان ہے جو گناہ گاروں کے لیے جائے پناہ ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام مایوسی کا نہیں بلکہ امید کا دین ہے، جس کے مرکز میں ایک ایسی شفیق ہستی ﷺ موجود ہے جو ہماری لغزشوں پر ہمیں ٹھکرانے کے بجائے ہمارا ہاتھ تھام لیتی ہے۔ آپ ﷺ وہ 'کریم دستگیر' ہیں جن کے در پر آ کر ہر خطا کار کو معافی کا یقین ملتا ہے اور جس کی غلامی میں انسان اپنی ٹھوکروں کو اپنی اصلاح کا ذریعہ بنا لیتا ہے۔''

سَیِّدُنَا صَفُوْحٌ عَنِ الزَّلَّاتِ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

خطاؤں سے کمال درجے کا درگزر کرنے والے

صَفُوْحٌ: یہ ''صفح'' سے مبالغے کا صیغہ ہے، جس کے معنی ہیں ''انتہائی درگزر کرنے والا''۔ عربی میں ''صفح'' معافی کے اس درجے کو کہتے ہیں جس میں قصوروار کو ملامت بھی نہ کی جائے اور معاملے کو ایسے صاف کر دیا جائے جیسے کبھی ہوا ہی نہ تھا۔

الزَّلَّاتِ: ''زلۃ'' کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں ''لغزشیں، چوک یا نادانستہ خطائیں''۔

پس صَفُوْحٌ عَنِ الزَّلَّاتِ وہ عظیم ہستی ہیں جو دوسروں کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر شفقت کی چادر ڈال دے اور انھیں مکمل طور پر ایسے معاف فرما دے جیسے وہ کبھی ہوئی ہی نہ تھی، قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اسیٔ صفت صفح کو اپنانے کی تلقین کی اور سورۃ الحجر کی آیت ۸۵ میں فرمایا ''فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ'' (تم اچھی طرح درگزر کرو)

عربی زبان میں ''عفو'' کا مطلب ہوتا ہے گناہ کی سزا کو ختم کر دینا، لیکن ''صفح'' اس سے اعلیٰ مقام ہے۔ اس کا مطلب ہے گناہ کو نہ صرف معاف کرنا بلکہ اسے دل سے بالکل محو کر دینا اور مجرم کو شرمندہ بھی نہ کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''صَفُوْح'' ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گناہوں کو اس طرح معاف فرماتے ہیں کہ گناہگار کو احساسِ کمتری سے نکال کر دوبارہ وقار عطا کر دیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ''صفوح'' ہونا کائنات کے لیے ایک مثال ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان یہ تھی کہ اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ بڑی سے بڑی تکلیف دینے والوں کو بھی ''صفحِ جمیل'' (خوبصورت درگزر) کے ساتھ معاف فرما دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گناہگار امتیوں کی لغزشوں پر پردہ ڈالتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں ان کی بخشش کی دعا فرماتے ہیں۔

ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چادر مبارک کو اتنی سختی سے کھینچا کہ گردن پر نشان پڑ گئے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غصہ فرمانے کے بجائے مسکرا کر اس کی ضرورت پوری کرنے کا حکم دیا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''صفح'' کا مقام ''عفو' (معافی) سے بلند ہے۔ معاف کرنے میں بدلہ چھوڑ دیا جاتا ہے، لیکن ''صفح'' میں برا سلوک کرنے والے کے ساتھ ایسا رویہ اپنایا جاتا ہے جیسے اس نے کچھ کیا ہی نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ صفت امت کے لیے امید کی سب سے بڑی کرن ہے۔

مُقِیلُ الْعَثَرَاتِ: یہ صفت ہے گرے ہوئے کو سہارا دے کر اٹھانے کی۔

صَفُوحٌ عَنِ الزَّلَّاتِ: یہ صفت ہے غلطی کرنے والے کو شرمندگی سے بچانے اور اسے دوبارہ گلے لگانے کی۔

''اسمِ گرامی 'صفوح عن الزلات' اس بے پایاں سمندر کا عنوان ہے جس میں گناہ گاروں کی لغزشیں غرق ہو کر مٹ جاتی ہیں۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام انتقام کا نہیں بلکہ درگزر کا دین ہے، جس کے ہادی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پتھر کھا کر بھی دعائیں دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'عظیم پیکرِ حلم' ہیں جن کے سایہِ عفو میں آ کر بڑے سے بڑا مجرم بھی تائب ہو جاتا ہے اور جس کی پیروی ہمیں اپنے بھائیوں کی خطاؤں کو بھلا کر محبتیں بانٹنے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الشَّفَاعَۃِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وہ ہستی جنھیں قیامت کے دن شفاعتِ کبریٰ کا حق دیا گیا

صاحب: مالک، حقدار یا وہ ہستی جس کے پاس کوئی چیز یا اختیار ہو۔

الشفاعۃ: اس کا مادہ ''شفع'' ہے جس کے معنی ہیں ''جوڑا بنانا''۔ اصطلاح میں کسی کی سفارش کرنا تا کہ اسے نفع ملے یا اس سے نقصان دور ہو۔

گویا ''صَاحِبُ الشَّفَاعَۃِ'' وہ ہستی ہے جو اپنا رابطہ گناہگار کے ساتھ جوڑ دیتا ہے تا کہ وہ تنہا نہ رہے۔ جس کے پاس سفارش کا عظیم ترین حق ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے''۔

جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں رسولوں کا قائد ہوں اور یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا، اور میں خاتم النبین ہوں اور مجھے اس ہر کوئی فخر نہیں اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت قبول کی جائے گی اور میں یہ بات فخر کی راہ سے نہیں کہتا۔ (طبرانی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''صاحبُ الشفاعۃ'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جب تمام لوگ ''نفسی نفسی'' کے عالم میں ہوں گے اور انبیاء کرام بھی اللہ کے جلال کے سامنے لرز رہے ہوں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حق دیا ہوگا کہ وہ اپنی امت (اور پوری انسانیت) کے لیے سفارش فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت امت کے لیے عافیت کا سب سے بڑا سہارا ہے۔

قیامت کے دن جب حساب کتاب شروع ہونے میں تاخیر ہوگی اور لوگ پریشان ہوں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام محمود پر تشریف لے جائیں گے اور سجدہ ریز ہو کر اللہ تعالیٰ کی

طویل حمد وثنا بیان کریں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی حمد وثنا کے وہ کلمات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں ڈال دیں گے جو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتائے پھر ارشاد ہوگا، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اٹھایئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفارش کریں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش قبول کی جائے گی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ جو مجھ پر درود پڑھتا ہے، قیامت کے دن میں اسکا شفیع ہوں گا۔(ابوداود)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے بڑے گناہ کیے ہوں گے''۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا کمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گناہگار امتیوں کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف گناہوں کی معافی کی نہیں، بلکہ نیک لوگوں کے درجات کی بلندی کے لیے بھی شفاعت فرمائیں گے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ 'صاحب الشفاعہ' وہ ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان ٹوٹے ہوئے تعلق کو جوڑ دے۔ کل محشر میں جب کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، تب صرف ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کی شفاعت ہی کام آئے گی۔

''اسمِ گرامی 'صاحب الشفاء' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ انسانیت کی بقا اور صحت صرف درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی میں ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہمارا معاشرہ اخلاقی یا روحانی طور پر بیمار ہو جائے، تو اس کا علاج کسی فلسفے میں نہیں بلکہ اس 'طبیبِ برحق' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسخہِ کیمیا (سنت) میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس مسیحا' ہیں جن کی ایک نگاہِ کرم مایوس مریضوں کو جینے کی امنگ عطا کرتی ہے اور جن کا نام لینے سے روح کو وہ قرار ملتا ہے جو دنیا کی کسی دوا میں میسر نہیں۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْمَقَامِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مقامِ محمود (بلند ترین مرتبہ) والے

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کے صاحب کا مطلب ''مالک'' ''والا'' یا ''اختیار'' رکھنے والا ہے اور'' المقام'' سے مراد وہ خاص مقام، جگہ، مرتبہ یا منصب جہاں کوئی ہستی فائز ہو۔ یہاں المقام سے مراد وہ استسنائی عظمت ہے جو کائنات میں کسی اور کو میسر نہیں۔ صَاحِبُ الْمَقَامِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مطلب ہے'' مقام والے'' یا'' مرتبے والے''۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مقام اور ہر مرتبے کے صاحب ہیں، لیکن جب یہ لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے مراد وہ'' مقامِ محمود'' ہوتا ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ہے۔

''عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا '' (قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے) (بنی اسرائیل ۷۹:)۔

یہ وہ درجہ ہے جو پوری کائنات میں صرف ایک ہی شخصیت کے لیے مخصوص ہے، اور وہ شخصیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حدیثِ مبارکہ کے مطابق، یہ جنت کا سب سے اونچا مقام ہے جو اللہ کے ایک خاص بندے کے لیے ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: '' مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔''

اس کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا'' صاحبِ مقام'' ہونا مختلف پہلوؤں سے نمایاں ہے۔

مقامِ معراج، وہ مقام جہاں حضرت جبرائیلؑ کے پر بھی جلنے لگے (سدرۃ المنتہیٰ)، وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا تشریف لے گئے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مقام ہے جو کسی اور انسان یا فرشتے کو نہیں ملا۔

مقامِ امامت، بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت

کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقام تمام رسولوں کے امقام سے مقدم اور بلند ہے۔

مقامِ قرب، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے سب سے زیادہ مقرب ہیں۔ کائنات کے ہر مرتبے کی انتہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں سے شروع ہوتی ہے۔

مقام، شفاعت، قیامت کے دن جب سب لوگ پریشان ہوں گے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اس خاص مقام سے شفاعت کا آغاز کریں گے جو اس سے پہلے کسی کو عطا نہیں کیا گیا ہوگا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''صاحبِ مقام'' وہ ہے جس کا مقام کبھی زائل نہ ہو۔ دنیا کے تمام عہدے اور مقامات عارضی ہیں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقام ازلی بھی ہے اور ابدی بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر مقام پر (دنیا، برزخ اور حشر) صاحبِ اختیار ہیں۔

''اسمِ گرامی 'صاحب المقام' اس لازوال رفعت کا عنوان ہے جو خالق نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمائی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم حقیقی بلندی اور مقام چاہتے ہیں تو ہمیں اس 'مقدس ہستی' صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی اختیار کرنی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'بلند مرتبہ رہبر' ہیں جن کے قدموں کی دھول بننا بھی بڑے بڑے مراتب سے بہتر ہے، اور جن کا 'مقامِ محمود' ہی کائنات کی آخری پناہ گاہ اور مومن کی آخری امید ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْقَدَمِ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

ثابت قدم رہنے والے، سبقت لے جانے والے

عربی زبان میں ''قَدَم'' کے لغوی معنی پاؤں (جس سے چلتے ہیں) کے ہیں دوسرا ''پہلے ہونا'' یا ''کسی مرتبے پر فائز ہونا''، لیکن استعارہ کے طور پر ثابت قدمی، سبقت اوّل اعلیٰ مرتبے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (جیسے قرآن میں 'قدمِ صدق' کا ذکر ہے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ''صاحبُ القدم'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کائنات کی وہ واحد ہستی ہیں جو ہر امتحان میں سب سے زیادہ ثابت قدم رہی جن کے قدم مبارک وہاں تک پہنچے جہاں نہ کسی فرشتے کے پر پہنچ سکے اور نہ کسی اور نبی کی رسائی ہوسکی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معراج اور ثابت قدمی کا نشان ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ''صاحبِ قدم'' ہونا کئی جہتوں سے منفرد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ واحد ہستی ہیں جن کے قدموں نے عرشِ بریں کو چھوا۔ جہاں حضرت جبرائیلؑ کے پر رک گئے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدمِ مبارک آگے بڑھے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ عرش کو زینت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں سے ملی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دینِ حق کی تبلیغ میں اس قدر ثابت قدم رہے کہ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ سکتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں میں لغزش نہ آئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جہاں قدم رکھتے، وہ زمین بقعۂ نور بن جاتی۔ حلیمہ سعدیہ کے گھر سے لے کر مدینہ کی گلیوں تک، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں نے خاک کو کیمیا بنادیا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''صاحبِ قدم'' وہ ہے جس کے نقشِ قدم پر چلنا ہی صراطِ مستقیم ہے۔ جس نے اپنے قدموں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقشِ قدم میں رکھ دیا، وہ کبھی بھٹک نہیں سکتا۔

آپ ﷺ کی غلامی ہی وہ ''مقامِ قدم'' ہے جہاں سے کامیابی شروع ہوتی ہے۔

''اسمِ گرامی 'صاحب القدم' اس بے مثال استقامت کا عنوان ہے جو صرف ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کا خاصہ ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم دین کی راہ میں ثابت قدمی چاہتے ہیں تو ہمیں ان 'مقدس قدموں' کے نشانات کی پیروی کرنی ہوگی۔ آپ ﷺ وہ 'عظیم رہبر' ہیں جن کے نقشِ قدم پر چلنے والا کبھی بھٹک نہیں سکتا اور جس کے قدموں کی خاک بننا ہی مومن کے لیے دنیا و آخرت کی سب سے بڑی سعادت ہے۔''

سَیِّدُنَا مَخْصُوْصٌ بِالْعِزِّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

عزت اور غلبہ کے لیے خاص کیئے گئے

مَخْصُوْصٌ بِالْعِزِّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مطلب ہے ''وہ ہستی جسے عزت کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہو''۔یعنی کائنات میں عزت کی جتنی بھی قسمیں ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کے لیے ہی چنی گئی ہیں۔عربی میں ''عِزّ'' کا مطلب ہے غلبہ، قوت، اور وہ بلند مقام جس تک کسی کی رسائی نہ ہو سکے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہر اس عزت سے نوازا ہے جو کسی بشر کے لیے ممکن ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عزت کا وہ استعارہ ہیں جسے اللہ نے خود ''عزیز'' کہہ کر پکارا ہے۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: ''وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ'' (اور عزت تو اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے)۔(المنافقون:۸)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''عزت کے ساتھ خاص ہونا'' ہمہ جہت ہے۔کیونکہ یہ کسی دنیاوی عہدے یا مال و دولت کی مرہونِ منت نہیں بلکہ عزت الٰہیہ کا عکس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب ابھی کائنات کو تخلیق نہیں کیا تھا، تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ مبارک عرشِ الٰہی پر عزت کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان (وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخصوص بالعز ہونے کی انتہا ہے۔دنیا کا کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جب ہزاروں زبانیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام نہ بھیج رہی ہوں۔جہاں اللہ کا نام آتا ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا جاتا ہے۔یہ وہ عزت ہے جو کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ رعب اور دبدبہ عطا کیا گیا کہ بڑے بڑے جابر بادشاہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لرزتے تھے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت سادہ اور تواضع والی زندگی

گزارتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ مخصوص ہستی ہیں جن کے دین کواللہ نے ادیان پر غالب کردیا اورآپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لائی ہوئی شریعت نے قیصروکسریٰ کے غرورکوخاک میں ملادیا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ کائنات میں جس کوبھی جوعزت ملی ہے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلے سے ملی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عزتوں کے تقسیم کرنے والے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود ''مخصوص بالعز'' ہیں۔جوآپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی میں آتاہے،وہ ذلت سے محفوظ ہوجاتاہے۔

''اسمِ گرامی 'مخصوص بالعز'اس ابدی حقیقت کاعنوان ہے کہ حقیقی بلندی اوروقارصرف اورصرف بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملتاہے۔یہ نام ہمیں سکھاتاہے کہ دنیاوی جاہ وحشمت فانی ہے،لیکن جوعزت اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کوعطا کی ہے،وہ لازوال ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مقدس پیشوا' ہیں جن کی چوکھٹ پر جبینِ نیاز جھکاناہی دراصل کائنات کی سب سے بڑی عزت اورمعراج ہے،اورجن کی نسبت ہی انسان کوذلت کے اندھیروں سے نکال کررفعتوں کے آسمان تک لے جاتی ہے۔''

سَیِّدُنَا مَخْصُوْصٌ بِالْمَجْدِ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

جنھیں مخصوص بزرگی سے نوازا گیا

''مجد'' کے معنی ہیں ''انتہائی بزرگی''، ''شرفِ کامل'' اور ''کشادہ عظمت''۔ عربی میں مجد اس بزرگی کو کہتے ہیں جو آباؤاجداد سے چلی آرہی ہو اور اپنی ذات میں بھی مکمل ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ''مخصُوصٌ بالمَجدِ'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بزرگی اور شرافت کے جتنے بھی کمالات ہو سکتے ہیں، وہ تمام کے تمام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس میں جمع فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کے لیے ''خاص'' کر دیا ہے۔ کائنات میں کسی اور کو وہ ''مجد'' حاصل نہیں جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیا اس قدر بلند ہے کہ کائنات کا کوئی بڑے سے بڑا انسان بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، یہ وہ بزرگی ہے جو اللہ نے صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے خاص فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سید الانبیاء بنا کر اللہ نے ایسی بزرگی سے نوازا کہ قیامت کے روز تمام انبیاء آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جھنڈے (لواء الحمد) کے نیچے جمع ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سخاوت کی وہ بزرگی عطا کی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درِ اقدس سے کوئی بھی خالی نہیں گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کا فیض گناہگاروں کے لیے سب سے بڑی بزرگی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ''مجد'' (بزرگی) کائنات کے ہر گوشے میں عیاں ہے۔

''مجد'' اس شرافت کو کہتے ہیں جو نسل در نسل چلی آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سلسلۂ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام تک بزرگی اور طہارت کا وہ تسلسل ہے جس میں کوئی داغ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود فرمایا: ''میں اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ معزز اور صاحب مجد (بزرگ) گھرانے سے ہوں''۔

آپ ﷺ کی بزرگی کا ایک پہلو آپ ﷺ کا بے مثال کرم اور سخاوت ہے۔ ''مجید'' اس سخی کو بھی کہتے ہیں جس کا فیض عام ہو۔ آپ ﷺ کا دستِ مبارک ہر مانگنے والے کے لیے کھلا رہا اور آپ ﷺ نے بزرگی کا وہ معیار قائم کیا کہ دشمنوں کو بھی معاف فرما دیا۔

ہم ہر نماز میں درودِ ابراہیمی کے آخر میں اللہ کی صفت بیان کرتے ہیں: إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ۔ آپ ﷺ چونکہ اللہ کے سب سے بڑے مظہر ہیں، اس لیے اللہ نے اپنی اس صفتِ ''مجد'' کا کامل عکس آپ ﷺ کی ذات میں رکھا ہے، اسی لیے آپ ﷺ مخصوص بالمُجد ہیں۔

محشر کے میدان میں جب سب کی زبانیں گنگ ہوں گی، اس وقت آپ ﷺ کا ''مجد'' اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہوگا اور ساری کائنات آپ ﷺ کی عظمت کا مشاہدہ کرے گی۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''مجد'' اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کرم اور شرف جمع ہو جائیں۔ حضور ﷺ کریم بھی ہیں اور شریف بھی۔ آپ ﷺ کی بارگاہ سے جڑنے والا کبھی چھوٹا نہیں رہتا، کیونکہ وہ ''صاحبِ مجد'' ﷺ کا غلام بن جاتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'مخصوص بالمجد' اس لافانی بزرگی کا عنوان ہے جو خالقِ کائنات نے صرف اپنے محبوب ﷺ کے لیے پسند فرمائی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حقیقی بزرگی اور شرف کسی خاندان یا مال و دولت میں نہیں، بلکہ اس 'عظیم المرتبہ' رسول ﷺ کی نسبت میں ہے۔ آپ ﷺ وہ 'مقدس سردار' ہیں جن کی بندگی اختیار کرنا ہی دراصل کائنات کی سب سے بڑی بلندی ہے، اور جن کے اسوۂ حسنہ کی پیروی انسان کو پستیوں سے نکال کر حقیقی شرف و بزرگی کے مقام پر فائز کر دیتی ہے۔''

سَيِّدُنَا مَخْصُوْصٌ بِالشَّرَفِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

خاص شرف وفضیلت والے

عربی میں ''شرف'' کے معنی ہیں بلندی، عالی مرتبگی، اور وہ بزرگی جو سب پر نمایاں ہو۔ جب کسی کو ''مخصوص بالشرف'' کہا جاتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تمام تر خوبیوں اور اعزازات کا نچوڑ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں جمع کر دیا ہے۔

وہ ہستی جسے اللہ نے تمام مخلوقات (انسان، جن، فرشتے) پر سب سے بلند شرف عطا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف عطائی بھی ہے اور ذاتی کمالات کا مظہر بھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''شرف'' (شرافت) ہر پہلو سے بے مثال ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف اس قدر بلند ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا: ''میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان اور قبیلہ تمام عرب وعجم میں سب سے زیادہ شریف ومعزز ہے۔

اگرچہ انبیاء بہت سے ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''خاتم النبیین'' ہونے کا وہ شرف حاصل ہے جس کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت تمام زمانوں اور تمام جہانوں کے لیے عام ہے۔

شبِ معراج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ شرفِ قرب حاصل ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''قاب قوسین'' کے مقام تک پہنچے، جو کائنات کا آخری شرف ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''شرف'' دراصل حق تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبولیت کا نام ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے محبوب ترین بندے ہیں، اس لیے کائنات کا کوئی بھی گوشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف سے خالی نہیں۔ جو شخص جتنا زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوتا ہے، وہ

اتنا ہی زیادہ ''شریف'' (معزز) کہلاتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'مخصوص بالشرف' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ کائنات کی تمام تر بلندیاں اور عزتیں ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوکھٹ پر ختم ہوتی ہیں۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم حقیقی عزت اور وقار چاہتے ہیں تو ہمیں اس 'مقدس پیشوا' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے جڑنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'عظیم المرتبہ' رسول ہیں جن کے نام کی برکت سے پستیاں رفعتوں میں بدل جاتی ہیں اور جن کی غلامی میں آنا ہی دراصل انسانیت کا سب سے بڑا اعزاز اور معراج ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْوَسِیْلَةِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وسیلہ (جنت کا بلند ترین درجہ) پانے والے

لغت میں وسیلہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی مقصد تک پہنچا جائے۔ ''الوسیلہ'' جنت کے اس خاص اور بلند ترین مقام کا نام ہے جو صرف ایک ہستی کے لیے مخصوص ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا اور آخرت میں اللہ کی رحمتوں تک پہنچنے کا واحد ''وسیلہ'' ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہی وہ واسطہ ہے جس کے بغیر نہ دعا قبول ہوتی ہے اور نہ ہی جنت کا راستہ ملتا ہے۔

حدیثِ مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ''وسیلہ'' کی وضاحت فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''اللہ سے میرے لیے 'وسیلہ' مانگو، کیونکہ یہ جنت میں ایک ایسا مقام (منزل) ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک ہی بندے کے لائق ہے، اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔'' (صحیح مسلم)

ہر اذان کے بعد ہم جو دعا پڑھتے ہیں اس میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیئے مقام محمود کا سوال کرتے ہیں۔ (آتِ مُحَمَّدًا الوَسِیلَةَ وَالفَضِیلَةَ) (اے اللہ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما)۔ صاحب الوسیلہ وہ عظیم ہستی ہے جو اللہ اور اسکی مخلوق کے درمیان سب سے بڑا اور معتبر ذریعہ ہے، یہ لقب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، قرب الٰہی اور امت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عظیم کی علامت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''صاحبِ وسیلہ'' ہونا امت کے لیے رحمت ہے۔ اللہ تک پہنچنے کا ہر راستہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گلی سے ہو کر گزرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ عظیم وسیلہ ہیں جن کے بغیر نہ

ایمان مکمل ہے اور نہ بندگی۔

''وسیلہ'' وہ مقام ہے جہاں سے آپ ﷺ اللہ کی بارگاہ میں امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ یہ مقام آپ ﷺ کے اللہ کے ہاں انتہائی لاڈ اور قرب کا مظہر ہے۔

ہر دعا اللہ اور بندے کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک کہ صاحبِ وسیلہ ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''وسیلہ'' کا مطلب وہ کڑی وسیلہ وہ ہے جو دو چیزوں کو جوڑ دے۔ حضور ﷺ خالق اور مخلوق کے درمیان وہ مضبوط ترین وسیلہ ہیں کہ جس نے آپ ﷺ کا دامن تھام لیا، اس کا تعلق اللہ سے جڑ گیا۔

''اسمِ گرامی 'صاحب الوسیلہ' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ خالق اور مخلوق کے درمیان ذاتِ مصطفیٰ ﷺ ایک ناگزیر واسطہ ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری بندگی قبول ہو اور ہم جنت کے اعلیٰ مقامات تک پہنچیں، تو ہمیں اس 'مقدس وسیلے' کو تھامنا ہوگا۔ آپ ﷺ وہ 'عظیم الشان زینہ' ہیں جس پر قدم رکھے بغیر کوئی بھی مسافر منزلِ مقصود یعنی رضائے الٰہی تک نہیں پہنچ سکتا۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ السَّیْفِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

باطل کے خلاف تلوار اٹھانے والے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صاحب السیف اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ عظیم ہستی ہیں جنھیں اللہ نے دین کی حفاظت، باطل کے خاتمے اور مظلوموں کی دستگیری کے لیے قوت و جہاد کا منصب عطا فرمایا۔ یہ اسمِ گرامی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ جلال اور ہیبتِ ایمانی کا مظہر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''صاحبُ السیف'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف تبلیغ ہی نہیں فرمائی، بلکہ جب حق کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کی گئیں اور مظلوموں پر ظلم ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم سے تلوار اٹھائی اور کفر و شرک کے نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ یہ اسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''نبیِ ملحمہ'' (جہاد والے نبی) ہونے کی علامت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''صاحبِ سیف'' ہونا ایک عظیم مقصد کے تحت تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باطل کے فتنوں کو کچلنے اور انسانیت کو کفر کے اندھیروں سے نکالنے کے لیے تلوار کا استعمال فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار کبھی کسی معصوم پر نہیں اٹھی، بلکہ ہمیشہ حق کے دفاع میں میان سے نکلی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''نبیِ رحمت'' ہونے کے ساتھ ساتھ ''نبیِ ملحمہ'' (جنگوں والے نبی) بھی ہیں، تاکہ دنیا کو یہ سبق ملے کہ کبھی کبھی امن کے قیام کے لیے تلوار اٹھانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ جب جنگ کی شدت بڑھ جاتی، تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت کے پیچھے پناہ لیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ جنگ میں سب سے زیادہ دلیر اور ثابت قدم رہنے والے ''صاحبِ سیف'' تھے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار دو دھاری تھی؛ ایک ظاہری دشمنوں کے

لیے اور دوسری باطنی دشمن (نفس اور شیطان) کو ذبح کرنے کے لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو وہ ''سیفِ ذکر'' عطا کی جس سے وہ اپنے باطن کے بتوں کو پاش پاش کر سکتے ہیں۔

''اسمِ گرامی 'صاحب السیف' اس غیرتِ ایمانی کا عنوان ہے جو باطل کے سامنے سر جھکانا نہیں جانتی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام صرف گوشہ نشینی کا نام نہیں، بلکہ وقت آنے پر حق کی خاطر میدانِ عمل میں نکلنے کا نام بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'عظیم سپہ سالار' ہیں جنھوں نے تلوار کے ذریعے امن کا وہ راستہ ہموار کیا جہاں کمزور کو بھی جینے کا حق ملا، اور جن کی شجاعت آج بھی مومن کے لہو میں حرارتِ ایمانی پیدا کرنے کا سبب ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْفَضِیْلَةِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تمام فضائل اور خوبیوں کے مالک

اصطلاح میں یہ وہ درجہ ہے جو انسان کو اپنی ہم جنس مخلوق سے ممتاز اور بلند کردے۔

''فضیلت'' کا مطلب ہے کسی صفت میں دوسروں سے بڑھ جانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''صاحبِ فضیلت'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذات، صفات، اخلاق، نسب اور مرتبے میں تمام کائنات (بشمول تمام انبیاء وملائکہ) پر فوقیت عطا فرمائی ہے۔

یہ وہی فضیلت ہے جس کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پہلی آیت کے حوالے میں کیا تھا: ''تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ'' (البقرہ: ۲۸۳)۔

ہم ہر اذان کے بعد دعا کرتے ہیں: ''آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ''

یہاں ''فضیلت'' سے مراد وہ خاص درجہ ہے جو اللہ کی پوری مخلوق میں صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مخصوص ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''صاحبِ فضیلت'' ہونا ہر شعبۂ حیات میں نمایاں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقویٰ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بندگی تمام انبیاء کے کمالات کا مجموعہ ہے۔

تمام انبیاء اپنی اپنی قوموں کی طرف آئے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''رحمت اللّلعالمین'' بنا کر پوری کائنات کے لیے بھیجا گیا۔

دنیا میں کسی کو سخاوت میں فضیلت ملی، کسی کو بہادری میں، کسی کو صبر میں؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وہ ہے جس میں تمام انسانی فضائل اپنے کمال پر پائے جاتے ہیں۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''فضیلت'' دراصل اللہ کا وہ فضل ہے جو کسی محنت سے نہیں بلکہ محض اس کی عطا سے ملتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے فضلِ عظیم کا سب سے بڑا مظہر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''صاحبِ فضیلت'' ہونا اس بات کی ضمانت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے والی امت بھی ''امتِ وسط'' (سب سے بہتر امت) قرار پائے گی۔

''اسمِ گرامی 'صاحب الفضیلہ' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ کائنات کی ہر نیکی اور ہر بڑائی ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دہلیز سے ملتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں ہمارا درجہ بلند ہو، تو ہمیں اس 'مقدس پیشوا' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اختیار کرنی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'بلند مرتبہ رہبر' ہیں جن کی نسبت ہی انسان کو پستیوں سے نکال کر رفعتوں کے اس مقام پر پہنچا دیتی ہے جہاں فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْاِزَارِ (ﷺ)

سادگی اور قناعت کی پیکر

صَاحِبُ الْاِزَارِ (ﷺ) کا مطلب ہے ''تہبند والے''احادیث مبارکہ میں (خصوصاً شمائل ترمزی) میں آتا ہے کہ آپ ﷺ اکثر ازار (تہبند)، اور ردا (چادر) زیبِ تن فرماتے تھے۔ یہ لباس عرب کی سادگی اور جفاکشی کی علامت تھا۔تہبند باندھنا قدیم انبیاء (خصوصاً حضرت موسیٰ) کی سنت رہا حضور ﷺ نے اس سنت کو اپنا کر صاحبِ ازار کی صفت میں بدل دیا۔

یہ اسمِ مبارک بظاہر ایک لباس کا ذکر ہے، لیکن اپنے اندر معرفت اور سنت کے گہرے سمندر چھپائے ہوئے ہے۔ یہ آپ ﷺ کے ان اوصافِ مبارکہ میں سے ہے جو قدیم کتابوں (تورات وانجیل) میں بھی آپ ﷺ کی علامت کے طور پر درج تھے۔

آپ ﷺ کا ''صاحبِ ازار'' ہونا امت کے لیے بڑے اسباق رکھتا ہے

آپ ﷺ کے پاس جب فتوحات کے نتیجے میں خزانوں کے ڈھیر آئے، تب بھی آپ ﷺ نے ریشم وکمخواب کے لباس کے بجائے سادہ سوتی چادروں اور تہبند کو ترجیح دی۔ آپ ﷺ کا تہبند اکثر پیوند لگا ہوا ہوتا تھا۔

تہبند کا استعمال اس دور میں عاجزی کی علامت تھا، جبکہ تکبر کرنے والے بڑے بڑے جبے اور ٹخنوں سے نیچے لٹکتے کپڑے پہنتے تھے۔ آپ ﷺ نے تہبند کو ٹخنوں سے اوپر باندھ کر عاجزی کی سنت قائم فرمائی۔ ریشم کے مہنگے جبوں کے مقابلے میں سادا کپڑا (ازار) پہننا اسی بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا دل دنیا کی رنگینیوں سے پاک تھا، آپ ﷺ صاحبِ تاج بھی تھے اور صاحبِ ازار بھی یعنی شاہی اور درویشی کا حسین سنگھم۔

''ازار'' کا ایک روحانی مفہوم عفت اور پاکدامنی بھی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرم وحیا کے اس مقام پر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تہبند کبھی بے احتیاطی سے بھی نہیں کھلا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تہبند پہننا اس بات کی علامت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو اپنے اوپر سوار نہیں کیا بلکہ اسے صرف ضرورت کی حد تک استعمال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہری دکھاوے کے بجائے باطنی حسن اور سادگی کو رواج دیا۔

''اسمِ گرامی 'صاحب الازار' اس عظیم الشان سادگی کا عنوان ہے جو شاہی محلات کے ریشم واطلس سے کہیں زیادہ پروقار ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حقیقی حسن ظاہری نمود ونمائش میں نہیں بلکہ باطنی پاکیزگی اور بندگیِ الٰہی میں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس زاہد' ہیں جن کے سادہ لباس کی خاک پر کائنات کی تمام رعنائیاں قربان کی جاسکتی ہیں، اور جن کی یہ سادگی قیامت تک کے لیے انسانیت کو قناعت اور شکرگزاری کا سبق دیتی ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْحُجَّةِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ کی طرف سے واضح دلیل لانے والے

''حجت'' اس قطعی دلیل کو کہتے ہیں جو مخالف کو لاجواب کر دے اور حق کو بالکل واضح کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''صاحبُ الحجۃ'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی توحید اور اپنے دین پر وہ دلائل قائم فرمائے جنھیں رہتی دنیا تک کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی ذات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والا قرآن، سب سے بڑی ''حجت'' ہیں۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برہان (واضح دلیل) قرار دیا جو حجت کا ہی ایک پہلو ہے۔ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (النساء: ۱۷۴) اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل (برہان) آ چکی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''صاحبِ حجت'' ہونا ہر اعتبار سے مکمل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی حجت قرآن ہے، جس نے رہتی دنیا تک کے لیے عقلِ انسانی کو چیلنج کر رکھا ہے کہ اس جیسی ایک آیت بھی بنا کر دکھاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن، جوانی اور اعلانِ نبوت سے پہلے ''صادق و امین'' ہونا خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایک ایسی حجت ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں نے بھی تسلیم کیا۔

شقِ قمر سے لے کر انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونے تک، ہر معجزہ ایک ایسی حجت تھی جس نے باطل کے غرور کو پاش پاش کر دیا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات

کے ذریعے حجت قائم فرمائے گا۔آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک پہلو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کی بندگی کیسے کی جاتی ہے۔جو شخص حضور ﷺ کو دیکھ لے یا آپ ﷺ کی تعلیمات کو پالے، اس پر حق واضح ہو جاتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'صاحب الحجہ' اس روشن حقیقت کا عنوان ہے کہ حق کی پہچان کے لیے حضور ﷺ کی ذات ہی کافی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام محض دعووں کا نہیں بلکہ ٹھوس حقائق اور روشن دلائل کا دین ہے، جس کے بانی ﷺ نے انسانیت کو وہ بصیرت عطا کی جہاں شک وشبہ کی کوئی جگہ نہیں۔آپ ﷺ وہ 'مقدس برہان' ہیں جن کی پیروی انسان کو وہ اطمینانِ قلب نصیب کرتی ہے جو صرف سچائی کے مشاہدے سے حاصل ہوتا ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ السُّلْطَانِ (ﷺ)

خداداد قوت اور اقتدار والے

عربی میں ''سلطان'' کے دو بڑے معنی ہیں: ایک ''اقتدار و بادشاہت'' اور دوسرا ''ایسی قوتِ دلیل جو غالب آ جائے''۔ آپ ﷺ کو ''صاحبُ السلطان'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دین اور دنیا دونوں کی سرداری عطا فرمائی۔ آپ ﷺ وہ بادشاہ ہیں جن کی سلطنت صرف زمین کے ٹکڑے پر نہیں، بلکہ لوگوں کے دلوں اور روحوں پر بھی ہے۔

آپ ﷺ کا ''صاحبِ سلطان'' ہونا مختلف جہتوں سے عیاں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سکھایا: ''وَاجْعَلْ لِّي مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا'' (اور میرے لیے اپنی جناب سے ایسا غلبہ/قوت عطا فرما جس کے ساتھ نصرت ہو)۔ اللہ نے آپ ﷺ کی یہ دعا قبول فرمائی اور آپ ﷺ کو وہ اقتدار عطا کیا جس نے کفر کے ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے''۔ ایک ماہ کی مسافت پر موجود دشمن بھی آپ ﷺ کے ''سلطان'' (دبدبے) سے لرزتا تھا۔

آپ ﷺ نے ایک ایسی ریاست قائم فرمائی جہاں اللہ کا قانون نافذ ہوا، اور وہ ''سلطانِ اسلام'' دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا پر چھا گیا۔

سلطان اس علم کو بھی کہتے ہیں جس کا کوئی توڑ نہ ہو۔ آپ ﷺ کے لائے ہوئے قرآن اور دلائل نے باطل کے ہر نظریے کو مغلوب کر دیا، اسی لیے آپ ﷺ ''سلطانِ حق'' ہیں۔

معجزات (جیسے چاند کا ٹوٹنا، سورج کا پلٹنا) اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ نے کائنات کے عناصر پر بھی آپ ﷺ کو ''سلطان'' (اختیار) عطا فرمایا ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''سلطان'' وہ ہے جس کی فرمانبرداری واجب ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سلطانِ محبت ایسا ہے کہ غلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اشاروں پر اپنی جانیں قربان کرنا سعادت سمجھتے تھے۔ یہ وہ بادشاہت ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں۔

''اسمِ گرامی 'صاحب السلطان' اس بے مثال اقتدار کا عنوان ہے جو بندگیِ الٰہی سے پھوٹتا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حقیقی طاقت اور غلبہ صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان اللہ کا ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مقدس حکمران' ہیں جن کے در پر آ کر وقت کے سلاطین بھی فقیری اختیار کرنا باعثِ فخر سمجھتے ہیں، اور جن کی سلطنت رہتی دنیا تک قائم و دائم ہے کیونکہ اسے خود خالقِ کائنات کا سہارا حاصل ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الرِّدَاءِ (ﷺ)

چادراوڑھنے والے

الرِّدَاء: وہ چادر جو جسم کے بالائی حصے (کاندھوں اور سینے) پر اوڑھی جائے۔ عربی ثقافت میں رداوقار، حیااور سرداری کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

آپ ﷺ کو ''صاحبُ الرِّداءُ'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ چادر اوڑھنا آپ ﷺ کی مستقل سنت اور محبوب ترین لباس تھا۔ یہ اسم آپ ﷺ کی شخصیت میں موجود وقار، حیااور سادگی کے حسین امتزاج کو ظاہر کرتا ہے۔

جب پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ گھر تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: (مجھے چادراڑھادو، مجھے کمبل اوڑھادو)۔ اللہ تعالیٰ نے اسی نسبت سے آپ ﷺ کو ''یاایھا المزمل'' اور ''یاایھا المدثر'' (اے چادراوڑھنے والے) کہہ کر پکارا۔ گویا چادراوڑھنا قربِ الٰہی کی ایک علامت بن گیا۔

آپ ﷺ کا ''صاحبِ ردا'' ہونا کئی روحانی پہلو رکھتا ہے:

آپ ﷺ کا چادراوڑھنا آپ ﷺ کی فطری شرم وحیااور متانت کا اظہار تھا۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے۔

یہ اسمِ مبارک اس مشہور واقعے کی یاد دلاتا ہے جب آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہم) کو اپنی کملی (ردا) میں ڈھانپ لیا اور انھیں ''اہلِ بیت'' قرار دیا۔

آپ ﷺ کی ردادراصل اللہ کی رحمت کا سایہ ہے۔

آپ ﷺ کے پاس اکثر یمنی چادر ہوتی تھی جو سادہ مگر نہایت پروقار لگتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت کیا کہ حسن مہنگے لباس میں نہیں بلکہ پہننے والے کی شخصیت میں ہوتا ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ''ردا'' کائنات کے اسرار کو ڈھانپنے والی ہے۔ قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''یا ایھا المزمل'' اور ''یا ایھا المدثر'' (اے چادر اوڑھنے والے) کہہ کر پکارا گیا۔ یہ پکار اللہ کی طرف سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے انتہائی محبت اور قربت کا اظہار ہے۔ الغرض صاحبِ الردا وہ عظیم ہستی ہیں جو نہ صرف ظاہری طور پر سادہ اور پروقار چادر زیبِ تن فرماتے ہیں بلکہ جن کے ردائے رحمت نے پوری کائنات کے گنہگاروں کو اپنے سائے میں لے رکھا ہے۔

''اسمِ گرامی 'صاحب الرداء' اس فقیرانہ شان کا عنوان ہے جو شاہی محلات کے اطلس و دیبا پر بھاری ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام میں اصل بڑائی نمود و نمائش میں نہیں بلکہ عاجزی اور سادگی میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس ہادی' ہیں جن کی کالی کملی اور سادہ چادر کی برکت سے کائنات کی فضائیں مہک رہی ہیں، اور جن کی یہ سادہ پوشی رہتی دنیا تک کے لیے قناعت اور شکرگزاری کا روشن مینارہ ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الدَّرَجَةِ الرَّفِيْعَةِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

بلند ترین مرتبے والے

عربی میں ''درجہ'' مقام و مرتبے کو کہتے ہیں اور ''رفیعہ'' کا مطلب ہے نہایت بلند، ارفع اور اعلیٰ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''صاحبُ الدرجۃ الرفیعہ'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ کائنات میں اللہ کے بعد سب سے بلند مقام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا ہے۔ چاہے وہ دنیا ہو، قبر ہو، حشر ہو یا جنت ہر جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ سب سے فائق ہے۔

وہ ہستی جو اس درجے پر فائز ہے جہاں سے کائنات کے تمام درجات نیچے نظر آتے ہیں۔ اذان کے بعد ہم دعا کرتے ہیں: ''الدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ''، جو اس بات کا اعتراف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رتبہ اللہ کے بعد سب سے بلند ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ''درجہِ رفیعہ'' کے کئی پہلو ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب درجۃ رفیعہ ہیں کیونکہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت کا اعلان خود فرمایا اور کہا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بلند کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو اپنی توحید کے ساتھ جوڑ کر وہ درجہ عطا فرمایا کہ جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ یہی ''رفعتِ ذکر'' ہے۔

شبِ معراج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس درجے پر پہنچے جہاں کائنات کی حد ختم ہو جاتی ہے۔ وہ مقام جہاں فرشتہِ وحی (جبرائیلؑ) کے پر جلتے تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ''درجہِ رفیعہ'' کی ایک جھلک تھی۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے برتر پیدا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ ملائکہ، جنات اور تمام انسانوں سے بلند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور تخلیق میں سب سے پہلے ہے۔

جیسا کہ ہم نے ''وسیلہ'' کے ذکر میں پڑھا، جنت میں ایک ایسا مقام ہے جو عرشِ الٰہی کے سب سے قریب ہے، اسے ہی ''الدرجۃ الرفیعۃ'' کہا جاتا ہے۔ یہ وہ منزل ہے جہاں کسی اور کی رسائی ممکن نہیں۔

قیامت کے دن تمام انبیاء آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے (لواء الحمد) تلے ہوں گے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے برتر فضیلت اور درجے کی علامت ہے۔

''اسمِ گرامی 'صاحب الدرجۃ الرفیعۃ' اس ابدی رفعت کا عنوان ہے جو خالق نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر سجائی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حقیقی بلندی مال و دولت یا دنیاوی عہدوں میں نہیں، بلکہ اس 'بلند مرتبہ' رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'عظیم الشان مینارۂ نور' ہیں جس کی رفعت پر عرش والے بھی درود بھیجتے ہیں، اور جن کی نسبت ہی انسان کو خاک سے اٹھا کر افلاک کی بلندیوں تک لے جاتی ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ التَّاجِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نبوت اور عظمت کا تاج پہننے والے

''تاج'' سے مراد وہ سر کا پہناوا ہے جو بادشاہت اور وقار کی علامت ہوتا ہے۔

اس سے مراد وہ ہستی ہے جو تمام جہانوں کی سردار ہے۔ جو کائنات کی باطنی اور ظاہری سلطنت کی مالک ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت اور سیادتِ کبرا کا ایسا تاج پہنایا ہے جس کی چمک ابد تک ماند نہیں پڑنے والی۔ عربی روایات میں ''تاج'' سے مراد عمامہ مبارک بھی لیا جاتا ہے، کیونکہ عربوں کے نزدیک عمامہ ہی ان کا تاج تھا جو ان کی عزت اور وقار کی علامت تھا۔

آپ ﷺ کا ''صاحبِ تاج'' ہونا کئی جہتوں سے منفرد ہے۔

دنیا کے بادشاہوں کے تاج سونے اور ہیروں کے ہوتے ہیں جو وقت کے ساتھ چھن جاتے ہیں، لیکن حضور ﷺ کا تاج ''نبوت اور رسالت'' کا دائمی تاج ہے جو اللہ نے خود آپ ﷺ کے سرِ اقدس پر سجایا۔

آپ ﷺ ''سید الانبیاء والمرسلین'' ہیں۔ محشر کے میدان میں تمام انبیاء آپ ﷺ کی سیادت کو تسلیم کریں گے، یہ آپ ﷺ کے ''صاحبِ تاج'' ہونے کا عملی ثبوت ہوگا۔

شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ عزت بخشی جو کسی اور کے حصے میں نہ آئی۔ فرشتے آپ ﷺ کی سواری کی رکاب تھامے ہوئے تھے، جو آپ ﷺ کی کائناتی حکمرانی کی علامت ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا تاج دراصل ''تاجِ بندگی'' ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ عاجزی اختیار کی، اسی لیے اللہ نے آپ ﷺ کو تمام

مخلوق کا تاجدار بنا دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بادشاہ ہیں جن کا تخت بوریا تھا لیکن حکم عرشِ بریں تک چلتا تھا۔

''اسمِ گرامی 'صاحب التاج' اس بے مثال عظمت کا عنوان ہے جو شاہی محلات کے سونے اور ہیروں سے جڑے تاجوں کی محتاج نہیں۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حقیقی حکمرانی بندگیِ الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس سلطان' ہیں جن کے پاؤں کی خاک کو سلاطینِ عالم اپنے سر کا تاج بنانا باعثِ سعادت سمجھتے ہیں، اور جن کی غلامی اختیار کرنا ہی دراصل کائنات کی سب سے بڑی سرداری ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْمِغْفَرِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

جنگی ٹوپی (خود) والے

عربی میں ''مِغْفَر'' اس لوہے کی ٹوپی یا زرہ نما ہیلمٹ کو کہتے ہیں جو میدانِ جنگ میں سر کی حفاظت کے لیے پہنی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''صاحبُ المغفر'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی سربلندی کے لیے لڑی جانے والی جنگوں میں اسے زیبِ تن فرمایا۔ یہ اسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''مجاہدِ اعظم'' ہونے کی علامت ہے۔

وہ ہستی جو میدانِ جنگ میں ''مغفر'' زیبِ تن فرماتی تھی۔ یہ اسمِ مبارک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزاتی رعب اور انسانی تدبیر کے امتزاج کو ظاہر کرتا ہے کہ اللہ پر مکمل بھروسہ (توکل) کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہری اسباب اور حفاظت کو کبھی ترک نہیں فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''صاحب مغفر'' ہونا کئی اہم پہلو رکھتا ہے۔

یہ اسم یاد دلاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر بیٹھ کر صرف تبلیغ نہیں کی، بلکہ میدانِ کارزار میں اترے اور سر پر لوہے کی ٹوپی پہن کر عملی طور پر دشمن کا مقابلہ کیا۔

''مغفر'' کا تذکرہ خاص طور پر غزوۂ احد کے اس دردناک لمحے کی یاد دلاتا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغفر کی دو کڑیاں رخسارِ مبارک میں چبھ گئی تھیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لیے دی گئی عظیم قربانیوں کی نشانی ہے۔

روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ اقدس پر ''مغفر'' تھا، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ فاتح اور غلبۂ حق کی علامت تھی۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''مغفر'' لفظ ''غفر'' سے نکلا ہے جس کے معنی پردہ پوشی اور ڈھانپنے کے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی امت کے لیے وہ ''مغفر'' (ڈھال) ہے جو

انھیں فتنوں کے وار سے اور اللہ کے غضب سے بچاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امت کے سروں پر عافیت کا وہ خود ہیں جس کے سائے میں ایمان محفوظ رہتا ہے۔

''صاحبُ التاج'' اور ''صاحبُ المغفر'' کا ربط

علماء فرماتے ہیں کہ یہ کمالِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صاحبِ تاج بھی ہیں (روحانی سلطنت کے بادشاہ)۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صاحبِ مغفر بھی ہیں (میدانِ جنگ کے بہادر سپہ سالار)۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں جمال (نرمی) اور جلال (قوت) کا حسین امتزاج موجود ہے۔

''اسمِ گرامی 'صاحب المغفر' اس عظیم الشان سپہ سالار کا عنوان ہے جس نے جنگ کو وحشت سے نکال کر عدل وانصاف کا پیکر بنا دیا۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ توکل کا مطلب ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنا نہیں، بلکہ اسباب کو اختیار کر کے نتیجہ اللہ پر چھوڑنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مقدس غازی' ہیں جن کا خوُد پہننا بھی کائنات کے لیے ایک عظیم سبق ہے، اور جن کی شجاعتِ ایمانی ہی دراصل مومن کا اصل دفاع اور فلاح کا راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ اللِّوَاءِ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

مرکزی جھنڈے (لواء الحمد) کے مالک

عربی میں ''لِوَاء'' اس بڑے جھنڈے یا پرچم کو کہتے ہیں جو کسی لشکر کے سپہ سالار یا ملک کے سربراہ کے پاس ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ''صاحبُ اللواء'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک خاص پرچم عطا فرمائے گا، جس کے سائے تلے پوری انسانیت جمع ہوگی۔ اسے حدیثِ مبارکہ میں ''لِوَاءُ الْحَمْد'' (حمد کا جھنڈا) کہا گیا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نےٗ فرمایا کہ قیامت کے دن میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور یہ فخر کو طور پر نہیں کہتا اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ بھی میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ''صاحب لواء'' ہونا کئی جہتوں سے اہم ہے۔

جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا، اس وقت تمام انسانیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جھنڈے کے نیچے پناہ ڈھونڈ رہی ہوگی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کائناتی سرداری کا اعلان ہوگا۔

دنیا میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پرچم حق کی سربلندی کا نشان بنا، اور آخرت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھنڈا ہی کامیابی کی واحد ضمانت ہوگا۔

یہ جھنڈا ان لوگوں کے لیے سایہ ہوگا جنھوں نے دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت اور محبت کو سینے سے لگائے رکھا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''لواء الحمد'' دراصل اس بات کا اشارہ ہے کہ اللہ کی حقیقی حمد کا جو جھنڈا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دنیا میں بلند کیا، وہی محشر میں ایک ظاہری صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا۔ جو آج آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لائے ہوئے دین (نشانِ حق) کے پیچھے چلے گا،

وہی کل آپ ﷺ کے جھنڈے کے سائے میں جگہ پائے گا۔ جس طرح دنیا میں لواء سپہ سالار کی علامت ہوتی ہے اسے آخرت میں یہ اسم مبارک آپ ﷺ کے امام الانبیاء اور قائد المرسلین ہونے کی حتمی مہر ہے۔

''اسمِ گرامی 'صاحب اللواء' اس کائناتی سرداری کا عنوان ہے جس کے سائے میں آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک تمام برگزیدہ ہستیاں فخر محسوس کریں گی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ ہماری کامیابی صرف اس 'مقدس پرچم' (اسلام) سے وابستگی میں ہے جسے محمد عربی ﷺ نے تھام رکھا ہے۔ آپ ﷺ وہ 'عظیم علمبردار' ہیں جن کا جھنڈا کبھی سرنگوں نہیں ہوسکتا، اور جس کی پیروی ہی دراصل ذلت کی پستیوں سے نکل کر ابدی وقار پانے کا واحد راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْمِعْرَاجِ (ﷺ)

آسمانوں کی سیر اور اللہ کا قرب پانے والے

صاحب: والا، مالک، یا وہ ہستی جس کے ساتھ یہ واقعہ خاص ہو۔

الْمِعْرَاج: لغت میں العراج کے معنی ''سیڑھی'' یا ''بلندی پر جانے کا آلہ'' کے ہیں۔ اصطلاح میں اس سے مراد وہ سفرِ عظیم ہے جس میں آپ ﷺ رات کے ایک مختصر حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ، اور وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے عرشِ بریں تک تشریف لے گئے۔

آپ ﷺ کو ''صاحبُ المعراج'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ سفرِ جسمانی و روحانی عطا فرمایا جو نہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کو نصیب ہوا اور نہ بعد میں کسی کو ہوگا۔ یہ سفر زمینی مسافتوں (اسراء) سے شروع ہو کر آسمانوں کی وسعتوں (معراج) اور پھر قاب قوسین (قربِ الٰہی) تک پھیلا ہوا ہے۔

آپ ﷺ کا ''صاحبِ معراج'' ہونا معجزات کا معجزہ ہے۔

معراج اس بات کی دلیل ہے کہ کائنات کی ہر چیز (براق، فرشتے، آسمان، عرش) آپ ﷺ کے قدموں کے نیچے ہے۔ آپ ﷺ کائنات کے سیاح بھی ہیں اور اس کے دولہا بھی۔

مسجدِ اقصیٰ میں تمام انبیاء کی امامت فرما کر آپ ﷺ نے ثابت کر دیا کہ آپ ﷺ تمام الہامی سلسلوں کے مرکز و محور ہیں۔

''فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ'' (پھر وہ دو کمانوں کے فاصلے پر رہ گئے بلکہ اس سے بھی کم)۔ یہ وہ مقامِ قرب ہے جس کا تصور بھی انسانی عقل سے باہر ہے۔

اسی معراج کے موقع پر امت کو نماز کا تحفہ ملا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''نماز مومن کی معراج ہے''۔ گویا آپ ﷺ نے اپنے اس خاص شرف (معراج) میں سے اپنی امت کو بھی حصہ عطا فرما دیا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ معراج صرف ایک سفر نہیں تھا بلکہ یہ بشریت کی معراج تھی۔ اللہ نے دکھا دیا کہ اگر انسان ''عبدِ مصطفیٰ ﷺ'' بن جائے تو وہ ستاروں سے آگے کے جہان بھی مسخر کر سکتا ہے۔ امت کے لیے اس معراج کا تحفہ ''نماز'' ہے، جسے ''مومن کی معراج'' کہا گیا ہے۔

''اسمِ گرامی 'صاحب المعراج' اس بے مثال رفعت کا عنوان ہے جس کی گرد کو بھی کوئی دوسرا نہیں پا سکتا۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ انسان کی اصل منزل مٹی کا ڈھیر نہیں بلکہ روح کا وہ عروج ہے جو اسے رب کے حضور معتبر بنا دے۔ آپ ﷺ وہ 'مقدس مسافر' ہیں جن کے قدموں کے نشان عرشِ بریں پر ثبت ہیں، اور جن کی معراج ہی دراصل انسانیت کے لیے ترقی اور قربِ خداوندی کا حقیقی راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْقَضِیْبِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مخصوص عصا (چھڑی) رکھنے والے

''قَضِیب'' لغت میں ایسی پتلی اور لچکدار شاخ یا لاٹھی (عصا) کو کہتے ہیں جو سیدھی اور عمدہ ہو۔ القضیب ایک ایسی باریک اور لچکدار تلوار کو بھی کہا جاتا ہے جو اپنی کاٹ میں بے مثال ہو، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے کی القضیب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مبارک تلوار کا نام تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود ۹ تلواروں مین سے ایک تھی۔ اس لیے یہ اسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی الملحمہ (جنگوں والے نبی) ہونے کی صفت کا مظہر ہے، یعنی وہ ہستی جو باطل کے سامنے سیسہ پلائی دیوار تھی اور جس نے فتنہ وفساد کی جڑوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''صاحبُ القضیب'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اپنے دستِ مبارک میں ایک خوبصورت پتلا سا عصا (لاٹھی) رکھا کرتے تھے۔ یہ عصا صرف چلنے میں سہارے کے لیے نہیں تھا، بلکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقار، منصبِ خطابت اور رعبِ ایمانی کی ایک علامت تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''صاحبِ قضیب'' ہونا کئی اہم معانی رکھتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیتے وقت یا لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے وقت عصا مبارک پر ٹیک لگاتے یا اس سے اشارہ فرماتے تھے۔ یہ ایک عظیم معلم اور مبلغ کی شان ہے۔

فتحِ مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں یہی ''قضیب'' (لکڑی) تھی، جس کے اشارے سے کعبہ کے بت گرتے جا رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھ رہے تھے: ''جاء الحق وزھق الباطل'' (حق آ گیا اور باطل مٹ گیا)۔

ہاتھ میں عصا رکھنا حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیاء کی بھی سنت رہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اس سنت کو اپنا کر ثابت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام انبیائی کمالات کے وارث ہیں۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''قضیب'' دراصل قوتِ ارادی اور سیدھے راستے کی علامت ہے۔ جس طرح لکڑی گرنے والے کو سہارا دیتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات امت کے لیے وہ سہارا ہیں جو اسے گمراہی کے گڑھوں میں گرنے سے بچاتی ہیں۔

''اسمِ گرامی 'صاحب القضیب' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ حق کی طاقت ظاہری لاؤلشکر کی محتاج نہیں ہوتی۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر نیت میں اخلاص اور ہاتھ میں سچائی کا عصا ہو، تو تنہا انسان بھی باطل کے بڑے بڑے بتوں کو پاش پاش کرسکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مقدس رہبر' ہیں جن کے دستِ مبارک کی ایک چھڑی نے کائنات کے نقشے بدل دیے، اور جن کی پیروی ہی دراصل انسانیت کے لیے حقیقی فلاح اور امن کا راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْبُرَاقِ (ﷺ)

براق کی سواری کرنے والے

صاحب: مالک، حقدار، یا وہ ہستی جس کے لیے اسے خاص کیا گیا۔

''بُراق'' عربی لفظ ''برق'' سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں بجلی یا چمک کے ہیں۔ یہ اس سواری کا نام ہے جس پر سوار ہو کر آپ ﷺ نے معراج کا سفر طے فرمایا

آپ ﷺ کو ''صاحبُ البراق'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں سے صرف اپنے محبوب ﷺ کے لیے جنت سے یہ خاص سواری بھیجی۔ یہ سفید رنگ کا ایک نورانی جانور تھا، جس کی رفتار کا عالم یہ تھا کہ جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی، وہیں اس کا اگلا قدم پڑتا تھا۔

آپ ﷺ کا ''صاحب براق'' ہونا کئی اسرار رکھتا ہے۔

اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنا مہمان بنایا اور اس مہمانی کے لیے براق کو سواری مقرر کیا۔ جب براق آپ ﷺ کی ہیبت اور خوشی سے جھومنے لگا تو جبرائیلؑ نے کہا: ''اے براق! کیا تو محمد ﷺ کے سامنے ایسا کرتا ہے؟ خدا کی قسم! تجھ پر آج تک کوئی ایسی ہستی سوار نہیں ہوئی جو اللہ کے ہاں ان سے زیادہ معزز ہو''۔

براق کی رفتار اس بات کی علامت ہے کہ آپ ﷺ کے لیے وقت اور فاصلے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ آپ ﷺ زمان و مکان (Time and Space) کے فاتح ہیں۔

براق کا جنت سے آنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ جنت کے بھی مالک و مختار ہیں اور وہاں کی ہر شے آپ ﷺ کی خدمت کے لیے ہمہ وقت تیار ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''براق'' دراصل عشقِ الٰہی کی علامت ہے۔ جس طرح براق

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لمحوں میں عرش تک لے گیا، اسی طرح اگر کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت نصیب ہو جائے، تو وہ محبت اسے روح کی بلندیوں تک پہنچا دیتی ہے۔

''اسمِ گرامی 'صاحب البراق' اس عظیم الشان سفر کا عنوان ہے جو عقلِ انسانی کی رسائی سے بالاتر ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب اللہ کی نصرت شاملِ حال ہو، تو بڑے سے بڑا فاصلہ بھی پلک جھپکنے میں طے ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس شہسوار' ہیں جن کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیے گئے، اور جن کا یہ سفر رہتی دنیا تک کے لیے انسانیت کی ترقی اور معراجِ روحانی کا ایک روشن استعارہ ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْخَاتَمِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مہرِ نبوت والے

عربی زبان میں ’’خاتَم‘‘ کے دو بنیادی معنی ہیں: ایک ’’انگوٹھی‘‘ اور دوسرا ’’مہر یا اختتام کرنے والا‘‘ عربی زبان میں خاتم کے معنی ہیں مہر یا وہ آلہ جس سے کسی چیز پر مہر لگائی جائے تا کہ اسکی تصدیق ہو یا اسے محفوظ کر دیا جائے، مہر اس انگوٹھی کو بھی کہتے ہیں جسے زینت یا مہر لگانے کے لیے ہاتھ میں پہنا جائے، کسی چیز کے مکمل کر کے اسے بند کرنے کو بھی مہر لگانا کہا جاتا ہے۔۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں یہ تمام معنی کمالِ حسن کے ساتھ موجود ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس جو نبوت کے سلسلے کو ختم کرنے والی ہے اور جس کی مہر کے بغیر اب اللہ کی بارگاہ میں کوئی عمل یا دعویٰ قبول نہیں (خاتم النبیین)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ’’صاحب خاتم‘‘ ہونا دو ظاہری اور باطنی پہلو رکھتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان پشتِ مبارک پر ایک پیدائشی نشان تھا جسے ’’خاتمِ نبوت‘‘ کہا جاتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ آخری نبی ہیں جن کی پیش گوئی تمام انبیاء نے کی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چاندی کی ایک انگوٹھی تھی جس پر ’’محمد رسول اللہ‘‘ کندہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے سرکاری خطوط پر مہر لگاتے تھے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبِ اختیار اور صاحبِ اقتدار ہونے کی علامت تھی۔

جس طرح مہر لگنے کے بعد لفافہ بند ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دین مکمل ہو گیا اور اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ یہ اسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبین ہونے کی علامت ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی اس کائنات کی ''مہر'' ہیں۔ جس طرح کسی دستاویز کی قدر اس پر لگی مہر سے ہوتی ہے، اس کائنات کی قدر و قیمت بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو یہ کائنات ایک بے معنی تحریر ہوتی۔

''اسمِ گرامی 'صاحب الخاتم' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ ہدایت کا سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر مکمل ہو گیا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اب حق کی تلاش میں بھٹکنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ جس ہستی پر اللہ نے اپنی وحی کی مہر لگا دی، وہی صراطِ مستقیم کا آخری اور حتمی راستہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس مہر' ہیں جن کے نام کی برکت سے کائنات کے بند دروازے کھل جاتے ہیں اور جن کی اتباع ہی دراصل کامیابی کی آخری مہر ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْعَلَامَةِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نبوت کی مخصوص علامات والے

''علامہ'' کے معنی ہیں نشانی، علامت یا وہ خاص امتیاز جس سے کسی چیز کو پہچانا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''صاحبُ العلامۃ'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں ایسی بے شمار نشانیاں ظاہر فرمائیں جو پچھلی آسمانی کتابوں میں درج تھیں اور جنھیں دیکھ کر حق کے متلاشیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سراپا ''علامتِ حق'' ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''صاحبِ علامت'' ہونا کئی پہلوؤں سے نمایاں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان موجود ''خاتمِ نبوت'' وہ جسمانی علامت تھی جسے دیکھ کر بحیرہ راہب اور دیگر اہل کتاب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانا۔

تورات، انجیل اور زبور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی مفصل علامات (جیسے حلیہ مبارک، مقامِ ہجرت اور صحابہ کے اوصاف) موجود تھیں کہ اہلِ کتاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر بادل کا سایہ کرنا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہِ انور کی وہ چمک جس سے راتیں روشن ہو جائیں؛ یہ سب وہ علامات تھیں جو پکار پکار کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی گواہی دیتی تھیں۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے وجود کی سب سے بڑی ''علامت'' ہیں۔ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا، اس نے حق کو دیکھ لیا۔ کائنات کی ہر نشانی (آفاق وانفس) دراصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے نور کی ایک جھلک ہے۔

''اسمِ گرامی 'صاحب العلامہ' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ ہدایت کی ہر نشانی ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شروع ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی پر ختم ہوتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم سچائی کی تلاش میں ہیں، تو ہمیں ان 'روشن علامات' (سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھنا ہوگا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لیے چھوڑی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس دلیل' ہیں جن کا وجودِ مسعود ہی خالقِ کائنات کی سب سے بڑی اور سچی نشانی ہے، اور جن کی پیروی ہی دراصل معرفتِ الٰہی کا واحد راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْبُرْهَانِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

واضح معجزہ اور دلیل رکھنے والے

البُرہان: لغت میں ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو اتنی روشن اور واضح ہو کہ اسے کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہ رہے۔ یعنی یہ وہ حجت ہے جو حق اور باطل کے درمیان قطعی فیصلہ کرے۔ قرآن میں عربی لغت میں ''برہان'' اس دلیل کو کہتے ہیں جو اتنی واضح، روشن اور مضبوط ہو کہ اسے دیکھنے کے بعد شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انسانیت کے لیے ''برہان'' قرار دیا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ

''اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل (برہان) آ چکی ہے۔'' (سورہ النساء: 174)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''صاحب برہان'' ہونا مختلف پہلوؤں سے نمایاں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن، جوانی میں صادق وامین ہونا اور نبوت سے پہلے کی زندگی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان کی ایسی برہان تھے کہ بڑے بڑے مخالفین بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار پر انگلی نہ اٹھا سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کی وحدانیت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر برہان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت دیکھ کر عبداللہ بن سلام جیسے صاحبِ علم پکار اٹھے تھے: ''یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب ''برہانِ قاطع'' ہے، جس نے عقلِ انسانی کو ہر دور میں حیران کیا اور حق کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا۔

برہان کا خاصہ یہ ہے کہ یہ شک کو یقین میں بدل دیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات نے صدیوں سے چلے آرہے توہمات اور باطل نظریات کو مٹا کر انسانیت کو یقین کی دولت عطا کی۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''برہان'' وہ نور ہے جو دل کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صاحبِ برہان ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ نورانی شخصیت ہیں جن کے ذریعے بندہ اپنے رب کو پہچانتا ہے۔ بغیر برہانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے، اللہ کی ذات تک پہنچنا ممکن نہیں۔

جیسا کہ ہم نے ''صاحبُ الحجۃ'' کے تحت پڑھا۔

حجت: وہ دلیل ہے جو مخالف کو خاموش کر دے۔

برہان: وہ دلیل ہے جو حقیقت کو واضح اور روشن کر دے (جیسے سورج کی روشنی)۔

''اسمِ گرامی 'صاحب البرہان' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ حق کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام محض قصوں کہانیوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک ایسی 'روشن دلیل' ہے جو دل و دماغ کو تسخیر کر لیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مقدس ثبوت' ہیں جن کے نام کی روشنی میں کائنات کی ہر الجھن سلجھ جاتی ہے، اور جن کی اتباع ہی دراصل وہ 'برہانِ قاطع' ہے جو انسان کو گمراہی کی پستیوں سے نکال کر معرفتِ الٰہی کی بلندیوں تک لے جاتی ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْبَیَانِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

فصیح وبلیغ اور واضح کلام والے

''بیان'' کے معنی ہیں کسی بات کو اس طرح واضح کرنا کہ سننے والے کے دل میں اتر جائے اور حقیقت کھل کر سامنے آ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے، **أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ** (مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں) (صحیح بخاری)

''صَاحِبُ الْبَیَانِ'' وہ ہستی جسے اللہ نے ''جوامع الکلم'' (مختصر الفاظ میں سمندر جتنے معنی) عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا: ''میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''صاحبِ بیان'' ہونا کئی معجزاتی پہلو رکھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح البیان ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی الٰہی کے احکامات کو اپنی زبان مبارک اور عمل سے کھول کر بیان کر کے فرمایا، یعنی قرآن اگر ذکر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکا بیان ہیں۔

عرب اپنی زبان دانی پر فخر کرتے تھے، لیکن جب صاحبِ بیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گفتگو فرمائی تو انھوں نے اعتراف کیا کہ ''اس کلام میں وہ مٹھاس اور وہ رعب ہے جو انسانی کلام میں نہیں ہوسکتا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلنے والا ہر لفظ تراشا ہوا اور پرکشش ہوتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی ذات، صفات، جنت، دوزخ اور کائنات کے وہ حقائق بیان فرمائے جن تک انسانی عقل کبھی نہ پہنچ سکتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''بیان'' حق اور باطل کے درمیان واضح لکیر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں وہ مقناطیسی تاثیر تھی کہ سخت سے سخت دشمن بھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو سنتا تو پکار اٹھتا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہوسکتا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اسے ''بیان'' سکھایا (عَلَّمَهُ الْبَيَانَ)، لیکن اس صفتِ بیان کا کامل ترین ظہور ذاتِ مصطفیٰ ﷺ میں ہوا۔ آپ ﷺ وہ ''زبانِ حق'' ہیں جو خاموش ہوں تو ہیبت، اور گفتگو فرمائیں تو رحمت کے پھول جھڑتے ہیں۔

''صاحبُ البرہان'' اور ''صاحبُ البیان'' کا ربط:

صاحبُ البرہان: آپ ﷺ کی دلیل کی مضبوطی کو ظاہر کرتا ہے۔

صاحبُ البیان: آپ ﷺ کے اندازِ گفتگو اور الفاظ کی خوبصورتی و وضاحت کو ظاہر کرتا ہے۔

گویا آپ ﷺ کی بات سچی بھی تھی اور خوبصورت بھی۔

''اسمِ گرامی 'صاحب البیان' اس لازوال فصاحت کا عنوان ہے جو وحیِ الٰہی کے نور سے منور ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ بہترین کلام وہ ہے جو حق کو واضح کرے اور دلوں میں عمل کا جذبہ پیدا کرے۔ آپ ﷺ وہ 'مقدس شارح' ہیں جن کی زبانِ حق ترجمان نے کائنات کے سربستہ رازوں کو 'بیان' کی صورت میں وا کر دیا، اور جن کے کلماتِ طیبہ ہی دراصل گمراہی کے اندھیروں میں ہدایت کی روشن ترین مشعل ہیں۔''

سَیِّدُنَا فَصِیحُ اللِّسَانِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تمام عرب میں سب سے میٹھی اور واضح زبان والے

فصیح، لغت میں اس کے معنی ہیں ''صاف اور واضح''۔ کلام میں فصاحت کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ نہ تو کانوں پر گراں گزریں اور نہ ہی ان کے معنی سمجھنے میں کوئی دشواری ہو۔ یعنی وہ ہستی جس کی زبان ہر قسم کے عیب، لکنت، پیچیدگی اور بناوٹ سے پاک اور بلکل صاف ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''فصیح اللسان'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلنے والا ہر لفظ ادائیگی میں اتنا واضح ہوتا کہ سننے والا اسے با آسانی سمجھ لیتا اور گن سکتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: أَنَا أَعْرَبُكُمْ، أَنَا قُرَشِيٌّ، وَاسْتُرْضِعْتُ فِي بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ ''یعنی میں عربی میں تم سب سے زیادہ فصیح ہوں، میں قریشی ہوں اور میری رضاعت بنوسعد بن بکر میں ہوئی ہے'' (سیرت ابنِ ہشام) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لہجہ مبارک نہ اتنا تیز تھا کہ بات سمجھ نہ آئے، اور نہ اتنا سست کہ بوجھل لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''فصیح اللسان'' ہونا نبوت کا ایک بڑا کمال ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: ''أَنَا أَفْصَحُ الْعَرَبِ'' (میں تمام عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف قبائل کے وفود سے انہی کے لہجے اور لغت میں گفتگو فرماتے، جسے دیکھ کر بڑے بڑے زبان دان حیران رہ جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کم الفاظ میں بڑی حقیقتیں بیان فرما دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو میں بلا کا ربط اور روانی ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے کہ اگر کوئی سننے والا الفاظ گننا چاہتا تو گن لیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز میں قدرتی نغمگی اور اثر تھا جو سننے والے کی روح میں اتر جاتا۔

آپ ﷺ کے پاس جب مختلف قبائل کے لوگ آتے، تو آپ ﷺ ان کے مخصوص لہجوں اور لغات میں ایسی فصاحت سے بات فرماتے کہ وہ دنگ رہ جاتے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی زبانِ مبارک دراصل ''ترجمانِ وحی'' ہے۔ اس زبان سے جو نکلا وہ سچائی کی انتہا ہے۔ آپ ﷺ کی فصاحت کا عالم یہ ہے کہ صدیوں گزرنے کے بعد بھی آپ ﷺ کی احادیث کی چاشنی اور تاثیر آج بھی دلوں کو تڑپا دیتی ہے۔

''صاحبُ البیان'' اور ''فصیح اللسان'' کا ربط:

علماء فرماتے ہیں کہ یہ دونوں صفات لازم و ملزوم ہیں۔

صاحبُ البیان: یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ حقیقت کو واضح کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

فصیح اللسان: یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ کا اندازِ ادائیگی اور الفاظ کا انتخاب کائنات میں سب سے خوبصورت ہے۔

''اسمِ گرامی 'فصیح اللسان' اس کائناتی سچائی کا عنوان ہے کہ حق جب زبانِ مصطفیٰ ﷺ سے نکلتا ہے تو نور بن کر دلوں کو منور کر دیتا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ گفتگو کا حسن مہنگے الفاظ میں نہیں بلکہ سچائی، سادگی اور اثر آفرینی میں ہے۔ آپ ﷺ وہ 'مقدس خطیب' ہیں جن کے کلماتِ طیبہ کی فصاحت نے رہتی دنیا تک کے لیے علم و ادب کے چشمے جاری کر دیے ہیں، اور جن کی پیروی ہی دراصل اپنی زبان اور اخلاق کو سنوارنے کا واحد راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا مُطَهِّرُ الْجَنَانِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

دلوں کو گناہوں کی آلائشوں سے پاک کرنے والے

''مُطَہِّر''، تطہیر سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں ''پاک کرنے والا''۔ وہ ہستی جو دوسروں سے ناپاکی دور کر کے انھیں اُجلا بنا دے۔

''الْجَنَان'' عربی میں ''دل'' یا ''باطن'' کو کہتے ہیں۔ اسے جنان اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ سینے میں چھپا ہوا (مستور) ہوتا ہے۔

''مُطَہِّرُ الْجَنَانِ'' وہ ہستی جو انسان کے باطن کی صفائی فرماتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: ''وَيُزَكِّيهِمْ'' (اور وہ انھیں پاک کرتے ہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفوس اور قلوب کے وہ عظیم معالج ہیں جن کی نگاہِ کرم زنگ آلود دلوں کو کندن بنا دیتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''مطہر الجنان'' ہونا کائنات کا سب سے بڑا انقلاب تھا:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کے دلوں سے ہزاروں بتوں کی بوجھل یادیں نکال کر وہاں ''اللہ واحد'' کی عظمت کو بسایا۔

جاہلیت کے دور میں لوگ کینہ، انتقام اور تکبر سے بھرے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی توجہ اور تعلیمات سے ان دلوں کو عفو، درگزر اور عاجزی سے بھر دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اس صفتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی گواہی ہے۔ ایک ڈاکو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آتا، تو وہ نہ صرف توبہ کرتا بلکہ اس کا دل معرفتِ الٰہی کا منبع بن جاتا۔

آج بھی جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ہمارے دلوں سے بے چینی ختم ہوتی ہے اور پاکیزگی کا احساس پیدا ہوتا

ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہی دلوں کے زنگ اتارنے کے لیے کافی ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ جیسے صابن ظاہری لباس کو صاف کرتا ہے، ویسے ہی درودِ پاک اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت باطن کے گناہوں کو دھوڈالتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''مطہر'' ہیں کہ جس کے دل کی طرف ایک بار مسکرا کر دیکھ لیں، وہاں سے ماسوی اللہ (اللہ کے سوا ہر چیز) کی محبت نکل جاتی ہے۔لغت کے اعتبار سے اگر لفظ مطہر میں ''ہ'' کو زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی ہوں گے ''وہ جسے پاک کیا گیا ہو۔'' اس سے مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ذاتِ پاک ہیں جن کا قلب مبارک ہر قسم کے انسانی عیوب، رسوموں، میل کچیل اور کدورتوں سے پیدائشی طور پر پاک صاف ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطہر الجنان ہونے کا مادی اور معجزاتی ظہور شقِ صدر کا واقع ہے جب فرشتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر کو آب زم زم سے دھو کر نور اور سکینت سے بھر دیا تھا۔

''اسمِ گرامی 'مطہّر الجنان' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ انسانی زندگی کا حسن اس کے باطن کی پاکیزگی میں پوشیدہ ہے۔یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب تک دل کا آئینہ صاف نہ ہو، اس میں رب کا جلوہ نظر نہیں آ سکتا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس مربی' ہیں جن کی نگاہِ کرم نے خاک نشینوں کو افلاک کا ہمسر بنا دیا، اور جن کی غلامی ہی دراصل اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کر کے قربِ الٰہی پانے کا واحد راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا رَؤُوفٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نہایت شفیق اور مہربان

عربی لغت میں رَأْفَۃ (رأفت) رحمت سے بھی زیادہ گہرا لفظ ہے۔ رحمت میں کبھی کبھی سختی کا عنصر ہوسکتا ہے (مثلاً کڑوی دوا دینا بھی رحمت ہے)، لیکن ''رأفت'' ایسی خالص مہربانی ہے جس میں صرف نرمی، سکون اور راحت شامل ہے۔ رحمت کا تعلق عام مہربانی سے ہے، جبکہ ''رأفت'' اس شفقت کو کہتے ہیں جس میں دوسرے کا دکھ دیکھ کر دل تڑپ اٹھے اور اس کی تکلیف کو دور کرنے کی تڑپ حد سے بڑھ جائے۔

''رَؤُوفٌ'' وہ ہستی ہے جس کی شفقت کی کوئی انتہا نہ ہو اور جو اس قدر نرم دل ہو کہ اسے اپنی امت کی ادنیٰ سی تکلیف بھی گوارا نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ صفتِ رأفت صرف انسانوں کے لیے نہیں، بلکہ چرند، پرند اور کائنات کے ہر ذرے کے لیے ہے۔ اس اسمِ مبارک کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے دو صفاتی ناموں (رووف اور رحیم) سے کسی دوسرے نبی کو یاد نہیں فرمایا سوائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبۃ:۱۲۸) ''بیشک تمھارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمھاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔ یعنی وہ مومنوں پر نہایت شفیق (رووف) اور مہربان (رحم) کرنے والے ہیں۔''

مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے ناموں میں سے یہ دو نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی شان کو واضح کر دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''رؤوف'' ہونا سیرت کے ہر گوشے سے عیاں ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راتوں کو رو رو کر اپنی امت کے لیے معافی مانگتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رأفت ہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرا ہر امتی کے ساتھ اس سے زیادہ قریبی تعلق ہے جو اسے اپنی جان کے ساتھ ہے''۔

طائف کے میدان میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لہولہان کیا گیا، تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رأفت غالب رہی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بددعا کے بجائے ان کی نسلوں کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز مختصر کر دیتے تاکہ اس کی ماں کو تکلیف نہ ہو؛ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''رؤوف'' ہونے کی عظیم مثال ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ رأفت کا ایک بڑا حصہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ مبارک میں ودیعت فرما دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ شفیع ہیں جو محشر کی گرمی میں بھی اپنی امت کو اپنی رأفت کے سائے میں رکھیں گے۔ علماء معرفت کے مطابق رحیم گناہوں کی بخشش کا ضامن ہے جبکہ رووف عذاب سے پہلے ہی بچا لینے کی تڑپ کا نام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا رووف ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سیرت کے ذریعے امت کو فتنوں اور لغزشوں سے بچنے کی راہ دکھائی اور صراطِ مستقیم واضح فرما دیا۔

''اسمِ گرامی 'رؤوف' اس بے مثال محبت کا عنوان ہے جو خالق نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہر میں ودیعت فرمائی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اسلام کی بنیاد سختی پر نہیں بلکہ اس 'رأفت' پر ہے جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس شفیق' ہیں جن کے دامنِ رحمت میں کائنات کا ہر دکھی انسان پناہ پاتا ہے، اور جن کی یہ نرم خوئی ہی دراصل پتھر جیسے دلوں کو ایمان کی مٹھاس سے آشنا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔''

سَیِّدُنَا رَحِیۡمٌ (ﷺ)

کمال درجے کا رحم فرمانے والے

الرحیم لفظ ''رحم'' سے نکلا ہے۔ جس کے معنی مہربانی، شفقت اور نرمی کے ہیں۔ رحیم وہ ہوتا ہے جس کی مہربانی دائمی ہو اور جو بار بار رحم فرمائے۔ جیسا کہ اسم، رؤف کی تفہیم میں سورۃ توبۃ کی آیت کا ﷺ حوالہ دیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کا بلند اعزاز ہے کے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے دو حقانی ناموں (رووف اور رحیم) سے پکارا ہے۔

حضور ﷺ کی رحمت صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ ''رحمت للعالمین'' ہونے کے ناطے پوری کائنات کے لیے ہے۔ آپ ﷺ کی صفتِ رحیمی یہ ہے کہ آپ ﷺ گناہگاروں کو دھتکارتے نہیں بلکہ انھیں اپنی شفقت کی آغوش میں لے کر رب سے صلح کروا دیتے ہیں۔

آپ ﷺ کی ''رحیمی'' کے کئی رنگ سیرتِ طیبہ میں نظر آتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری مثال اس شخص کی طرح ہے جو آگ جلائے اور پروانے اس میں گرنے لگیں، اور میں تمھیں تمھاری کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے بچا رہا ہوں''۔ یہ آپ ﷺ کی رحیمی ہی ہے کہ آپ ﷺ امت کو جہنم سے بچانے کے لیے بے قرار رہتے ہیں۔

یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنا، بیواؤں کی خبر گیری کرنا، اور جانوروں تک کے حقوق مقرر کرنا آپ ﷺ کی صفتِ رحیمی کا مظہر ہے۔ آپ ﷺ نے اس اونٹ پر بھی رحم فرمایا جو اپنی تکلیف کی شکایت لے کر حاضر ہوا تھا۔

فتحِ مکہ کے دن جب دشمن سر جھکائے کھڑے تھے، تو ''رحیم آقا ﷺ'' نے یہ کہہ کر

سب کو معاف کر دیا: ''آج تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو''۔

عارفین فرماتے ہیں کہ اللہ کی ''رحمت'' کا خزانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلبِ مبارک ہے۔ اللہ جس پر رحم فرمانا چاہتا ہے، اسے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت عطا کر دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحیمی دنیا میں ''ہدایت'' ہے اور آخرت میں ''شفاعت''۔

''اسمِ گرامی 'رحیم' اس لازوال مہربانی کا عنوان ہے جو خالقِ کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود میں سمو دی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ ایمان کا اصل تقاضا دوسروں کے لیے سراپا رحمت بن جانا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس مہربان' ہیں جن کی دعا کے بغیر کوئی منزل نہیں مل سکتی، اور جن کی یہ دائمی شفقت ہی دراصل امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دنیا میں سکون اور آخرت میں نجات کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔''

سَیِّدُنَا اُذُنُ خَیرٍ (ﷺ)

ہمیشہ خیر کی بات سننے اور قبول کرنے والے

اُذُن: کان، یا سننے والا۔

خَیر: بھلائی، نیکی اور بہتری۔

اُذُنُ خَیرٍ (ﷺ) کا مطلب ہے: ’’سراپا خیر سننے والے کان‘‘ یا ’’وہ ہستی جو صرف بھلائی کی بات سنتی ہے‘‘۔

وہ ہستی جو صرف بھلائی کی بات سنتی ہے، یا جس کا سننا دوسروں کے لیے خیر کا باعث ہو۔

یہ اسمِ مبارک براہِ راست قرآنِ کریم سے ماخوذ ہے۔ منافقینِ مدینہ آپ ﷺ کی حد درجہ نرمی اور ہر ایک کی بات سن لینے کی صفت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ ’’وہ تو بس کان ہیں‘‘ (یعنی ہر ایک کی بات سن لیتے اور یقین کر لیتے ہیں)۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی:

قُلۡ أُذُنُ خَيۡرٍ لَّكُمۡ يُؤۡمِنُ بِٱللَّهِ وَيُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِينَ

’’آپ ﷺ فرما دیجیے وہ تمھارے لیے بھلائی کے کان ہیں، وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کی بات کا یقین کرتے ہیں۔‘‘ (سورہ التوبہ: 61)

آپ ﷺ کا ’’اذنِ خیر‘‘ ہونا نبوی اخلاق کا ایک حسین نمونہ ہے۔

آپ ﷺ کی مجلس میں ہر شخص کو یہ محسوس ہوتا کہ آپ ﷺ اسے سب سے زیادہ اہمیت دے رہے ہیں۔ آپ ﷺ ہر ایک کی بات اتنی توجہ سے سنتے کہ جب تک بات کرنے والا خود خاموش نہ ہو جاتا، آپ ﷺ اپنا رخِ انور نہیں پھیرتے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس کسی کی شکایت نہ لایا کرو، میں چاہتا ہوں

کہ تمھارے پاس صاف دل کے ساتھ آؤں۔ آپ ﷺ کی سماعت صرف اللہ کے ذکر، وحی اور مظلوموں کی پکار کے لیے وقف تھی۔

آپ ﷺ منافقین کی جھوٹی باتوں کو بھی ان کی پردہ پوشی کی خاطر سن لیتے تھے تا کہ انھیں شرمندگی نہ ہو، اور اللہ نے اسے ''خیر'' قرار دیا کیونکہ اس میں بھی آپ ﷺ کی شفقت اور درگزر شامل تھا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ''اللہ کے کان'' (سمعِ حق) ہیں۔ آپ ﷺ دنیا کے کسی بھی کونے سے اپنے امتی کا درود اور اس کی پکار سنتے ہیں۔ آپ ﷺ کا سننا محض سماعت نہیں بلکہ ''اجابت'' (قبولیت) ہے؛ جو آپ ﷺ نے سن لیا، اس کا بیڑا پار ہو گیا۔

''اسمِ گرامی 'اُذُنُ خیر' اس بے مثال ظرف اور مروت کا عنوان ہے جو شاہی جاہ وجلال کے بجائے ایک شفیق باپ کی شفقت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ کسی کی بات کو توجہ سے سننا اور اس کی عزت افزائی کرنا سنتِ نبوی ﷺ کا اہم حصہ ہے۔ آپ ﷺ وہ 'مقدس سامع' ہیں جن کی سماعتیں صرف خیر و برکت کا منبع ہیں، اور جن کا ہر ایک کے لیے میسر ہونا ہی دراصل ٹوٹے ہوئے دلوں کے لیے سب سے بڑی ڈھارس ہے۔''

سَیِّدُنَا صَحِیحُ الإِسْلَامِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ہر عیب اور ملاوٹ سے پاک مکمل بندگی

عربی میں ''صحیح'' کا مطلب ہے وہ جو ہر قسم کے نقص، عیب اور ملاوٹ سے پاک ہو، اور ''الاسلام'' اللہ کی مکمل بندگی کا نام ہے۔

وہ ہستی جس کا اسلام (سپردگی) ہر قسم کے نقص سے پاک اور کمال کی انتہا پر ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح اللہ کی بندگی کا حق ادا کیا، وہی ''صحیح اسلام'' ہے۔ قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا کہ: لَا شَرِيكَ لَهُۥ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا۠ أَوَّلُ ٱلْمُسْلِمِينَ (الانعام: ۱۶۳) ''اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔''

یہ اولیت محض زمانے کے اعتبار سے نہیں بلکہ کمالِ اسلام کے اعتبار سے ہے جسے صحیح السلام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''صحیح الاسلام'' ہونا دین کی بنیاد ہے۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق قرآن ہی تو ہے''۔ گویا قرآن اگر نظریہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ''صحیح اسلام'' کی عملی شکل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کے ہر شعبے (عبادات، معاملات، معاشرت) میں وہ توازن دکھایا جو اسلام کی اصل روح ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر فعل سنت بن گیا کیونکہ وہ ''صحیح'' اور اللہ کی منشا کے عین مطابق تھا۔

قیامت تک کے لیے اسلام کی درستی کا معیار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔ جو عمل

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کے مطابق ہے وہی ''صحیح'' ہے، اور جو اس سے ہٹ کر ہے وہ مردود ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ اسلام ایک جسم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی روح ہیں۔ ''صحیح الاسلام'' وہ ہے جس کے ظاہر میں شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور باطن میں محبتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ میزان ہیں جس پر ہر شخص کے ایمان اور اسلام کو پرکھا جائے گا۔

''اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا'' (آج میں نے تمھارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا)۔ اس تکمیل کا سہرا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''صحیح الاسلام'' ہیں۔

''اسمِ گرامی 'صحیح الاسلام' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ دین محض دعوؤں کا نام نہیں بلکہ عملِ پیہم اور حسنِ اخلاق کی معراج ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم اپنے اسلام کو 'صحیح' کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آئینے میں اپنے کردار کو دیکھنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مقدس معیار' ہیں جن کی پیروی ہی دراصل ایمان کی صحت اور اسلام کی حقیقت کو پانے کا واحد راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

دونوں جہانوں (دنیا وآخرت) کے سردار

عربی میں ''سید'' اس ہستی کو کہتے ہیں جس کی اطاعت کی جائے اور جو سب سے معزز ہو۔ ''کونین'' سے مراد دو جہان ہیں، یعنی دنیا اور آخرت، یا انسانوں اور جنات کا جہان۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''سید الکونین'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرداری کا سکہ زمین پر بھی چلایا اور آسمانوں پر بھی، دنیا میں بھی اور حشر کے میدان میں بھی۔ اس اسمِ مبارک کا مفہوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''ہمہ گیر قیادت'' کو ظاہر کرنا ہے جو حدودِ زماں ومکاں سے بالاتر ہے۔ ''سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ'' وہ رسول ہے جس کا حکم دنیا میں بھی چلتا ہے اور جس کی شفاعت آخرت میں بھی کام آئے گی۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''مرکزی'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کائنات کی وہ اصل ہیں جن کے گرد تخلیقِ عالم کا پورا نظام گھوم رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرداری کسی خاص قوم یا طبقے کے لیے نہیں، بلکہ ہر ذی روح کے لیے ہے۔

وہ ہستی جو اس جہان میں بھی سب کی مقتدا ہے اور آنے والے جہان (آخرت) میں بھی سب کی ملجا و ماویٰ ہوگی۔ امام بوصیریؒ نے قصیدہ بردہ میں کیا خوب کہا:

محمد سید الکونین والثقلین والفریقین من عرب ومن عجم

(محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں جہانوں اور دونوں گروہوں (جن و انس) کے سردار ہیں اور دونوں فریقوں (عرب وعجم) کے پیشوا ہیں۔)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''سید الکونین'' ہونا کائناتی حقیقت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کو جاہلیت کے اندھیروں سے نکال کر تہذیب اور شعور کا نور عطا کیا۔ کائنات کا ذرہ ذرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے کا منتظر رہتا (جیسے شقِ قمر اور کلامِ شجر وحجر)۔

قیامت کے دن جب ''نفسی نفسی'' کا عالم ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''سید ولدِ آدم'' کی حیثیت سے شفاعتِ کبریٰ فرمائیں گے۔ لِواء الحمد (حمد کا جھنڈا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا اور تمام انبیاء آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیادت کے معترف ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت صرف انسانوں کے لیے نہیں بلکہ جنات کے لیے بھی ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''سید الثقلین'' بھی ہیں۔

عارفین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو بنایا ہی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سرداری کے اظہار کے لیے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ مرکز ہیں جس کے گرد دونوں جہان گردش کر رہے ہیں۔ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی اختیار کی، اسے دونوں جہانوں کی سرداری مل گئی۔

''اسمِ گرامی 'سید الکونین' اس لازوال اقتدار کا عنوان ہے جو شاہی محلات کا محتاج نہیں۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ سچی سرداری وہ ہے جو دلوں پر راج کرے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی عطا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مقدس پیشوا' ہیں جن کی چوکھٹ پر سلاطینِ عالم جھکنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں، اور جن کی غلامی ہی دراصل کائنات کی سب سے بڑی شہنشاہی ہے۔''

سَیِّدُنَا عَیْنُ النَّعِیْمِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نعمتوں کا سرچشمہ اور اصل مرکز

عربی میں ''عین'' کے مشہور معنی ''آنکھ''، ''چشمہ''، یعنی جو ہر اصل یا کسی چیز کی حقیقت کے ہیں، اور ''نعیم'' کا مطلب ہے وہ نعمت جو دائمی ہو اور جس میں مکمل راحت ہو۔ عین النعیم کا مطلب ہے نعمتوں کا سرچشمہ یا نعمتوں کی اصل یا حقیقت۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''عین النعیم'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے وسیلے سے جاری ہوئی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہی اہل ایمان کے لیے سب سے بڑی نعمت ہے۔ ''عَیْنُ النَّعِیْمِ'' وہ رسول ہے جس کے صدقے اللہ نے کائنات کو وجود بخشا اور انسانیت کو ہدایت کی نعمت سے سرفراز کیا۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''محسنہ'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ دنیا کی عارضی خوشی ہو یا آخرت کی ابدی جنت، ان سب کا واسطہ اور منبع ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت پانا ہی درحقیقت ''عینِ نعیم'' (خالص نعمت) ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانعام:۱۰۷) ''اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''عینُ النعیم'' ہونا کئی جہتوں سے اہم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جو بھی بھلائی، ہدایت اور رحمت بانٹی ہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے ہاتھوں سے تقسیم ہوئی ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں''۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''چشمہ'' ہیں جہاں سے پوری کائنات سیراب ہو رہی ہے۔

اگر ''عین'' کا مطلب ''آنکھ'' لیا جائے، تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ وہ ''نعمت'' ہے جسے دیکھ کر آنکھوں کو وہ سکون ملتا ہے جو دنیا کی کسی اور چیز میں نہیں۔ صحابہ کرام فرماتے تھے کہ ہمیں آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھنے سے جو لذت ملتی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اور آپ ﷺ کا ذکر دلوں کے لیے ''نعیم'' (راحت) ہے۔ جب دنیا کے دکھ انسان کو گھیر لیتے ہیں، تو آپ ﷺ کی یاد ایک ایسے ٹھنڈے چشمے کی طرح کام کرتی ہے جو روح کی پیاس بجھا دیتی ہے۔ صوفیانہ اصطلاح میں آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہی وہ اصل نعمت ہے جس کو پا لینے کے بعد کسی اور نعمت کی حاجت نہیں رہتی۔

جنت کی تمام نعمتیں (حور و قصور، نہریں اور پھل) ایک طرف، لیکن جنت کی اصل روح اور سب سے بڑی نعمت ''صاحبِ نعیم'' ﷺ کی رفاقت ہے۔ آپ ﷺ کے بغیر جنت بھی ادھوری ہے۔

''اسمِ گرامی 'عین النعیم' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ کائنات کی ہر خوبصورتی اور ہر راحت ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے نور کا صدقہ ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ حقیقی آسائش محلوں اور مال و دولت میں نہیں بلکہ اس 'سرچشمۂ ہدایت' سے وابستگی میں ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ وہ 'مقدس چشمہ' ہیں جس سے سیراب ہونے والا کبھی پیاسا نہیں رہتا، اور جن کی محبت ہی دراصل دنیا و آخرت کی سب سے بڑی اور سچی نعمت ہے۔''

سَیِّدُنَا عَیْنُ الْغُرِّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

چمکتے ہوئے اعضا والوں کی بنیاد

عَیْن معنی ہیں ''چشمہ''، ''اصل''، ''حقیقت'' یا ''مرکز''۔ جو ہر اصل یا کسی چیز کی حقیقت ہے کے ہیں۔

اَلْغُرِّ یہ ''اغرّ'' کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں ''سفید''، ''روشن'' یا ''نہایت شریف اور معزز''۔ عربی میں گھوڑے کی پیشانی پر موجود سفید نشان کو بھی ''غُرہ'' کہتے ہیں جو اس کی خوبصورتی اور پہچان ہوتا ہے۔ لغوی طور پر اس کا مطلب ہے ''نورانی چہروں والوں کے سردار'' یا ''وہ ہستی جو تمام برگزیدہ اور معزز لوگوں کی اصل اور مرکز ہے''۔

''عَیْنُ الْغُرِّ'' وہ ہستی جو تمام روشن جبینوں اور معزز ہستیوں کی اصل ہے۔ یعنی کائنات میں جتنی بھی شرافت، پاکیزگی اور نورانیت پائی جاتی ہے، اس کا منبع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''عینُ الغر'' ہونا کئی لطیف جہتیں رکھتا ہے۔ اس اسمِ مبارک کا مفہوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''مرکزی سیادت'' کو ظاہر کرنا ہے جو قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے مخصوص نشان (اعضاءِ وضو کی چمک) کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ ''عَیْنُ الْغُرِّ'' وہ رسول ہیں جن کے پیچھے چمکتی پیشانیوں والے قدسی صفت لوگ (صحابہ اور اولیاء) چلیں گے۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''منور'' شخصیت کا عنوان ہے جس کے گرد کائنات کے تمام درخشندہ ستارے (انبیاء وصالحین) جمع ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ''إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ'' (میری امت کو قیامت کے دن اس حال میں پکارا جائے گا

کہ وضو کے اثر سے ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمک رہے ہوں گے)۔ آپ ﷺ ان تمام ''غُرّ'' (چمکنے والوں) کے ''عین'' (سردار اور اصل) ہیں۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی جگہ روشن ستارے ہیں، لیکن ان سب کے نور اور شرافت کی اصل (مرکز) حضور ﷺ کی ذات ہے۔ عین الغر سے مراد وہ واحد ہستی ہے جس سے کائنات کا سارا نور پھوٹ رہا ہے، اگر کائنات کی تمام پاکباز روحوں کو ایک لڑی میں پَرو دیا جائے تو آپ ﷺ وہ مرکزی موتی ہیں جس کی چمک سے باقی سب منور ہیں۔

آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے وہ نور چھلکتا تھا جو اندھیری راتوں میں چراغ کا کام دیتا۔ آپ ﷺ ''صاحبِ غُرہ'' ہیں جن کی چمک سے کائنات روشن ہے۔

قیامت کے دن حضور ﷺ کی امت اپنی وضو کے اعضاء کی چمک (غُرہ) سے پہچانی جائے گی۔ اس چمک کی اصل بھی حضور ﷺ کی نسبت اور آپ ﷺ کی عطا ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''عینُ الغر'' وہ مرکزِ نور ہے جہاں سے کائنات کے تمام اولیاء، صدیقین اور صالحین کو شرافت اور عظمت کی خیرات ملتی ہے۔ آپ ﷺ وہ اصل ہیں جس سے ہر خوبی کی شاخ پھوٹی ہے۔

''اسمِ گرامی 'عین الغُرّ' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ حقیقی خوبصورتی اور چمک مادی آرائش میں نہیں بلکہ وضو اور بندگی کے نور میں ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم قیامت کے دن 'روشن چہروں والوں' کی صف میں شامل ہونا چاہتے ہیں، تو ہمیں اس 'مرکزِ نو' ﷺ کی اتباع کرنی ہوگی۔ آپ ﷺ وہ 'مقدس پیشوا' ہیں جن کے قدموں کی دھول کو آسمان کے ستارے اپنی پیشانی کا جھومر بناتے ہیں، اور جن کی غلامی ہی دراصل ابدی سرخروئی اور نورانیت پانے کا واحد راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا سَعْدُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اللہ کی عطا کردہ خوش بختی

''سَعْد'' کے معنی عربی میں خوش بختی، برکت، کامیابی اور ایسی مسرت کے ہیں جو انسان کو بلندیوں کی طرف لے جائے۔

اللہ: خالقِ کائنات کا اسمِ ذات۔

''سَعْدُ اللّٰہِ'' وہ ہستی جو اللہ کی طرف سے تمام جہانوں کے لیے ''سعادت'' بنا کر بھیجی گئی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجودِ مسعود وہ مبارک ہستی ہے جس سے وابستگی انسان کو بدبختی (شقاوت) سے نکال کر ابدی کامیابی (سعادت) کے راستے پر ڈال دیتی ہے۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس ''مبارک'' شخصیت کو ظاہر کرنا ہے جس سے وابستگی انسان کو ابدی طور پر ''سعادت مند'' (خوش بخت) بنا دیتی ہے۔ ''سَعْدُ اللّٰہِ'' وہ رسول ہیں جن کی آمد سے کائنات کی نحوستیں ختم ہو گئیں اور خیر و برکت کے دروازے کھل گئے۔

یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس ''فاتحانہ'' اور ''بابرکت'' حیثیت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی وہ اصل ''نیک بختی'' ہیں جسے پا لینے والا کبھی نا امید یا ناکام نہیں ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ''سعدُ اللہ'' ہونا تخلیقِ کائنات کا مقصدِ اصلی ہے۔

جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پایا، اس نے سب کچھ پا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع ہی وہ واحد راستہ ہے جو انسان کو اللہ کی رضا اور جنت کی دائمی خوش بختی تک پہنچاتا ہے۔

ہمیں ''امتِ محمدیہ'' میں پیدا کیا جانا اللہ کی طرف سے ''سعد'' (خوش نصیبی) کی سب سے بڑی علامت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے ہی امت کو ''خیرِ امت'' کا لقب ملا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد سے کائنات کا مقدر چمک اٹھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انسانیت کو

ذلت کے گڑھوں سے نکال کر عزت کے ایوانوں تک پہنچا دیا، جو کہ اللہ کی دی ہوئی عظیم ترین سعادت ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ''سعدُ اللہ'' وہ نور ہے جو جس دل میں داخل ہو جائے، وہاں سے مایوسی اور اندھیرا ختم ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی وہ مسرت ہیں جس پر اللہ خود درود بھیجتا ہے اور فرشتوں میں فخر فرماتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'سعد اللہ' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ حقیقی کامیابی اور خوش بختی مادی وسائل میں نہیں بلکہ بندگیِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پوشیدہ ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم اپنی زندگیوں سے نحوست اور بے برکتی کو ختم کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں اس 'سرچشمہِ سعادت' سے جڑنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس بخت' ہیں جن کا نام لینے سے بگڑی ہوئی تقدیریں سنور جاتی ہیں، اور جن کی پیروی ہی دراصل دنیا و آخرت کی ابدی کامرانی پانے کا واحد راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا سَعْدُ الْخَلْقِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تمام مخلوق کے لیے خوش نصیبی کا باعث

سَعْد کے معنی عربی میں خوش بختی، برکت، کامیابی اور ایسی مسرت کے ہیں جو انسان کو بلندیوں کی طرف لے جائے۔

اَلْخَلْق یعنی تمام مخلوقات (انسان، جنات، فرشتے، حیوانات، نباتات اور جمادات)۔

سَعْدُ الْخَلْقِ، وہ ہستی جن کے وجود سے پوری مخلوق کی قسمت جاگ اٹھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کائنات اندھیروں اور جہالت میں ڈوبی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد نے پوری تخلیق کو ایک مقصد اور ایک نئی زندگی عطا کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''سعدُ الخلق'' ہونا کائنات کے ہر ذرے کے لیے انعام ہے

پوری کائنات کے لیے خوش خبری: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر نہ صرف مکہ کی گلیوں نے بلکہ آسمانوں اور زمینوں نے بھی خوشی منائی۔ شجر و حجر نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کا اصل ''سردار اور محسن'' تشریف لا چکا ہے۔

مظلوموں کا سہارا: انسانیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وہ سعادت بنی جس نے غلاموں کو عزت، عورتوں کو حقوق اور یتیموں کو سرپرستی عطا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے مخلوقِ خدا کو ظالموں کے پنجے سے نجات ملی۔

حیوانات اور نباتات پر کرم: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں پر رحم کی تعلیم دی اور کٹے ہوئے درخت (ستونِ حنانہ) کے دکھ کو محسوس فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری مخلوق کے لیے ''سعد'' (خوش نصیبی) بن کر آئے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ کائنات کی تخلیق کا خمیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے اٹھا ہے۔ لہذا،

مخلوق کی اصل خوشی اور اس کی فطرت کی تکمیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں پوشیدہ ہے۔ جس نے ''سعدُ الخلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کو پہچان لیا، وہ کائنات کے اصل راز سے واقف ہو گیا۔

''اسمِ گرامی 'سعد الخلق' اس کائناتی حقیقت کا عنوان ہے کہ پوری خلقِ خدا کی بقا اور خوش بختی ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں پوشیدہ ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم کائنات میں امن اور اپنی زندگیوں میں برکت چاہتے ہیں، تو ہمیں اس 'سرچشمۂ سعادت' کی اتباع کرنی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس بخت' ہیں جن کا وجودِ مسعود ہی خالق کی طرف سے مخلوق کے لیے سب سے بڑا انعام ہے، اور جن کی غلامی ہی دراصل دارین کی دائمی خوش بختی پانے کا واحد راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا خَطِیْبُ الْاُمَمِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تمام امتوں کے خطیب (قیامت کے دن)

''الخَطِیب'' عربی زبان میں خطبہ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں وعظ کرنے والا، یعنی وہ بلند پایہ مقرر یا کلام کرنے والا جو مجمع کے سامنے حقائق کو واضح کرے اور جس کے کلام میں تاثیر ہو۔ خطیب اس فصیح و بلیغ شخص کو کہتے ہیں جو مجمع کے سامنے کھڑے ہو کر دلنشین اور مؤثر گفتگو کرے۔

الاُمَم: یہ ''امت'' کی جمع ہے، جس میں آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والی تمام قومیں شامل ہیں۔

سابقہ انبیاء اپنی اپنی امت کی طرف بھیجے گئے اور ان کے مخاطب ان کی اپنی اقوام ہی تھیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطیب الامم ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اور پیغام کسی ایک قبیلے اور قوم کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک آنے والی اقوام اور نسلوں کے لیے ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطیب الامم ہونے کی عملی اور تاریخی دستاویز ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رنگ و نسل اور طبقوں کی تمیز مٹا کر پوری انسانیت کو ایک عالگیر منشور دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ خَطِیْبُ الْاُمَمِ: وہ ہستی ہیں جو روزِ محشر تمام انسانیت کی طرف سے اللہ کی بارگاہ میں کلام فرمائے گی۔ جب تمام انبیاء ''نَفسی نَفسی'' فرما رہے ہوں گے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اَنَا لَهَا'' (اس شفاعت کے لیے میں ہوں) فرما کر تمام امتوں کے وکیل اور خطیب بن کر سامنے آئیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''خطیب الامم'' ہونا نبوت کا کمالِ بیان ہے۔

قیامت کے دن جب حساب کتاب کا مرحلہ آئے گا اور لوگ پریشان ہوں گے، تو

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ ہستی ہوں گے جو اللہ کی حمد و ثنا بیان کریں گے اور ایسی فصیح گفتگو فرمائیں گے کہ کائنات نے کبھی نہ سنی ہوگی۔

اس اسمِ مبارک کا مفہوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''عالمگیر دعوت'' کو ظاہر کرنا ہے جو کسی ایک نسل یا زبان تک محدود نہیں۔ ''خَطِيْبُ الْاُمَمِ'' وہ رسول ہے جس کا خطاب رہتی دنیا تک کی تمام انسانیت کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ یہ نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ''منفرد خطابت'' کا عنوان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید کا پیغام اتنی تاثیر سے بیان فرمایا کہ اس نے رہتی دنیا تک کے لیے پچھلے تمام باطل نظریات کا خاتمہ کر دیا۔ میدانِ محشر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ واحد ہستی ہوں گے جو تمام انبیاء اور ان کی امتوں کے سامنے اللہ کی حمد و ثنا کا ''خطبہ'' ارشاد فرمائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ خطیب ہیں جو قیامت کے دن سابقہ انبیاء کی گواہی دیں گے اور ان کی امتوں کے معاملات کو سلجھانے میں مدد فرمائیں گے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تمام حکمتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک پر جاری فرما دی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ (کلام) دلوں کی زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ''زبانِ حق'' ہیں جن کا بولنا خود رب کا بولنا ہے۔

''اسمِ گرامی 'خطیب الامم' اس ابدی فصاحت کا عنوان ہے جو وحیِ الٰہی کے نور سے منور ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ بہترین کلام وہ ہے جو انسانیت کو اس کے اصل مقصد سے جوڑ دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس ترجمان' ہیں جن کی پکار نے صدیوں کی خاموشی کو توڑ کر کائنات کو توحید کے نعرے سے آشنا کیا، اور جن کے کلماتِ طیبہ ہی دراصل تمام امتوں کے لیے دنیا میں فلاح اور آخرت میں شفاعت کا واحد رستہ ہیں۔''

سَیِّدُنَا عَلَمُ الْھُدٰی (ﷺ)

ہدایت کا پرچم اور نشان

عربی لغت میں ''عَلَم'' (عین اور لام کے زبر کے ساتھ) اس جھنڈے یا بلند نشان کو کہتے ہیں جسے دیکھ کر قافلے اپنا راستہ تلاش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ بلند پہاڑ جو دور سے دکھائی دے اور مسافر اسے دیکھ کر راستہ معلوم کریں، اسکے علاوہ علم کسے چیز کی پہچان کو بھی کہتے ہیں جو اسے دوسروں سے ممتاز کر دے۔ الھدی کے معنی ہدایت، راستہ دکھانا، اور منزل تک پہنچانا ہے۔ قدیم زمانے میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر آگ جلائی جاتی تھی یا بلند نشان لگائے جاتے تھے تاکہ مسافر بھٹک نہ جائیں۔ آپ ﷺ کو ''علم الہدیٰ'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کائنات میں ہدایت کا سب سے بلند اور روشن نشان ہیں۔ گمراہی کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے انسانوں کے لیے آپ ﷺ کی ذات وہ ''بلند نشان'' ہے جسے دیکھ کر ہر کوئی ہدایت کا راستہ پا سکتا ہے۔

آپ ﷺ کا ''عَلَمُ الْھُدٰی'' ہونا دین کی بقا کی ضمانت ہے۔

جس طرح ریگستان میں اونچا پہاڑ یا بلند جھنڈا مسافروں کو راستہ دکھاتا ہے، اسی طرح فتنوں کے دور میں آپ ﷺ کی سنت وہ ''عَلَم'' (نشان) ہے جو حق اور باطل کے درمیان فرق واضح کر دیتی ہے۔

جھنڈا (عَلَم) ہمیشہ اونچا رکھا جاتا ہے۔ اللہ نے آپ ﷺ کے ذکر اور آپ ﷺ کے دین کو وہ بلندی عطا فرمائی کہ قیامت تک آپ ﷺ ہی کا نام سربلند رہے گا۔

جس طرح لشکر اپنے جھنڈے کے گرد جمع ہوتا ہے، اسی طرح پوری امتِ مسلمہ حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی پر متحد ہوتی ہے۔ آپ ﷺ ہی وہ مرکز ہیں جو بکھری ہوئی

انسانیت کو ایک لڑی میں پرو دیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زمین والوں کے لیے بھی ''علم الہدیٰ'' ہیں اور آسمان والوں (فرشتوں) کے لیے بھی عظمتِ الٰہی کا نشان ہیں۔

عارفین فرماتے ہیں کہ ہدایت کی بہت سی قسمیں ہیں، لیکن ''عَلَمُ الْھُدٰی'' وہ اصل ہدایت ہے جو براہِ راست اللہ تک لے جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ بلند نشان ہیں کہ جس نے اپنی نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جمالی، اسے کبھی بھٹکنے کا خوف نہیں رہتا۔

''اسمِ گرامی 'علم الہدیٰ' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ ہدایت کی ہر راہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف مڑتی ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ فتنوں کے دور میں جب راستے دھندلا جائیں، تو ہمیں اس 'روشن نشان' کی طرف دیکھنا چاہیے جو چودہ سو سال سے پوری آب و تاب کے ساتھ لہرا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ 'مقدس مینار' ہیں جن کی روشنی کے بغیر انسانیت کبھی اپنی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتی، اور جن کی اتباع ہی دراصل صراطِ مستقیم پر ثابت قدمی کا واحد راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا کَاشِفُ الْکُرَبِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تکلیفوں، مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور کرنے والے

عربی لغت میں ''ک،ش،ف'' دور کرنے یا ہٹانے والے، کھول دینے والے کو کہتے ہیں، (جیسے بادلوں کے ہٹنے سے سورج ظاہر ہو جائے) اور ''کرب'' (کربۃ کی جمع) ایسی سخت بے چینی اور مصیبت کو کہتے ہیں جس سے انسان کا دم گھٹنے لگے۔ لغت عرب میں ''کرب'' اس غم کو کہتے ہیں جو انسان کے دل کو اپنی گرفت میں لے لے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''کاشف الکرب'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو پوری کائنات کے لیے ''رحمت'' بنا کر بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دعا، توجہ، اور شریعت کے ذریعے انسانوں کی دنیاوی اور اخروی پریشانیاں دور فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مسیحا ہیں جنھوں نے کفر و شرک کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی سسکتی انسانیت کو ہدایت کی روشنی دے کر ابدی کرب سے نجات دلوائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''کاشف الکرب'' ہونا تاریخ اور حقیقتِ ایمان سے ثابت ہے

صحابہ کرامؓ جب بھی کسی قحط، بیماری یا جنگی مشکل یا پریشانی میں گھر جاتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ اٹھاتے اور ابھی ہاتھ نیچے نہ آتے کہ آسمان سے رحمت برس جاتی اور مشکل حل ہو جاتی۔

جاہلیت کے دور میں انسانیت جس ذہنی اور روحانی گھٹن (کرب) میں مبتلا تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمۂ حق کے ذریعے اسے آزادی اور سکونِ قلب عطا فرمایا۔

قیامت کے دن جب سورج سوا نیزے پر ہوگا اور لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے سخت بے چینی (کرب) میں ہوں گے، تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ ریز ہو کر شفاعت فرمائیں گے اور

اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اس کرب کو دور فرما کر حساب کتاب شروع کرے گا۔ انسانی روح کا سب سے بڑا کرب خالق سے دوری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معرفتِ الٰہی کا راستہ دکھا کر روحوں کو سکون (اطمینانِ قلب) عطا فرمایا۔

حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ جو شخص کثرت سے درود پڑھتا ہے، اللہ اس کے غموں کو دور کر دیتا ہے اور اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینا ہی دکھوں کا علاج ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حقیقت میں ہر مشکل کو دور کرنے والا اللہ ہے، لیکن اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینے اور درود پڑھنے سے ہی پریشانیاں بھاگ جاتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی رحمت کے وہ دروازے ہیں جہاں سے گزر کر ہر غم خوشی میں بدل جاتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'کاشف الکرب' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ انسانیت کا ہر دکھ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی میں ہی ختم ہوتا ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب زندگی کی تلخیاں حد سے بڑھ جائیں، تو ہمیں اس 'غمگسارِ عالم' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنا چاہیے جن کے در سے کوئی سائل خالی نہیں گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس مسیحا' ہیں جن کے نام کی برکت ہی دراصل دنیا کی بے چینیوں کا علاج اور آخرت کے ہولناک کرب سے نجات کا واحد ذریعہ ہے۔''

سَیِّدُنَا رَافِعُ الرُّتَبِ (ﷺ)

مومنوں کے درجات کو بلند کرنے والے

عربی لغت میں ''رَافِع'' بلند کرنے والے کو کہتے ہیں اور ''رُتَب'' (رتبہ کی جمع) درجات اور مقام کو کہا جاتا ہے۔ رافع الرتب اس ہستی ہو کہا جاتا ہے جو نہ صرف خود کو بلند ترین مراتب پر فائز ہو بلکہ اپنی اتباع کرنے والوں کے درجات کو بھی اللہ کے بارگاہ میں بلند کرنے ذریعہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی نسبت سے نیچوں کو اونچا کر دیا اور گمناموں کو دو جہاں میں نامور بنا دیا۔

''رَافِعُ الرُّتَبِ'' وہ ہستی جو اللہ کے اذن سے بندوں کے درجات بلند فرماتی ہے۔ آپ ﷺ کی نسبت وہ کیمیا ہے جو مٹی کو سونا اور غلاموں کو تاجدار بنا دیتی ہے۔

آپ ﷺ کا ''رافع الرتب'' ہونا تاریخ کے آئینے میں واضح ہے۔ آپ ﷺ کی آمد سے قبل انسان انسان کا غلام تھا، پتھروں کے آگے سر جھکاتا تھا، کبھی آگ کی پرستش کرتا تھا، کبھی سورج کو سجدے کرتا تھا تو کبھی اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے بتوں کو پوجتا تھا۔

آپ ﷺ نے گری ہوئی انسانیت کو وہ مقام عطا کیا کہ فرشتے بھی ان کے آگے سر جھکانے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''کالا گورے پر فوقیت نہیں رکھتا سوائے تقویٰ کے''، اس ایک جملے نے کروڑوں انسانوں کے رتبے بلند کر دیے۔

حضرت بلال حبشیؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ جیسے صحابہ، جن کا دنیاوی بظاہر کوئی بڑا مقام نہ تھا، جب ''رافع الرتب ﷺ'' کے دامن سے وابستہ ہوئے تو عالی مرتبت ہو گئے۔

آپ ﷺ نے عورت کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی صورت میں وہ عزت اور مقام

دیا جو تاریخِ انسانی میں اس سے پہلے کبھی تصور بھی نہیں کیا گیا تھا۔

قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شفاعت کے ذریعے گناہگاروں کو جنت کے اعلیٰ درجات تک پہنچائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے صدقے مومنین کو اللہ کا دیدار اور قرب نصیب ہوگا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو بلند فرمایا (**وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ**) اور اب قانونِ قدرت یہ ہے کہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میں مگن رہتا ہے، اللہ اس کا رتبہ دونوں جہانوں میں بلند فرما دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سیڑھی ہیں جس پر قدم رکھ کر بندہ عرشِ الٰہی تک کی معرفت پا لیتا ہے۔

''اسمِ گرامی 'رافع الرتب' اس ابدی حقیقت کا عنوان ہے کہ عزت اور بلندی صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم اپنے کردار اور مقام کو بلند کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں اس 'سرچشمہِ رفعت' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جڑنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس رہبر' ہیں جن کے نام کی نسبت ہی انسان کو معتبر بنا دیتی ہے، اور جن کے نقشِ قدم پر چلنا ہی دراصل دنیا و آخرت کی حقیقی بلندی پانے کا واحد راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا عِزُّ الْعَرَبِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

عرب کے لیے باعثِ فخر اور عزت

عربی میں ''عز'' کا مطلب ہے وہ ہستی جس کی وجہ سے کسی قوم یا گروہ کو عزت، غلبہ اور وقار حاصل ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''عز العرب'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اہل عرب، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے بکھرے ہوئے، جاہل اور دنیا کی نظر میں معمولی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے دنیا کے امام اور تہذیب وتمدن کے علمبردار بن گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے عربوں کی کوئی سیاسی یا سماجی اہمیت نہ تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت نے انھیں قیصر وکسریٰ کا وارث بنا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''عِزُّ الْعَرَبِ'' ہونا تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

عرب کی پہچان ان کی شاعری یا جنگجویانہ مزاج سے نہیں بلکہ ''محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے نام سے ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ شخصیت ہیں جنھوں نے ریگستان کے چرواہوں کو جہان کا امام بنا دیا۔

لسانی عزت: اللہ نے عربی زبان کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چنا اور اسی زبان میں قرآن اتارا۔ اس طرح عربی زبان اور اہل عرب کو رہتی دنیا تک ایک ابدی عزت اور تقدس عطا کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب میں جنم لے کر اس خطے کو وہ مقام دیا کہ آج دنیا کا ہر مسلمان اپنی نماز میں اس زبان (عربی) کو استعمال کرتا ہے اور حج وعمرہ کے لیے اس زمین کا رخ کرتا ہے۔ عرب کی اصل عزت تیل یا دولت سے نہیں، بلکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عربوں کو جاہلیت کے جھوٹے فخر سے نکال کر ''ایمان کی اصل

عزت'' سے آشنا کیا۔ آپ ﷺ نے سکھایا کہ حقیقی عزت نسل یا نسب میں نہیں بلکہ تقویٰ اور اللہ کی بندگی میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے مخلوق میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور مجھے بنی ہاشم میں سے چنا''۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس اپنے قبیلے اور قوم کے لیے ابدی عزت کا باعث بنی۔

اگرچہ آپ ﷺ پوری کائنات کے لیے رحمت ہیں، لیکن عربوں کے لیے یہ خاص اعزاز ہے کہ اللہ نے ان کے درمیان سے اپنا آخری رسول ﷺ مبعوث فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کی تاریخ آپ ﷺ کے تذکرے کے بغیر نامکمل ہے۔

عارفین فرماتے ہیں کہ اگرچہ آپ ﷺ ''عز العرب'' ہیں، لیکن آپ ﷺ کی یہ عزت زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔ آپ ﷺ عرب کے لیے عزت بنے تو عجم کے لیے ''فخرِ عجم'' بنے۔ آپ ﷺ وہ نور ہیں جس نے جس مٹی کو چھولیا، اسے سونا بنا دیا۔

''رافع الرتب'' اور ''عز العرب'' کا ربط:

رافع الرتب: آپ ﷺ نے پوری انسانیت کے رتبے بلند کیے۔

عز العرب: آپ ﷺ نے اس قوم اور زبان کو خاص عزت بخشی جسے آپ ﷺ نے اپنی وحی اور پیغام کے لیے منتخب فرمایا۔

''اسمِ گرامی 'عزِ العرب' اس ابدی سچائی کا عنوان ہے کہ قوموں کی اصل عزت ان کے جغرافیے یا وسائل میں نہیں بلکہ ان کے اسوۂ حسنہ اور اپنے ہادی ﷺ سے وفاداری میں پوشیدہ ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ جب تک عرب اور عجم کے مسلمان ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے دامن سے وابستہ رہے، دنیا ان کے قدموں میں رہی۔ آپ ﷺ وہ 'مقدس وقار' ہیں جن کی نسبت ہی مٹی کے ذروں کو ثریا کی بلندی عطا کرتی ہے، اور جن کی غلامی ہی دراصل حقیقی خودداری اور ابدی سرخروئی پانے کا واحد راستہ ہے۔''

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْفَرَجِ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

تنگی کے بعد آسانی اور کشادگی لانے والے

عربی لغت میں ''فَرَج'' کے معنی ہیں تنگی کے بعد آسانی، غم کے بعد خوشی، اور بند راستوں کا کھل جانا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ''صاحبُ الفرج'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری کائنات کے لیے سب سے بڑی ''کشادگی'' ثابت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آکر انسانیت کو کفر کی تنگی، جہالت کے اندھیروں اور ظلم کی زنجیروں سے نکال کر اسلام کی وسعت اور عدل وانصاف کے سکون سے روشناس کرایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ''صاحبِ فرج'' ہونا کائنات کے ہر دور کے لیے خوش خبری ہے۔

''الفرج'' اس خوشی کو کہتے ہیں جو کسی بڑی مصیبت کے ٹل جانے پر حاصل ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انسانوں کو ابدی ہلاکت (جہنم) سے بچنے کا راستہ دکھا کر انھیں دائمی ''فرج'' (خوشی) کی راہ دکھائی۔

ظہورِ قدسی سے پہلے دنیا کفر و جہالت کی جس تنگی میں مبتلا تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آکر توحید اور انصاف کی وہ راہ دکھائی کہ پوری انسانیت نے سکھ کا سانس لیا۔

صحابہ کرامؓ پر جب بھی کوئی کٹھن وقت آتا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک اشارۂ ابرو سے اللہ تعالیٰ ان کی تنگی کو ''فرج'' (آسانی) میں بدل دیتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امت کو وہ دعائیں سکھائیں جو غموں کو خوشی میں بدل دیتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نامِ نامی خود ایک ایسی کلید (چابی) ہے جو ہر بند دروازے کو کھول دیتی ہے۔

جب حشر کے میدان میں نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور لوگ تنگی محسوس کریں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقامِ شفاعت ہی وہ مقام ہوگا جہاں سے تمام مخلوق کے لیے ''فرج'' اور فیصلے کی راہ نکلے گی۔

عارفین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اللہ کی طرف سے عالمِ انسانیت کے لیے ''فرجِ عظیم'' (سب سے بڑی آسانی) ہیں۔ جس دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت داخل ہو جائے، وہاں تنگیِ قلب باقی نہیں رہتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کنجی ہیں جو بند نصیبوں کے تالے کھول دیتی ہے۔

''کاشف الکرب'' اور ''صاحب الفرج'' کا فرق:

علماء فرماتے ہیں کہ کاشف الکرب: اس کا تعلق تکلیف کو ہٹانے سے ہے۔

صاحبُ الفرج: اس کا تعلق تکلیف کے بعد راحت وخوشی دینے سے ہے۔

''اسمِ گرامی 'صاحب الفرج' اس کائناتی سچائی کا عنوان ہے کہ تپتی دوپہروں کے بعد بادلوں کا سایہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایت ہے۔ یہ نام ہمیں سکھاتا ہے کہ مومن کبھی ناامید نہیں ہوتا، کیونکہ اس کا ہادی وہ ہے جو ہر بند دروازے کو کھولنے کی کنجی (مفتاح) لے کر آیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ 'مقدس محسن' ہیں جن کی غلامی میں آنے کے بعد زندگی کی کوئی تنگی مستقل نہیں رہتی، اور جن کی پیروی ہی دراصل دنیا کی بے چینیوں سے نجات اور آخرت کی ابدی راحت پانے کا واحد راستہ ہے۔''

....

خاتمۃ الباب: تجلیاتِ اسماء اور فضائل درود وسلام

اسماءِ مبارکہ کی ان نورانی تجلیات کے مطالعہ اور ورد کے بعد، ایک صاحبِ ایمان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی زبان اور قلب کو اس کلمۂ خیر سے معطر رکھے جو کائنات کا سب سے مقبول وظیفہ ہے، یعنی درودِ پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ جو محض ایک جملہ نہیں بلکہ اللہ کی رحمتوں کے خزانے کی کنجی ہے۔

درودِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلی فضائل:

1۔اللہ کی سنت کی پیروی: کائنات میں بہت سے احکام ایسے ہیں جو اللہ نے بندوں کو دیے مگر خود نہیں کیے۔ لیکن درود وسلام وہ واحد عمل ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب: 56) ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر خوب درود وسلام بھیجو۔'' یہ آیت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ درود پڑھنے والا اس وقت اللہ کی سنت پر عمل کر رہا ہوتا ہے۔ یعنی درودِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی عبادت ہے جس میں اللہ، فرشتے اور بندہ ایک ہی مرکز پر جمع ہوتے ہیں۔

2۔رحمتوں کا نزول: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجات بلند فرما دیتا ہے۔'' گویا ایک لمحے کی توجہ سے انسان اپنی دنیا اور آخرت کی کایا پلٹ سکتا ہے۔

3۔غموں سے نجات اور گناہوں کی معافی: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جب عرض کیا کہ ''میں اپنا سارا وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے میں گزاروں گا''، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مژدہ سنایا: ''پھر یہ تمھارے غموں کے لیے کافی ہوگا اور تمھارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

آج کے اضطراب بھرے دور میں درودِ پاک ہی وہ حصار ہے جو انسان کو ذہنی و قلبی سکون عطا کرتا ہے۔

4.قبولیتِ دعا کی ضمانت: عارفین فرماتے ہیں کہ دعا زمین اور آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک کہ اس کے اوّل و آخر درود نہ پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ اتنا کریم ہے کہ وہ دو مقبول بارگاہ عملوں (یعنی درود) کے درمیان مانگی گئی دعا کو کبھی رد نہیں فرماتا۔

5.قیامت کی قربت اور شفاعت: میدانِ محشر میں جب ہر کوئی نفسی نفسی پکار رہا ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے قریب وہ شخص ہوگا جس نے دنیا میں سب سے زیادہ درود پڑھا ہوگا۔ یہ وہ مبارک عمل ہے جو بندے کو بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں باریابی کا شرف عطا کرتا ہے اور اسے شفاعتِ کبرا کا حقدار بناتا ہے۔

ان اسماءِ مبارکہ کا ورد اور درود و سلام کی کثرت دراصل اپنے نامۂ اعمال کو منور کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ وہ نور ہے جو قبر کی تنہائی میں کام آئے گا اور پلِ صراط پر روشنی بن کر ساتھ چلے گا۔ جب بندہ کثرت سے درود پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورد کرتا ہے، تو اللہ اس کے گھر اور کاروبار میں وہ برکتیں نازل فرماتا ہے جو عقلِ انسانی سے بالاتر ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اسماء کے انوار سے اپنے قلوب کو منور کرنے اور کثرتِ درود و سلام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

••••••••••••••••••••••••

التجائے قبولیت

اختتامیہ

الحمد للہ! اللہ رب العزت کا بے پایاں احسان اور کرم ہے کہ اس نے مجھ جیسے گناہگار اور بے مایہ انسان کو اپنے محبوبِ مکرم، شفیعِ معظم، جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک اور مقدس اسماء کی تفہیم و تشریح کی سعادت عطا فرمائی۔

یہ کتاب "تفہیمِ اسمائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" محض الفاظ کا مجموعہ نہیں، بلکہ انوارِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سمندر میں غوطہ زنی کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے جس کی وسعتوں کا کوئی کنارہ نہیں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ہر اسمِ گرامی کی لغوی، شرعی اور روحانی حقیقت کو عام فہم انداز میں بیان کروں تاکہ قاری کے دل میں صاحبِ اسماء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور محبت کے نئے چراغ روشن ہوں۔

تحقیق کا یہ سفر جہاں میرے لیے علمی بالیدگی کا باعث بنا، وہیں اس نے میری روح کو وہ تسکین عطا کی جو کسی اور دنیاوی کام میں میسر نہیں۔ اس کام کی تکمیل میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ خالصتاً اللہ کا فضل اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظرِ عنایت ہے، اور اگر کہیں کوئی لغزش یا کمی رہ گئی ہے تو وہ میری اپنی علمی کمزوری ہے۔

دعا

اے اللہ! تیرے پاک نام کے صدقے اور تیرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان مقدس ناموں کے وسیلے سے، جن کی تشریح کی میں نے اس کتاب میں کوشش کی ہے، میری اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہِ الٰہی میں قبول ومنظور فرما۔

اے باری تعالیٰ! اس کتاب کو میرے لیے، میرے والدین، میری اہلیہ اور میری اولاد (شرمین، ہادیہ، اورعبدالمعز) کے لیے توشہِ آخرت اور ذریعہِ نجات بنا۔ میرے قلم میں وہ تاثیر پیدا فرما کہ جو بھی ان مبارک ناموں کی تفہیم کو پڑھے، اس کا دل عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منور ہو جائے۔

یا رب العزت! مجھے، میرے والدین، اہل وعیال اور تمام عزیز اقربا اور دوست احباب اور ان سب کے متعلقین کو اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھ۔ ہماری علمی اور عملی کوششوں میں برکت عطا فرما اور ہمیں تاحیات دینِ متین اور ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خادم بنائے رکھ۔

اے رحیم وکریم مالک! ان بابرکت اسما کے وسیلے سے اس کے پڑھنے والوں، سمجھنے والوں اور یاد کرنے والوں کو ان کا روحانی فیض عطا فرما اور ان کی مشکلات کو دور فرما، ان کی ضروریات کو پورا فرما، ان کے ایمان ویقین میں پختگی عطا فرما، ان کے علم واعمال میں اخلاص شامل فرما، ان کی کمیوں کوتاہیوں کو دور فرما، ان پر برکات کا نزول فرما اور ان کے سینوں کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے منور فرما اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نصیب فرما، ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی عطا فرما اور ان کی سیرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے مالکِ کائنات! بعد از مرگ قبر کے اندر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نصیب فرما اور

قیامت کے دن جب ہر کوئی نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا، اس وقت ان مبارک اسماء کے صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہمیں نصیب فرمانا اور ہمیں ان کے قدموں میں جگہ عطا فرمانا۔

آمین بجاہ سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فہیم اسلم

خادمِ نعلینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مارچ 2026ء

مآخذِ استدلال

حوالہ جات

مآخذِ استدلال

اسمائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تحقیق اور ان کے حقائق کی تفہیم کوئی آسان مرحلہ نہ تھا، بلکہ یہ ایک ایسے بے کنار سمندر میں غوطہ زنی کے مترادف تھا جس کی گہرائیوں کا ادراک مجھ جیسے عاجز اور کم علم کے لیے ممکن نہ تھا۔ یہ ایک ایسا نورانی راستہ ہے جہاں بڑے بڑے اہلِ علم کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ اس کٹھن مگر بابرکت سفر میں قدم قدم پر مستند رہنمائی کی ضرورت تھی، چنانچہ اس کم مایہ نے اپنی علمی پیاس بجھانے اور معلومات کی درستی کے لیے چند معتبر اور بنیادی مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔

اس تحقیق کی بنیاد قرآنِ حکیم کے آفاقی ارشادات، معتبر تفاسیر اور سیرتِ طیبہ کی مستند کتب پر رکھی گئی ہے۔ بالخصوص اسمائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے سے جن شاہکار تصانیف نے مشعلِ راہ کا کام کیا، ان میں امام قاضی عیاضؒ کی شہرہ آفاق کتاب ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ''، ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ کی گراں قدر تصنیف ''فلسفہ اسمائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' اور محمد ایوب سپرا کی علمی کاوش ''اسمائے الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' شامل ہیں۔

خوش قسمتی سے آج کا دور جدید ٹیکنالوجی اور ڈیجیٹل وسائل کا دور ہے، جس نے کتب کی دستیابی اور نایاب علمی مواد تک رسائی کو بے حد آسان بنا دیا ہے۔ اس ٹیکنالوجی کی بدولت نہ صرف قدیم نسخوں تک رسائی ممکن ہوئی بلکہ مختلف مآخذ سے مواد کا موازنہ کرنے اور تحقیق کو درست سمت دینے میں بھی بھرپور مدد ملی۔

ان کے علاوہ دیگر قدیم و جدید علمی مراجع، جن کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے، سے بھی جا بجا حوالہ جات اکٹھے کیے گئے ہیں تاکہ یہ تحقیق علمی استناد کے تقاضوں پر

پوری اتر سکے۔

ذیل میں ان کتب کی تفصیل دی جا رہی ہے جن کے علمی فیضان سے اس تحقیق کے دوران استفادہ کیا گیا:

القرآن الکریم (اردو تراجم و تفاسیر):

الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ (اردو ترجمہ): مصنف: امام قاضی عیاضؒ

فلسفہ اسمائے رسول ﷺ: مصنف: ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ

اسمائے الرسول ﷺ: مصنف: محمد ایوب سپرا

تفسیر ابن کثیر (اردو): مصنف: عماد الدین ابن کثیر

قصص الانبیاء (اردو): مصنف: امام ابن کثیر

صحیح البخاری و صحیح مسلم (اردو تراجم): مؤلفین: امام بخاریؒ و امام مسلمؒ

جواہر البحار (اردو خلاصہ/تراجم): مصنف: علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی

مستدرک حاکم: مصنف امام حاکم نیشاپوری

انجیلِ مقدس شامل ہیں

اعترافِ بندگی

اسمائے نبی ﷺ کی تفہیم اوران کے حقائق کی جستجو کے اس طویل سفر میں، مَیں نے اپنی بساط بھر یہ کوشش کی ہے کہ جہاں جہاں ممکن ہو، ہر اسم اور لقب کے ساتھ مستند حوالہ جات درج کر دیے جائیں، تا کہ علمی استناد برقرار رہے اور قاری کے لیے اطمینان کا باعث ہو۔

تاہم، اس حقیقت کا اعتراف بھی لازم ہے کہ بشری تقاضوں کے پیشِ نظر، حد درجے کی کوشش اور عرق ریزی کے باوجود اگر کہیں کوئی کوتاہی، لغزش یا علمی سقم رہ گیا ہو، تو وہ قطعاً غیر ارادی ہے اور میری کم علمی کا نتیجہ ہے۔ مَیں اپنی ہر ایسی خطا اور نادانستہ کوتاہی پر قادرِ مطلق، اللہ رب العزت کی بارگاہِ اقدس میں توبہ اور معافی کا خواستگار ہوں، جس کے قبضۂ قدرت میں تمام علوم کی کنجیاں ہیں۔

میری دعا ہے کہ باری تعالیٰ اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے میرے لیے اور میری نسلوں کے لیے توشۂ آخرت بنا دے۔ آمین۔

دعا گو

فہیم اسلم

گوشۂ ابجدی

ریاض دلائل (ترتیبِ کتابی)

نسیمِ کمالات (صفاتی گروہ بندی)

گلزارِ ابجد (حروفِ تہجی کی ترتیب)

وضاحتِ ترتیبِ اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قاری کے لیے رہنمائی)

قارئینِ کرام کی سہولت اور اسماء مبارکہ کی گہرائی تک رسائی کو آسان بنانے کے لیے، اس کتاب کے اختتامی حصے کو تین مختلف فہرستوں میں تقسیم کیا گیا ہے، تاکہ ہر ذوق کا حامل شخص اپنی ضرورت کے مطابق مطلوبہ اسمِ مبارک تک پہنچ سکے۔

ریاضِ دلائل (ترتیبِ کتاب)

اس فہرست میں اسماء گرامی کو اسی ترتیب سے درج کیا گیا ہے جس ترتیب سے وہ کتاب کے متن اور ''دلائل الخیرات'' میں موجود ہیں۔ یہ ان قارئین کے لیے ہے جو کتاب کے مطالعے کے تسلسل کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔

نسیمِ کمالات (صفاتی زمرہ بندی)

یہ اس کتاب کا سب سے منفرد حصہ ہے جہاں اسماءِ طیبہ کو ان کے مفہوم اور صفات کے لحاظ سے آٹھ (8) بڑے گروپوں میں بانٹ دیا گیا ہے (مثلاً رحمت، نصرت، طہارت وغیرہ)۔ یہ ترتیب ان لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی خاص صفت کے انوار کو ایک جگہ یکجا دیکھنا چاہتے ہیں۔

امید ہے کہ یہ سہہ طرفہ ترتیب آپ کے لیے فہمِ اسماء کے دریچے وا کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔

گلزارِ ابجد (حروفِ تہجی کی ترتیب)

یہ فہرست حروفِ تہجی (الف تا ی) کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے۔ اگر آپ کو کسی مخصوص اسمِ مبارک کی تشریح تلاش کرنی ہو، تو آپ اس کے پہلے حرف کے ذریعے اسے باآسانی ڈھونڈ سکتے ہیں۔ ہر نام کے سامنے اس کا سیریل نمبر درج ہے تاکہ اصل متن تک رسائی ممکن ہو۔

نسیمِ کمالات (صفاتی گروہ بندی)

1۔صفاتی گروپ: حمد، بندگی و تعلق باللہ
گروپ کی صفت/مفہوم: اللہ کی کثرت سے حمد، اس سے خاص راز و نیاز اور کامل بندگی۔
(1) مُحَمَّدٌ، (2) اَحْمَدُ، (3) حَامِدٌ، (4) مَحْمُوْدٌ، (29) عَبْدُ اللهِ، (30) حَبِيْبُ اللهِ، (31) صَفِيُّ اللهِ، (32) نَجِيُّ اللهِ، (33) كَلِيْمُ اللهِ، (60) مَدْعُوٌّ، (61) مُجِيْبٌ، (62) مُجَابٌ، (83) مُطِيْعٌ، (91) هدِيَّةُ اللهِ، (95) ذِكْرُ اللهِ، (96) سَيْفُ اللهِ، (97) حِزْبُ اللهِ، (121) خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ، (125) نَصِيْحٌ، (127) وَكِيْلٌ، (128) مُتَوَكِّلٌ

....

2۔صفاتی گروپ: نبوت، رسالت و ختمِ نبوت
گروپ کی صفت/مفہوم: منصب رسالت، سابقہ انبیاء کی پیروی اور نبوت کا مکمل ہونا۔
(9) عَاقِبٌ، (16) رَسُوْلٌ، (17) نَبِيٌّ، (18) رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ، (21) مُقْتَفٍ، (22) مُقَفِّي، (23) رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ، (26) اِكْلِيْلٌ، (34) خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ، (35) خَاتَمُ الرُّسُلِ، (41) نَبِيُّ الرَّحْمَةِ، (42) نَبِيُّ التَّوْبَةِ، (44) مَعْلُوْمٌ، (100) مُجْتَبٰى، (102) اُمِّيٌّ، (118) قَدَمُ صِدْقٍ، (139) مُبَلِّغٌ، (165) مُلَقَّبٌ، (181) صَاحِبُ الْخَاتَمِ، (182) صَاحِبُ الْعَلَامَةِ، (196) خَطِيْبُ الْاُمَمِ

3۔صفاتی گروپ: ہدایت،نور وعلم
گروپ کی صفت/مفہوم: جہالت مٹانا،اللہ کی طرف بلانا اور صراطِ مستقیم کی رہنمائی۔
(53) نُوْرٌ، (54) سِرَاجٌ، (55) مِصْبَاحٌ، (56) هدًى، (57) مَهْدِيٌّ، (58) مُنِيْرٌ، (59) دَاعٍ، (74) مُبِيْنٌ، (84) قَدَمُ صِدْقٍ، (92) عُرْوَةٌ وُثْقٰى، (93) صِرَاطُ اللهِ، (94) صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ، (98) اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ، (134) رُوْحُ الْحَقِّ، (135) رُوْحُ الْقِسْطِ، (145) هادٍ، (146) مُهْدٍ، (155) عَلَمُ الْاِيْمَانِ، (156) عَلَمُ الْيَقِيْنِ، (157) دَلِيْلُ الْخَيْرَاتِ، (197) عَلَمُ الْهُدٰى

....

4۔صفاتی گروپ: رحمت،شفقت وخیر خواہی
گروپ کی صفت/مفہوم: تمام جہانوں کے لیے رحمت،امت کے لیے تڑپ اور نرم خوئی۔
(24) رَسُوْلُ الرَّاحَةِ، (43) حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ، (63) حَفِيٌّ، (85) رَحْمَةٌ، (86) بُشْرٰى، (88) غَيْثٌ، (90) نِعْمَةُ اللهِ، (125) نَصِيْحٌ، (126) نَاصِحٌ، (130) شَفِيْقٌ، (146) مُهْدٍ، (187) رَؤُوْفٌ، (188) رَحِيْمٌ، (189) أُذُنُ خَيْرٍ، (201) صَاحِبُ الْفَرَجِ

5۔صفاتی گروپ: طہارت، حسن و جمال
گروپ کی صفت/مفہوم: ظاہری و باطنی پاکیزگی، حسنِ سیرت اور نفیس شخصیت۔
(12) طَاهِرٌ، (13) مُطَهَّرٌ، (14) طَيِّبٌ، (107) اَبُوْ الطَّاهِرِ، (108) اَبُوْ الطَّيِّبِ، (109) اَبُوْ اِبْرَاهِيْمَ، (132) مُقَدَّسٌ، (133) رُوْحُ الْقُدُسِ، (160) صَفُوْحٌ عَنِ الزَّلَّاتِ، (186) مُطَهِّرُ الْجَنَانِ، (190) صَحِيْحُ الْاِسْلَامِ، (192) عَيْنُ النَّعِيْمِ، (193) عَيْنُ الْغُرِّ

....

6۔صفاتی گروپ: شفاعت، جزا و فریاد رسی
گروپ کی صفت/مفہوم: گنہگاروں کی بخشش، نجات کا ذریعہ اور مصیبت میں دستگیری۔
(5) اَحِيْدٌ، (7) مَاحٍ، (8) حَاشِرٌ، (37) مُنْجٍ، (46) شَاهِدٌ، (47) شَهِيْدٌ، (48) مَشْهُوْدٌ، (49) بَشِيْرٌ، (50) مُبَشِّرٌ، (51) نَذِيْرٌ، (52) مُنْذِرٌ، (87) غَوْثٌ، (89) غِيَاثٌ، (104) اَجِيْرٌ، (111) شَفِيْعٌ، (140) شَافٍ، (144) سَائِقٌ، (151) فَاتِحٌ، (158) مُصَحِّحُ الْحَسَنَاتِ، (159) مُقِيْلُ الْعَثَرَاتِ، (161) صَاحِبُ الشَّفَاعَةِ، (162) صَاحِبُ الْمَحْمُوْدِ، (198) كَاشِفُ الْكُرَبِ

صفاتی گروپ: عظمت، سیادت و القابات
گروپ کی صفت/مفہوم: بلند درجات، سرداری، مخصوص القابات، کنیت اور اللہ کی عطا کردہ طاقت۔
(10) طٰهٰ، (11) يٰسٓ، (15) سَيِّدٌ، (20) جَامِعٌ، (25) كَامِلٌ، (27) مُدَّثِّرٌ، (28) مُزَّمِّلٌ، (38) مُذَكِّرٌ، (40) مَنْصُوْرٌ/مُظَفَّرٌ، (45) شَهِيْرٌ، (67) قَوِيٌّ، (71) مُكَرَّمٌ، (72) مَكِيْنٌ، (77) ذُوْ قُوَّةٍ، (78) ذُوْ حُرْمَةٍ، (79) ذُوْ مَكَانَةٍ، (80) ذُوْ عِزٍّ، (81) ذُوْ فَضْلٍ، (82) مُطَاعٌ، (103) مُخْتَارٌ، (105) جَبَّارٌ، (106) اَبُوْ قَاسِمٍ، (110) عِزُّ الْعَرَبِ، (120) قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ، (124) وَجِيْهٌ، (147) مُقَدَّمٌ، (148) عَزِيْزٌ، (149) فَاضِلٌ، (150) مُتِمٌّ، (163) صَاحِبُ الْقَدَمِ، (167) صَاحِبُ الْوَسِيْلَةِ، (168) صَاحِبُ السَّيْفِ، (169) صَاحِبُ الْفَضِيْلَةِ، (170) صَاحِبُ الْاِزَارِ، (171) صَاحِبُ الْحُجَّةِ، (172) صَاحِبُ السُّلْطَانِ، (173) صَاحِبُ الرِّدَاءِ، (174) صَاحِبُ الدَّرَجَةِ الرَّفِيْعَةِ، (175) صَاحِبُ التَّاجِ، (176) صَاحِبُ الْمِغْفَرِ، (177) صَاحِبُ اللِّوَاءِ، (178) صَاحِبُ الْمِعْرَاجِ، (179) صَاحِبُ الْقَضِيْبِ، (180) صَاحِبُ الْبُرَاقِ، (183) صَاحِبُ الْبُرْهَانِ، (184) صَاحِبُ الْبَيَانِ، (185) فَصِيْحُ اللِّسَانِ، (191) سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ، (199) رَافِعُ الرُّتَبِ، (200) عِزُّ الْعَرَبِ

صفاتی گروپ: کردار، سچائی و معاملات
گروپ کی صفت/مفہوم: سچائی، امانت، انصاف، حسنِ سلوک اور ثابت قدمی کی صفات۔
(6)وَحِیْدٌ، (19) قَیِّمٌ، (36) مُحْیٍ، (39) نَاصِرٌ، (64) عَفُوٌّ، (65) وَلِیٌّ، (66) حَقٌّ، (68) اَمِیْنٌ، (69) مَأْمُوْنٌ، (70) کَرِیْمٌ، (73) مَتِیْنٌ، (75) مُؤَمِّلٌ، (76) وَصُوْلٌ، (99) مُصْطَفٰی، (101) مُنْتَقٰی، (112) صَالِحٌ، (113) مُصْلِحٌ، (114) مَهَیْمِنٌ، (115) صَادِقٌ، (116) مُصَدِّقٌ، (117) صِدْقٌ، (119) اِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ، (122) بَرٌّ، (123) مَبَرٌّ، (129) کَفِیْلٌ، (131) مُقِیْمُ السُّنَّةِ، (136) کَافٍ، (137) مُکْتَفٍ، (138) بَالِغٌ، (141) وَاصِلٌ، (142) مَوْصُوْلٌ، (143) سَابِقٌ، (152) مِفْتَاحٌ، (153) مِفْتَاحُ الرَّحْمَةِ، (154) مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ، (166) صَاحِبُ الْخُلُقِ، (194) سَعْدُ اللهِ، (195) سَعْدُ الْخَلْقِ

گلزارِ ابجد (حروفِ تہجی کی ترتیب)

تہجی نمبر	اسمِ نبی ﷺ	کتابی نمبر	تہجی نمبر	اسمِ نبی ﷺ	کتابی نمبر
1	سَیِّدُنَا اَبُوْ اِبْرَاهِیْمَ (ﷺ)	109	17	سَیِّدُنَا بُشْرٰی (ﷺ)	86
2	سَیِّدُنَا اَبُوْ قَاسِمٍ (ﷺ)	106	18	سَیِّدُنَا تَاهِرٌ (ﷺ)	12
3	سَیِّدُنَا اَبُوْ الطَّیِّبِ (ﷺ)	108	19	سَیِّدُنَا جَامِعٌ (ﷺ)	20
4	سَیِّدُنَا اَبُوْ الطَّاهِرِ (ﷺ)	107	20	سَیِّدُنَا جَبَّارٌ (ﷺ)	105
5	سَیِّدُنَا اَحِیْدٌ (ﷺ)	5	21	سَیِّدُنَا حَامِدٌ (ﷺ)	3
6	سَیِّدُنَا اَحْمَدُ (ﷺ)	2	22	سَیِّدُنَا حَبِیْبُ اللهِ (ﷺ)	30
7	سَیِّدُنَا اَجِیْرٌ (ﷺ)	104	23	سَیِّدُنَا حَاشِرٌ (ﷺ)	8
8	سَیِّدُنَا اِکْلِیْلٌ (ﷺ)	26	24	سَیِّدُنَا حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ (ﷺ)	43
9	سَیِّدُنَا اِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ (ﷺ)	119	25	سَیِّدُنَا حِزْبُ اللهِ (ﷺ)	97
10	سَیِّدُنَا اَمِیْنٌ (ﷺ)	68	26	سَیِّدُنَا حَفِیٌّ (ﷺ)	63
11	سَیِّدُنَا اُمِّیٌّ (ﷺ)	102	27	سَیِّدُنَا حَقٌّ (ﷺ)	66
12	سَیِّدُنَا اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ (ﷺ)	98	28	سَیِّدُنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ (ﷺ)	34
13	سَیِّدُنَا اُذُنُ خَیْرٍ (ﷺ)	189	29	سَیِّدُنَا خَاتَمُ الرُّسُلِ (ﷺ)	35
14	سَیِّدُنَا بَالِغٌ (ﷺ)	138	30	سَیِّدُنَا خَطِیْبُ الْاُمَمِ (ﷺ)	196
15	سَیِّدُنَا بَرٌّ (ﷺ)	122	31	سَیِّدُنَا خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ (ﷺ)	121
16	سَیِّدُنَا بَشِیْرٌ (ﷺ)	49	32	سَیِّدُنَا دَاعٍ (ﷺ)	59

33	سَیِّدُنَا دَلِیْلُ الْخَیْرَاتِ (ﷺ)	157
34	سَیِّدُنَا ذُوْ حُرْمَةٍ (ﷺ)	78
35	سَیِّدُنَا ذُوْ عِزٍّ (ﷺ)	80
36	سَیِّدُنَا ذُوْ فَضْلٍ (ﷺ)	81
37	سَیِّدُنَا ذُوْ قُوَّةٍ (ﷺ)	77
38	سَیِّدُنَا ذُوْ مَکَانَةٍ (ﷺ)	79
39	سَیِّدُنَا ذِکْرُ اللهِ (ﷺ)	95
40	سَیِّدُنَا رَافِعُ الرُّتَبِ (ﷺ)	199
41	سَیِّدُنَا رَؤُوْفٌ (ﷺ)	187
42	سَیِّدُنَا رَحِیْمٌ (ﷺ)	188
43	سَیِّدُنَا رَحْمَةٌ (ﷺ)	85
44	سَیِّدُنَا رَسُوْلٌ (ﷺ)	16
45	سَیِّدُنَا رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ (ﷺ)	18
46	سَیِّدُنَا رَسُوْلُ الرَّاحَةِ (ﷺ)	24
47	سَیِّدُنَا رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ (ﷺ)	23
48	سَیِّدُنَا رُوْحُ الْحَقِّ (ﷺ)	134
49	سَیِّدُنَا رُوْحُ الْقُدُسِ (ﷺ)	133
50	سَیِّدُنَا رُوْحُ الْقِسْطِ (ﷺ)	135
51	سَیِّدُنَا سَابِقٌ (ﷺ)	143
52	سَیِّدُنَا سَائِقٌ (ﷺ)	144
53	سَیِّدُنَا سِرَاجٌ (ﷺ)	54
54	سَیِّدُنَا سَعْدُ اللهِ (ﷺ)	194
55	سَیِّدُنَا سَعْدُ الْخَلْقِ (ﷺ)	195
56	سَیِّدُنَا سَیِّدٌ (ﷺ)	15
57	سَیِّدُنَا سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ (ﷺ)	191
58	سَیِّدُنَا سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ (ﷺ)	118
59	سَیِّدُنَا سَیْفُ اللهِ (ﷺ)	96
60	سَیِّدُنَا شَافٍ (ﷺ)	140
61	سَیِّدُنَا شَاهِدٌ (ﷺ)	46
62	سَیِّدُنَا شَفِیْعٌ (ﷺ)	111
63	سَیِّدُنَا شَفِیْقٌ (ﷺ)	130
64	سَیِّدُنَا شَهِیْدٌ (ﷺ)	47
65	سَیِّدُنَا شَهِیْرٌ (ﷺ)	45
66	سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْإِزَارِ (ﷺ)	170
67	سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْبُرَاقِ (ﷺ)	180
68	سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْبُرْهَانِ (ﷺ)	183
69	سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْبَیَانِ (ﷺ)	184
70	سَیِّدُنَا صَاحِبُ التَّاجِ (ﷺ)	175

110	سَیِّدُنَا عِزُّ الْعَرَبِ (ﷺ)	200
111	سَیِّدُنَا غَوْثٌ (ﷺ)	87
112	سَیِّدُنَا غِیَاثٌ (ﷺ)	89
113	سَیِّدُنَا غَیْثٌ (ﷺ)	88
114	سَیِّدُنَا فَاتِحٌ (ﷺ)	151
115	سَیِّدُنَا فَاضِلٌ (ﷺ)	149
116	سَیِّدُنَا فَصِیْحُ اللِّسَانِ (ﷺ)	185
117	سَیِّدُنَا قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ (ﷺ)	120
118	سَیِّدُنَا قَدَمُ صِدْقٍ (ﷺ)	84
119	سَیِّدُنَا قَوِیٌّ (ﷺ)	67
120	سَیِّدُنَا قَیِّمٌ (ﷺ)	19
121	سَیِّدُنَا کَافٍ (ﷺ)	136
122	سَیِّدُنَا کَامِلٌ (ﷺ)	25
123	سَیِّدُنَا کَاشِفُ الْکُرَبِ (ﷺ)	198
124	سَیِّدُنَا کَفِیْلٌ (ﷺ)	129
125	سَیِّدُنَا کَلِیْمُ اللهِ (ﷺ)	33
126	سَیِّدُنَا کَرِیْمٌ (ﷺ)	70
127	سَیِّدُنَا مَاحٍ (ﷺ)	7
128	سَیِّدُنَا مَأْمُوْنٌ (ﷺ)	69

129	سَیِّدُنَا مَبَرٌّ (ﷺ)	123
130	سَیِّدُنَا مُبَشِّرٌ (ﷺ)	50
131	سَیِّدُنَا مُبَلِّغٌ (ﷺ)	139
132	سَیِّدُنَا مُبِیْنٌ (ﷺ)	74
133	سَیِّدُنَا مُتَوَکِّلٌ (ﷺ)	128
134	سَیِّدُنَا مَتِیْنٌ (ﷺ)	73
135	سَیِّدُنَا مُجَابٌ (ﷺ)	62
136	سَیِّدُنَا مُجْتَبٰی (ﷺ)	100
137	سَیِّدُنَا مُجِیْبٌ (ﷺ)	61
138	سَیِّدُنَا مَحْمُوْدٌ (ﷺ)	4
139	سَیِّدُنَا مُحْیٍ (ﷺ)	36
140	سَیِّدُنَا مُخْتَارٌ (ﷺ)	103
141	سَیِّدُنَا مُدَّثِّرٌ (ﷺ)	27
142	سَیِّدُنَا مَدْعُوٌّ (ﷺ)	60
143	سَیِّدُنَا مُذَکِّرٌ (ﷺ)	38
144	سَیِّدُنَا مُزَّمِّلٌ (ﷺ)	28
145	سَیِّدُنَا مَشْهُوْدٌ (ﷺ)	48
146	سَیِّدُنَا مُصَحِّحُ الْحَسَنَاتِ (ﷺ)	158
147	سَیِّدُنَا مُصَدِّقٌ (ﷺ)	116

اختتامی دعا

''اے دو جہاں کے مالک! تیرے حبیبِ مکرم، شفیعِ معظم ﷺ پر بھیجے گئے درود و سلام کے ان مبارک نذرانوں کے صدقے، ہماری اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہِ صمدیت میں شرفِ قبولیت عطا فرما۔ الٰہی! ان کلماتِ خیر کو ہمارے قلوب کی جلا، روح کی تسکین اور نزع کے کٹھن مراحل میں ثابت قدمی کا ذریعہ بنا دے۔ ہمارے گناہوں کے سیاہ دفتروں کو اپنی رحمتِ بے پایاں سے دھو ڈال اور ہمیں دارِ فانی سے ایمانِ کامل کے ساتھ رخصت فرما۔ بروزِ محشر، ہمیں صاحبِ لواءِ الحمد ﷺ کی شفاعت اور حوضِ کوثر سے وہ سیرابی نصیب کرنا جس کے بعد کبھی پیاس نہ لگے۔ اے اللہ! ہماری دنیا کو عافیت سے اور آخرت کو مغفرت کے نور سے منور فرما، اور ہمیں ان نفوسِ قدسیہ کے زمرے میں شامل کر جن پر تیرا انعام و اکرام ہوا، بے شک تو ہی دعا سننے والا اور سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ آمین۔''